302

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا ستائیسواں اجلاس

جمعرات،16۔جون2011

(یوم الخمیس،13۔رجب المرجب1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح10بج کر53منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری غلام رسول نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِo

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ‌ؕ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا ﴿۶۴﴾

سورۃ النِّسَاء آیت64

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو اے محبوب ﷺ تو آپ کے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ﷺ ان کی شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں(64)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب سرور حسین نقشبندی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

ہمیشہ ہے پیش نظر سبز گنبد
ہے گویا میرا ہم سفر سبز گنبد
طلب کس ضیاء کی ہے اہل جہاں کو
جہاں میں ہے جب جلوہ گر سبز گنبد
تبسم کی خیرات دیتا رہے گا
زمانے کو شام و سحر سبز گنبد
ضیاء مرے قلب و نظر کی ہے تائب
وہ پُر نُور جالی وہ سر سبز گنبد

پوائنٹ آف آرڈر

ڈاکٹر محمد اختر ملک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

پریس کلب ملتان کے سامنے طلباء کے احتجاج میں ایسوسی ایٹ پریس (جہانگیر نون) کی ہلاکت

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر! ملتان میں کل ایک بڑا افسوسناک واقعہ ہوا ہے۔ کل پریس کلب ملتان کے سامنے کچھ طلباء احتجاج کر رہے تھے تو اُس دوران وہاں سے ایمبولنیس پر ایک مریض Cardiology Hospital لے جایا جا رہا تھا تو پریس کے دوستوں نے کہا کہ اس ایمبولنیس کو گزرنے دیں اس پر احتجاج کرنے والے annoyed ہوئے، انہوں نے ایمبولنیس پر اور اس کے ساتھ ساتھ پریس والوں پر حملہ کیا اور پریس کلب کو بھی تہس نہس کر دیا۔ وہاں پر جہانگیر نون جو کہ ایسوسی ایٹ پریس ہیں اُن کو اینٹ لگی اور وہ موقع پر جاں بحق ہو گئے۔ یہ انتہائی افسوسناک واقعہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ پریس کی آزادی پر حملہ کے مترادف ہے۔ میں آپ کی وساطت سے اس واقعہ کی شدید مذمت کرتا ہوں اور میری یہ درخواست ہو گی کہ ہم پریس کے دوستوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کریں اور جن لوگوں نے وہاں پر یہ وقوعہ کیا ہے انہیں فوری گرفتار کیا جائے اور اس معزز ایوان کو اُس کی رپورٹ سے مطلع کیا جائے۔

چودھری ظہیر الدین خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب!

پنجاب کے دریاؤں میں پچھلے سال سے بھی زیادہ طوفانی تباہی کا خدشہ

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں آج کے اخباروں کی ایک خبر کے حوالے سے گزارش کرنا چاہتا ہوں اور چونکہ چیف منسٹر صاحب بھی یہاں پر روزانہ تشریف لاتے ہیں اور لاء منسٹر صاحب بھی اس وقت ہاؤس میں موجود ہیں تو آج National Disaster Management نے خبر دی ہے کہ اس دفعہ بھی پنجاب کے اندر سے گزرنے والے دریاؤں میں طوفانی تباہی پچھلے سال سے زیادہ کیوسک کی آ سکتی ہے۔ میں پہلے بھی یہاں پر عرض کر چکا ہوں کہ پچھلے سال کے سیلاب پر بنائی جانے والی کمیٹی کی رپورٹ ابھی تک submit نہیں ہوئی، میری گزارش یہ ہے کہ low laying areas کے لئے جو

management کرنی ہے۔یہاں پر ہماری کابینہ کے ذمہ دار ممبران تشریف فرما ہیں اور ہم اس بات کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ National Disaster Management نے warn کیا ہے کہ اس دفعہ پھر پچھلے سال سے زیادہ سیلاب کی توقع ہے تو میں اس وجہ سے یہ چیز جناب کی وساطت سے چیف منسٹر صاحب، کابینہ اور انتظامیہ کے علم میں لانا چاہتا تھا۔بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ڈاکٹر محمد اختر ملک صاحب نے ملتان کے جس واقعہ سے متعلق یہاں پر بات کی ہے وہ واقعہ انتہائی افسوسناک ہے اس لئے میں بھی اُس واقعہ کی پُرزور مذمت کرتا ہوں، اس معزز ایوان اور پریس گیلری میں بیٹھے ہوئے اپنے صحافی بھائیوں کو بھی یہ یقین دلاتا ہوں کہ اس واقعہ کے ذمہ داران کو قرار واقعی سزا دی جائے گی اور اس سے متعلق preliminary and after investigation report کو بھی اس معزز ایوان میں پیش کیا جائے گا۔

جناب سپیکر! چودھری ظہیر الدین خان نے جو بات کی ہے، یہ درست ہے کہ یہ خطرہ موجود ہے کہ اس مرتبہ بھی سیلاب شاید پنجاب کے ان علاقوں کو متاثر کرے جن میں پچھلے سال بہت زیادہ تباہی مچی تھی بہر حال اس سلسلے میں آج سے دو دن قبل وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے خود میٹنگ لی اور details میں جا کر ان چیزوں کو دیکھا، ان پر فیصلے کئے اور سیکرٹری آبپاشی کو باقاعدہ یہ کہہ دیا گیا ہے کہ وہ اگلے دو ہفتے اُسی area میں stay کر کے تمام بند اور ان کے متعلقہ ہونے والے کام کو اپنی نگرانی میں complete کروائیں لہذا میں معزز ایوان کو یقین دلاتا ہوں کہ اس سلسلے میں پنجاب حکومت اور وزیر اعلیٰ پنجاب کا بھرپور focus ہے۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔جی، لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! لاء منسٹر صاحب سے میری گزارش ہے کہ پچھلے سال کے سیلاب کے بارے میں جسٹس منصور علی شاہ کی رپورٹ کو بھی منظر عام پر لایا جائے اُس کو اس ہاؤس میں پیش کیا جائے اور اُس رپورٹ کو پریس کو release کیا جائے تاکہ ہمیں پتا تو لگے کہ جوڈیشل انکوائری نے کس کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے اور پچھلے سال کس وجہ سے اتنی تباہی ہوئی ہے۔اُس کو ایک secret document کی طرح کیوں چھپا لیا گیا ہے، اُس کو منظر عام پر آنا چاہئے۔لاء منسٹر صاحب بتا دیں کہ اس رپورٹ کو کب پیش کریں گے؟

جناب سپیکر: جی، راناصاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اُس رپورٹ میں as such ذمہ داری کا تعین کیا گیا تھا اور نہ ہی کسی کو ذمہ دار ٹھہرایا گیا تھا البتہ محکمہ کے بعض افسران کے بارے میں یہ ضرور کہا گیا کہ انہوں نے اپنے کام کو پوری efficiency سے سرانجام نہیں دیا اور اُن کے متعلق بھی اُن کے remarks میں کہا گیا کہ کچھ کے خلاف disciplinary کارروائی کی جائے اور کچھ افسران کو ٹرانسفر کرنے سے متعلق کہا گیا۔ اُس کے متعلق ایک کیبنٹ سب کمیٹی بنی تھی اُس نے اُن سفارشات کا جائزہ لینے کے بعد اُن پر عملدرآمد کر دیا ہے اور وہ رپورٹ پریس کو تو پہلے ہی جاری ہو چکی ہے اور اسی اجلاس میں وہ رپورٹ اس معزز ایوان میں بھی رکھ دی جائے گی۔

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ

تعزیت

پریس کلب ملتان کے واقعہ میں جاں بحق ہونے والے ایسوسی ایٹ پریس جہانگیر نون کے لئے دعائے مغفرت

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! پریس کلب ملتان کے واقعہ میں جاں بحق ہونے والے جہانگیر نون کے لئے اس ایوان میں فاتحہ خوانی کی جائے، اس طرح سے اُن کے ساتھ اظہار یکجہتی بھی ہو جائے گی۔

جناب سپیکر: جی، فاتحہ خوانی کی جائے۔

(اس مرحلہ پر جہانگیر نون ایسوسی ایٹ پریس کے لئے دعائے مغفرت کی گئی)

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میں نے آج سے دس دن پہلے پریس کانفرنس کی تھی اور میں نے میڈیا کو یہ رپورٹ دی تھی۔ یہ رپورٹ جنوری میں final ہوئی تھی لیکن پنجاب حکومت نے اس کو پیش نہیں کیا۔ اس رپورٹ میں سیکرٹری پر مکمل طور پر ذمہ داری ڈال دی گئی تھی۔ انھوں نے اس سیکرٹری کو Irrigation سے بدل کر Power میں لگا دیا۔ میری اس میں گزارش ہے کہ رپورٹ

میں اور بھی بہت سے لوگوں کے بارے میں واضح الفاظ میں لکھا ہوا ہے کہ ان کے خلاف action ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس رپورٹ کے اوپر جو کابینہ کی کمیٹی بنی تھی میں اس کا ممبر تھا۔ میں پورے وثوق سے محترم قائد حزب اختلاف سے یہ عرض کروں گا کہ سیکرٹری کے متعلق یہی کہا گیا تھا کہ ان کو اگلے season سے پہلے ہٹا دیا جائے اور کچھ لوگ جو on-site ہوتے ہیں ان کے متعلق یہ کہا گیا تھا کہ ان لوگوں نے پشتوں کی مرمت، صفائی اور مضبوط کرانے کی ذمہ داری کو پورا نہیں کیا اس لئے ان کے خلاف محکمانہ کارروائی کی جائے تو وہ کارروائی جاری ہے۔ اگر اس میں سیکرٹری کا بھی کردار سامنے آیا تو بالکل ان کے خلاف بھی کارروائی کی جائے گی۔

جناب سپیکر: جب یہ رپورٹ ہاؤس میں آئے گی تو اس کے بعد ہم اس کا فیصلہ کریں گے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! ہماری پاک افواج کی پاکستان کے لئے بے شمار خدمات ہیں۔ اب بھی پاک فوج کے جوان دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں اور اپنی جانوں کی بے شمار قربانیاں دے رہے ہیں۔ میں اپنی پاک فوج کو سلام اور خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ پاک فوج کے جوان جو محاذوں پر کھڑے ہو کر پاکستان کا دفاع کر رہے ہیں اس پر میں اپنی اور اپنی پارٹی کی طرف سے پاک فوج کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ ہم آئی ایس آئی کو بھی خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ اس مشکل وقت میں جب پورے ملک اور قوم کو پاک افواج کے ساتھ کھڑا ہونا چاہئے کچھ لوگ ان کو تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے دفاع کے لئے یہ بہتر نہ ہوگا اس لئے ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ پاک افواج کو تنقید کا نشانہ نہ بنایا جائے بلکہ ان کے ساتھ کھڑا ہو کر اس ملک کے دشمنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف نے جو بات کی ہے میں ان کی بات کو on behalf of the Government fully endorse کرتا ہوں۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) پاکستان کی مسلح افواج کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے، ان کو سلام پیش کرتی ہے اور انھوں نے اس ملک کے دفاع کے لئے جو کام کئے ہیں ان کو appreciate کرتی ہے بلکہ ان شہداء کو

جنھوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے ان کو بھی ہم سلام پیش کرتے ہیں اور آئی ایس آئی کا جو کردار anti terrorism کے حوالے سے ہے ہم اس کو بھی سلام کرتے ہیں لیکن ان عناصر کو جو ملک میں مارشل لاء لگاتے ہیں اور ملک میں اغواء اور torture کا باعث بنتے ہیں ان کی ہم مذمت کرتے ہیں، کرتے تھے اور کرتے رہیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بسراء صاحب!

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اسمبلی کے باہر مال روڈ پر L.H.Vs کافی تعداد میں آئی ہوئی ہیں۔ آج ویسے تو ہر طبقہ فکر سڑکوں پر ہے چاہے وہ طالبعلم، کسان یا مزدور ہوں۔ وہ بھی ہماری معزز بہنیں ہیں جو سڑک پر بیٹھی ہیں جس کی وجہ سے راستہ بند ہو گیا ہے۔ آپ ہاؤس کی ایک کمیٹی بنادیں جو ان سے ان کے مطالبات کے بارے میں بات چیت کر لے اور بعد میں ان کے معاملات کو حل کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ٹھیک ہے کیونکہ یہ جمہوری دور ہے، ہر کسی کو اپنا حق مانگنے اور احتجاج کرنے کا حق حاصل ہے۔ اگر کچھ لوگ اس معزز ایوان کے سامنے دادرسی کے لئے آئے ہیں تو یہ پہلے بھی روایت ہے اور کل بھی اسی طرح سے آپ نے کچھ لوگوں کو بلایا تھا۔ آج بھی آپ بسراء صاحب اور ہماری طرف سے احسان الدین قریشی صاحب کو بھیج دیں یہ ان کو اندر لے آئیں۔ اس کے بعد بیٹھ کر ان کی بات سن لی جائے اور پھر اس کا ازالہ کیا جائے۔

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر! نوجوان ڈاکٹروں سے متعلق ایک کمیٹی بنی ہوئی ہے۔ اگر یہ معاملہ اس کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔

جناب سپیکر: نہیں۔ یہاں وہ سارے ممبران نظر نہیں آ رہے۔ حاجی احسان الدین قریشی، چودھری شوکت محمود بسراء، ڈاکٹر محمد اختر ملک، جناب اللہ رکھا اور ڈاکٹر سامیہ امجد ان سے مذاکرات کے لئے باہر جائیں گے۔

مہر ارشاد احمد خان سیال: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، مہر صاحب!

مہر ارشاد احمد خان سیال: جناب سپیکر! میں سیلاب سے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: سیلاب سے متعلق تو بات ہو چکی ہے۔

مہر ارشاد احمد خان سیال: جناب سپیکر! میرے حلقہ میں 80 کلو میٹر کا علاقہ دریائے چناب کے کنارے پر واقع ہے جو flood area میں ہے۔ پچھلے سال جو شگاف ہوئے تھے وہ ابھی تک fill نہیں ہو سکے۔ اب N.D.M.A نے warning دے دی ہے کہ اس سال بھی سیلاب متوقع ہے۔ میرا تعلق مظفر گڑھ سے ہے اور مظفر گڑھ ملتان کے مغرب میں ہے، ملتان مشرق میں ہے، ملتان ایک بڑا شہر ہے اور وہاں سارے spur بن چکے ہیں، اب دریا کا جھکاؤ مغرب کی طرف ہو گیا ہے، وہاں spur نہیں ہے۔ اس کی model study ہوئی تھی، اس وقت کے سیکرٹری آبپاشی بابر بھروانہ صاحب وہاں تشریف لے گئے تھے، اس model study پر لاکھوں روپے خرچ ہوئے تھے اور 24 کروڑ روپے کا تخمینہ لگایا گیا کہ رنگ پور سے خان گڑھ تک جو اسی نوے کلو میٹر کا علاقہ بنتا ہے جہاں spur بنائے جائیں تو یہ علاقہ محفوظ ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ آپ اپنی باقی بات اپنی بجٹ تقریر میں کر لیجئے گا۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! آپ کو سینئر اور جونیئر کا خیال رکھنا چاہئے۔

جناب سپیکر: تمام ممبران برابر کے حقوق رکھتے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ اس طرف دلاؤں گا کہ آئے دن مال روڈ پر لوگ دھرنے دے رہے ہیں اور جلوس لے کر آ رہے ہیں۔ میرے ضلع اور حلقے میں بھی ایسی زیادتیاں ہو رہی ہیں تو میں بھی آپ کو قبل از وقت آگاہ کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: کیا وہاں پر تیل نہیں مل رہا یا کیا مسئلہ ہے؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میرے حلقہ میں بلکہ پورے پنجاب میں محکمہ تعلیم میں بھرتیاں ہو رہی ہیں اور درجہ چہارم کی سیٹیں ایم پی ایز کو کوٹا میں دی گئی ہیں۔

(معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے جھوٹ جھوٹ کی آوازیں)

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ آپ ان کی بات سنیں۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ہاؤس میں کل سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب نے بہت اچھی باتیں کی تھیں ان کے برعکس یہ لوگ وہ ہیں جو اس ہاؤس کا تقدس پامال کرتے ہیں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! کیا یہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں یا تقریر کر رہے ہیں؟

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! جب دو بڑے آدمی بات کر رہے ہوں تو انھیں مداخلت نہیں کرنی چاہئے۔ آپ اور میں گفتگو کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ تو یقیناً بڑے آدمی ہیں۔ میں اپنے آپ کو بڑا آدمی نہیں کہتا۔ جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ میرے حلقے کے ساتھ والے ایم پی ایز نے بندے دیئے اور بھرتی کروالئے۔ کیا میرے حلقے میں غربت ختم ہو گئی تھی، کیا میرے حلقے میں کوئی غریب نہیں تھا؟

جناب سپیکر: جہاں ماشاء اللہ آپ ہوں وہاں غربت کیسے آسکتی ہے؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! اگر کوئی گستاخی ہے تو وہ میری ہے لیکن اُن غریبوں کو سزا دی جارہی ہے۔

جناب سپیکر: ایسے نہیں ہو گی۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! واقعی ہوئی ہے، شاید آپ کے کہنے پر نہ ہو۔ گزارش یہ ہے کہ دو آدمی غلطی سے بھرتی ہو گئے جن کا تعلق میرے حلقے سے تھا لیکن اب اُن کو دو مہینے سے تنخواہیں بھی نہیں مل رہیں، انہیں زبردستی کہا جارہا ہے کہ تم لوگ resign کرو اور جس کالج کے پرنسپل نے انہیں بھرتی کیا ہے اُس کو ٹرانسفر کی دھمکیاں دی جارہی ہیں جو کہ انتہائی زیادتی ہے۔ خادم اعلیٰ خود نہایت ہی اچھے آدمی ہیں وہ جب بھی چنیوٹ جاتے ہیں تو مجھے بھی ساتھ رکھتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، آپ کا بہت شکریہ۔ شاہ صاحب! ہم اس کا notice لیتے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں نے notice لئے بغیر بیٹھنا ہی نہیں ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ قوتیں جو اُن کو بھی خراب کرنے کی کوشش کر رہی ہیں وہ کون ہیں؟ انہیں بے نقاب کیا جائے۔ حکومت کی کوئی writ نہیں ہے، یہاں پر جس افسر کا جو دل چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور وہ بندوق کسی کے کندھے پر رکھ کر چلا رہا ہوتا ہے۔ میں نے یہاں پر on the floor of the House پہلے بھی نشاندہی کی تھی جس پر انکوائری لگی۔ اُس انکوائری میں یہ ثابت ہوا کہ واقعی اُن کی غلطی تھی اور انہیں نوکریوں سے بھی نکالا

گیا۔آج پھر میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ میرے حلقے میں یہ زیادتی ہو رہی ہے جس کے لئے میں سراپا احتجاج ہوں،واک آؤٹ بھی کرتا ہوں اور اگر اِس کا ازالہ نہ ہوا تو میں نے باہر دھرنا بھی دینا ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب!نہیں،ایسا نہیں ہو گا۔آپ لکھ کر دیں اُس پر کارروائی ہو گی۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر!میں نے لکھ کر نہیں دینا۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب!آپ مجھے لکھ کر بھجوادیں اور اب مجھے کارروائی پر چلنے دیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر!کون سی کارروائی؟ میرے لوگوں کے منہ سے روٹی چھینی جا رہی ہے اور آپ کہتے ہیں کہ کارروائی چلنے دوں۔

جناب سپیکر: اتنے بڑے آدمی ہو کر آپ چھوٹی سی بات کرتے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر!یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے۔

جناب سپیکر: میں کہہ رہا ہوں کہ آپ مجھے لکھ کر تو دیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر!میں کس کو لکھ کر دوں،کیا آپ کو میری زبان پر اعتبار نہیں ہے؟

جناب سپیکر: اب مجھے کیا پتا کہ اُن کا نام کیا ہے؟لکھ کر دیں گے تو پتا چلے گا۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر!میں نے آپ کو ساری بات بتادی ہے۔

جناب سپیکر: آپ جو دو آدمیوں کے بارے میں کہہ رہے ہیں میں اُن کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر!آپ اس پر کوئی انکوائری کمیٹی بنائیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب!آپ کچھ لکھ کر یا اُن کے نام دیں گے تو کام چلے گا۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر!میں آپ کو ابھی لکھ کر دے دیتا ہوں لیکن آج آپ نے اس معاملے پر کمیٹی بنانی ہے۔

میاں نصیر احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

ملک اقبال احمد لنگڑیال: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: پلیز،اب مجھے اس کے مطابق چلنے دیں۔میں پھر اِس کو close کر دوں گا۔

ملک اقبال احمد لنگڑیال: جناب سپیکر!جس طرح شاہ صاحب کہہ رہے ہیں بالکل اسی طرح ہی سچ ہے۔ یہ تو دوسرے حلقے کی بات کرتے ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ دوسری تحصیل اور دوسرے ضلع سے

بھرتیاں کی گئی ہیں۔ میں اس کی مثال دیتا ہوں کہ میاں چنوں اور ساہیوال سے بھرتیاں کی گئی ہیں، صرف یہی نہیں بلکہ وہاں نوکریاں بیچی گئی ہیں۔یہاں پر وزیراعلیٰ صاحب good governance کی بات کرتے ہیں جو اچھی بات ہے لیکن 60 سے 80ہزار روپے لے کر درجہ چہارم کی نوکریاں بیچی گئی ہیں۔ میری آپ سے یہ استدعا ہے کہ ہاؤس کی ایک کمیٹی بنائی جائے جو مقامی لوگوں کی انکوائری کرے اور جو نوکریاں بیچی گئی ہیں اُن کے خلاف کارروائی کی جائے۔

جناب سپیکر: یہاں پر محکمہ بھی موجود ہے اور منسٹر بھی موجود ہیں۔پلیز تشریف رکھیں۔

میاں نصیر احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! میں آپ کو بھی ٹائم دیتا ہوں، فکر نہ کریں۔ جی، میاں نصیر صاحب!

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! اس ایوان کے اندر متواتر کئی دنوں سے ہر چیز پر بحث ہوئی ہے۔ نوکریوں کی بھرتی سے لے کر دانش سکول تک ہر قسم کی بحث اس معزز ایوان کے ممبر نے کی ہے لیکن پچھلے تین ہفتوں سے اس پنجاب کے کروڑوں عوام کی زندگی شدید متاثر ہو رہی ہے۔ پنجاب میں پچھلے تین ہفتوں سے انڈسٹری، گھروں اور پبلک ٹرانسپورٹ کو کہیں سے تیل نہیں مل رہا، پٹرول پمپوں پر ہے اور نہ کہیں اور موجود ہے۔آج پنجاب کی 9کروڑ عوام کی زندگی بُری طرح متاثر ہے۔ ہم نے اس ایوان کے اندر دو دو آدمیوں کی بھرتی پر بھی بحث کی، واک آؤٹ کئے اور کسی نے اپنے ذاتی مسائل اور حلقے کی بات بھی کر دی لیکن آج بھی اگر آپ باہر جا کر دیکھیں تو جو احتجاج ہو رہا ہے اُس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ پنجاب کی تمام انڈسٹری پچھلے تین ہفتوں سے پٹرول نہ ملنے کی وجہ سے قلت کا شکار ہے اور یہ قلت صرف پنجاب کے اندر رہے۔آج ہمیں بجٹ بنانے کا طعنہ دینے والوں کو یہ سوچنا چاہئے کہ جس صوبہ کے اندر تین ہفتوں سے پٹرول پمپ بند کر دیئے گئے ہوں تو پھر وہ حکومت کیا منصوبہ بندی کرے گی؟

جناب سپیکر: جب آپ کی تقریر کی باری آئے گی تب بات کر لیجئے گا۔ جی، میاں رفیق صاحب!

میاں محمد رفیق: شکریہ

پیر ولایت شاہ کھگہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! جانے دیں اور خدا کا خوف کھائیں۔ مجھے بھی ایجنڈے کے مطابق چلنے دیں۔ ٹائم ختم ہو جائے گا اور دوسروں کو ٹائم نہیں ملے گا۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں ایک نہایت ہی اہم National Disaster Management کی اس warning پر جو آج ایک معزز ممبر نے دی ہے اُس پر تھوڑی سی روشنی بطور Researcher ڈالنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کی تقریر کرنے کی باری آ جائے گی۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! یہ نہایت اہم اور تقریر سے الگ بات ہے۔ اگر آپ سنیں گے تو سمجھیں گے کہ میں نے درست بات کی ہے۔ بات یہ ہے کہ گزشتہ سال جو سیلاب کی تباہی تھی وہ دریاؤں کی نہیں تھی کیونکہ دریائے سندھ کا پانی کبھی نوشہرہ پر نہیں چڑھا، نوشہرہ سے چارسدہ نہیں چڑھا اور چارسدہ سے سوات کالام نہیں چڑھا لہذا میں دعوے کے ساتھ یہ بات کرتا ہوں کہ گلیشیئر کو پگھلایا گیا یا گلیشیئر خود پگھلا کیونکہ یہ گلیشیئر کا پانی تھا کالام سے روندتا ہوا سوات اور نوشہرہ سے دریائے سندھ میں آیا اور اُس پانی نے سیلاب کی شکل اختیار کرتے ہوئے تباہی مچائی ہے۔ ہمیں اس پر بھی توجہ دینی چاہئے کیونکہ گلیشیئر کو پگھلانے کی جو سازش تھی وہ اب بھی ہو رہی ہے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، اس کا ماہرین پتا کرتے ہیں۔

پیر ولایت شاہ کھگہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: مجھے کارروائی کے مطابق چلنے دیں۔

پیر ولایت شاہ کھگہ: جناب سپیکر! میرا بڑا اہم point ہے۔

جناب سپیکر: چلیں، بات کر لیں لیکن ان کے بعد کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو گا۔

پیر ولایت شاہ کھگہ: جناب سپیکر! یہاں پر ملک اقبال صاحب نے issue raise کیا ہے کہ ساہیوال میں 60 سے 80 ہزار روپے کے عوض نوکریاں بیچی گئی ہیں۔ ہم بھی ساہیوال کے نمائندے ہیں لہذا یہ ہمیں وضاحت کریں کہ کن بندوں نے وہاں پر نوکریاں بیچی ہیں؟

جناب سپیکر: یہ بعد میں پوچھیں گے۔ اب اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

پیر ولایت شاہ کھگہ: جناب سپیکر! اس کا مطلب ہے کہ ہم سب لوگ وہاں پر غلط کام کر رہے ہیں۔ اقبال صاحب وضاحت کریں کہ وہ کون سا بندہ یا کون سا آفیسر ہے جس نے یہ غلط appointments کی ہیں؟

جناب سپیکر: ہو سکتا ہے کہ کوئی سرکاری بندہ ہو۔

ملک اقبال احمد لنگڑیال: جناب سپیکر! میں اس کو ثابت کروں گا۔آپ اس حوالے سے کمیٹی بنادیں۔

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: جی، پورا محکمہ موجود ہے اس پر کمیٹی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔اب میں کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں لینا چاہتا۔جی، راناصاحب! تحریک استحقاق نمبر14 چودھری محمد ارشد صاحب کی ہے جو پڑھی جاچکی ہے اور میرے خیال میں وہ آج بھی موجود نہیں ہیں تو کیا اسے pending کر دیا جائے؟

سیکرٹری آبپاشی کا معزز ممبر اسمبلی کے ساتھ نامناسب روّیہ

(---جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس حوالے سے معزز ممبر کی شکایت پر XEN ڈویژن LPDC ساہیوال کو تبدیل کر دیا گیا ہے لہذا اسے dispose of فرمادیں۔

جناب سپیکر: جی، یہ تحریک استحقاق dispose of کی جاتی ہے۔اگلی تحریک استحقاق نمبر32 محترمہ دیبا مرزا صاحبہ کی طرف سے ہے---وہ موجود نہیں ہیں.Then it is gone with the wings

معزز ممبران: اسے pending کر دیں۔

سرکاری کارروائی

بجٹ

سالانہ بجٹ بابت سال 2011-12 پر عام بحث

(---جاری)

جناب سپیکر: نہیں، یہ pending نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ پڑھی ہی نہیں گئی۔اب ہم سالانہ بجٹ پر بحث شروع کرتے ہیں۔بجٹ بابت سال 2011-12 پر بحث کا آغاز مورخہ 13۔جون 2011 کو ہوا تھا۔آج بھی بحث جاری رہے گی۔بحث میں حصہ لینے کے لئے میرے پاس آج تک 83 مقررین کی فہرست موجود ہے۔پہلے دن صرف 7 مقررین کی تقریر ہوئی، دوسرے دن 12 مقررین اور تیسرے دن 7 مقررین کو موقع مل سکا لہذا میں معزز ممبران سے گزارش کروں گا کہ وہ 7 منٹ میں اپنی تقریر مکمل کر لیں۔معزز ممبران سے استدعا ہے کہ زیادہ سے زیادہ ممبران کو تقریر کا موقع فراہم کرنے کی غرض سے

پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے سے گریز کریں۔ اب پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوگا۔ جی، محترمہ سیمل کامران صاحبہ!

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ جو بات کرتے ہیں مجھے اُس کی سمجھ ہے کیونکہ آپ نے کہنا ہے کہ پوائنٹ آف آرڈر کیوں نہیں ہو سکتا۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! آپ کو سمجھ نہیں ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ نے جو 7 منٹ کی قدغن لگائی ہے یا تو یہ قدغن آپ پہلے دن سے ہی لگاتے کیونکہ پہلے تین دن اُن کو 15,15 اور 20,20 منٹ کا ٹائم دیا ہے۔ اگر آپ 7 منٹ دیں گے تو As a protest I will not make a speech.

جناب سپیکر: آپ اپنی ایڈوائزری کمیٹی کے وہاں موجود معزز ممبران سے مشورہ کر کے اس کے بعد مجھ سے بات کریں۔ وہاں تمام پارٹیوں کی موجودگی میں جو طے ہوا تھا کہ دو، دو openers دونوں sides سے آئیں گے جنہیں آدھا، آدھا گھنٹہ وقت دیا جائے گا۔ پہلے چار openers کو موقع دیا ہے باقی صاحبان کے لئے 5 سے 7 منٹ رکھے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف اور قائد ایوان کا یہ prerogative ہے کہ ان کے لئے وقت کی پابندی نہیں مگر کل بھی جنہوں نے تقاریر کی ہیں ان پر 7 منٹ کی پابندی نہیں تھی۔

جناب سپیکر: every day opener کی بات کی ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! کل بھی میں اس ایوان میں موجود تھا اور جب آپ ایوان سے اٹھ کر چلے گئے تو کسی ممبر کے لئے 7 منٹ کی پابندی نہیں ہوئی اس لئے یہ اگر 7 منٹ کی پابندی ہمارے لئے ہے تو میں پہلے دن سے ہی بارہا کہہ چکا ہوں کہ جب یہ ایوان 80 ممبران کا تھا تو اس وقت بھی چار دن speeches کے لئے ہوتے تھے اور آج 371 کا ایوان ہے تو کم از کم اس کے لئے پندرہ بیس دن ہونے چاہئیں تاکہ ہر ممبر بات کر سکے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! یہ decided ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! آپ نے کبھی اس طرف توجہ دی اور نہ ہی بجٹ تقاریر کا کوئی فائدہ ہوتا ہے کیونکہ یہ ایک debating club ہے جہاں پر اپنی تسلی کے لئے ہم تقریر کرتے ہیں ورنہ اگر کوئی اچھی بات بھی ہو تو یہ precedent حالانکہ ہوتی تھی کہ اگر اچھی بات ہوتی تھی تو اس میں

amendment ہو جاتی تھی اور بجٹ تبدیل ہو جاتا تھا لیکن اب ایسا نہیں ہے اور یہ بالکل اشک شوئی اور eye wash ہے۔ میری گزارش ہے کہ یا تو یہ پابندی پہلے دن سے لگاتے یا پھر اب نہیں لگانی چاہئے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! یہ فیصلہ سب پارٹیوں کے ممبران کی موجودگی میں ہوا تھا، میں نے اکیلے نہیں کیا بلکہ متفقہ طور پر ہوا۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! آپ Custodian of the House ہیں اور ہمیں آپ سے انصاف کی توقع ہے۔ جس ممبر کو کوئی تکلیف ہوتی ہے اس نے آپ سے بیان کرنی ہوتی ہے اور ہم آپ سے انصاف کی توقع رکھتے ہیں۔ اگر آپ کا انصاف یہی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: میں نے متفقہ ہونے والے فیصلہ کے مطابق اپنی کوشش کی ہے کہ اس پر عملدرآمد کراؤں۔

سید ناظم حسین شاہ: تو پھر ٹھیک ہے میں احتجاجاً تقریر نہیں کروں گا۔

جناب سپیکر: میں آپ کو احتجاج نہیں کرنے دوں گا۔ آپ احتجاج نہیں کریں گے کیونکہ آپ میرے بزرگوں میں شامل ہیں اس لئے آپ کیسے احتجاج کر سکتے ہیں؟

چودھری عامر سلطان چیمہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! دو دن سے میں اپنی تحریک استحقاق کی بات کر رہا ہوں لیکن بات ہی نہیں سنی جا رہی۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب! اس معاملے کو دیکھیں اور اتنی دیر میں ہم بجٹ پر بحث شروع کراتے ہیں۔ محترمہ سیمل کامران صاحبہ بحث کا آغاز کریں گی۔

محترمہ سیمل کامران: شکریہ۔ جناب سپیکر! آج میں روایت کے طور پر جس طرح سے وزیر خزانہ کو سب مبارکباد پیش کرتے ہیں میں سمجھتی ہوں کہ مبارکباد کے اصل مستحق میرے بھائی تنویر اشرف کائرہ صاحب ہیں جنہیں ایک ناکردہ گناہ سے نجات مل گئی ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے آپ کو بہت آزاد محسوس کر رہے ہوں گے کہ وہ اس مسلسل جبر کا حصہ نہیں رہے تو ان کی آزادی اور رہائی پر میں سب سے پہلے انہیں مبارکباد پیش کرنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر! میں آج اپنی بجٹ تقریر کا آغاز کرنے سے پہلے آپ سے صرف ایک humble سی submission کرنا چاہوں گی کہ میں نے یہ روایت اس معزز ایوان میں پہلے نہیں دیکھی کہ معزز ممبران جو تجاویز دیتے ہیں یا وہ اپنے گلے شکوے بیان کرتے ہیں، ان کا جواب وزیر اعلیٰ صاحب یا وزیر خزانہ سے expect کرتے ہیں لیکن یہاں گزشتہ تین چار دن سے جو سلسلہ چلا آ رہا ہے کہ ایک معزز ممبر اگر تقریر کرتا ہے تو حکومتی بنچز سے اس کا نام لے لے کر اس کا جواب آنا شروع ہو جاتا ہے۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ میں جو باتیں کروں گی مجھے ان کا جواب وزیر اعلیٰ پنجاب دیں اور اگر وہ نہیں دے سکتے تو وزیر خزانہ جواب دیں، مجھے کسی اور معزز ممبر کی طرف سے جواب نہیں چاہئے۔

جناب سپیکر! میں آج اپنی تقریر کا آغاز پنجاب حکومت کی پہلی بجٹ تقریر میں درج فرمودات سے کرنا چاہوں گی کہ:

ظلم کی بات ہی کیا، ظلم کی اوقات ہی کیا
ظلم بس ظلم ہے آغاز سے انجام تک

جناب سپیکر! یقیناً اس چوتھے بجٹ کے بعد عوام کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ظلم ظلم ہی ہوتا ہے آغاز سے لے کر انجام تک، سوائے ظلم کے کچھ بھی نہیں ہے اور یہ ظلم اتنا بڑھ چکا ہے کہ جب بڑھ جاتا ہے تو مٹنے کی باری آ جاتی ہے اور انشاء اللہ عنقریب اس صوبے کے عوام کو نجات ملنے والی ہے۔ آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی سیاست کی student ہونے کی وجہ سے جانتی ہوں اور سنتی آئی ہوں کہ بجٹ تقریر ایک financial document ہوتا ہے جس میں حکمران جماعت اگر اس کا کوئی vision اور پالیسیاں ہوں تو اس کے مطابق expenditures اور receipts کو design کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! یہ بجٹ تقریر ملاحظہ فرما کر مجھے یہ لگا کہ یہ بجٹ تقریر نہیں ہے بلکہ کسی سیمینار میں پڑھی جانے والی تشہیری تقریر ضرور ہے جسے میرے بھائی کامران مائیکل نے بہت خوب صورت طریقے سے پڑھ ڈالا۔ بجٹ تقریر میں مجھے کہیں financial vision نظر نہیں آیا۔ آپ بھی، میں بھی، اس معزز ایوان اور اس صوبہ کے عوام بھی اپنے وزیر اعلیٰ صاحب کا نام بہت اچھی طرح سے جانتے ہیں مگر تیس صفحات کی تقریر میں بتیس دفعہ میاں محمد شہباز شریف کا اسم گرامی آیا ہے جبکہ میاں محمد نواز شریف صاحب کا نام اس کے علاوہ ہے۔ آپ پچھلی حکومتوں کے بارے میں کہتے رہے اور الزامات لگاتے رہے کہ انہوں نے اپنی تشہیر پر اتنا پیسا خرچ کیا تو آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ کو اگر اتنا شوق ہے تو میری تجویز ہے کہ پنجاب کا نام تبدیل کر دیں اور تھوڑے دن ہی رہ گئے ہیں تو پنجاب کا نام شریفستان

رکھ دیں اور باقی اس کے اضلاع کے نام بھی شریف فیملی کے بچوں کے نام پر رکھ دیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا لیکن میں انہیں یہ تسلی دلانا چاہتی ہوں کہ انہوں نے صوبہ پنجاب کے عوام کے ساتھ جو کیا ہے اس پر لوگ ان کا نام مرتے دم تک نہیں بھولیں گے۔

جناب سپیکر! اسی حکومت نے 09-2008 کے بجٹ میں جس کی کاپی میرے ہاتھ میں ہے جس کے صفحہ نمبر 18 اور پیرا نمبر 40 میں فرمایا تھا کہ ہم مرکزی حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ خدمات یعنی سروسز پر سیلز ٹیکس صوبے کو منتقل کر دیں۔ آج کی بجٹ تقریر میں انہوں نے یہ own کر لیا ہے کہ یہ ہو گیا ہے۔ آپ تین سال پہلے مطالبہ کرتے تھے اور آج جب یہ ہو گیا ہے تو آپ اس سے معذوری کا اظہار کر رہے ہیں کہ ہم اس قابل نہیں ہیں کہ اس کی collection کر سکیں جو کہ نااہلی کا کھلم کھلا اعتراف ہے۔ اسی طرح ان کے 10-2009 کے بجٹ کے پیرا نمبر 41 اور صفحہ نمبر 16 کو میں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہوں گی کہ انہوں نے بڑی خوشی کے ساتھ اعلان کیا تھا کہ حکومت پنجاب عالمی شہرت کی حامل نو بڑی کمپنیوں کے ساتھ ایک ہزار نئی بسیں چلانے کے معاہدے پر دستخط کر چکی ہے۔ چین کی ایک کمپنی نے دو سال کے عرصے میں 200 سی این جی بسیں چلانے میں اظہار دلچسپی ظاہر کی تھی۔ یا تو میری آنکھیں خراب ہیں کیونکہ مجھے تو کسی سڑک پر نہ تو کوئی عالمی شہرت یافتہ بس نظر آئی ہے اور نہ مجھے کوئی چین کی کمپنی کی 200 بسیں نظر آئیں۔ مجھے بتائیں کہ یہ ہوا میں معلق ہیں یا کہاں گئیں؟ یہاں پر ٹرانسپورٹ کے مسائل سنگین نوعیت اختیار کرتے جا رہے ہیں، خدارا ہوش کے ناخن لیں۔ جو ترجیحات آپ تین سال سے بیان کرتے آ رہے ہیں وہ اس بجٹ میں آپ بالکل گول کر گئے ہیں۔ ان کا کہیں ذکر اور فکر ہی نہیں ہے کہ ہم نے جو بڑھکیں ماری تھیں وہ کہاں گئیں، کسی کو نہیں پتا؟

جناب سپیکر! گزشتہ بجٹ میں بھی اور اس سے پہلے بھی ہم چیخ چیخ کر یہ دہائیاں دیتے رہے ہیں کہ خدا کے واسطے یہ روٹیاں لگانی اور یہ تنور لگانے کا سلسلہ بند کر دو، یہ فوڈ سٹیمپ سکیم جیسی غلط سیاستیں مت کریں لیکن خادم اعلیٰ نے ڈائس پر ہاتھ مار کر فرمایا تھا کہ میرے ہوتے ہوئے یہ سکیمیں کوئی بند نہیں کر سکتا۔ پھر انہوں نے یہ فرمایا کہ میری حکومت کے یہ flagship پروگرام ہیں لیکن آج نہ flag رہا اور نہ ship رہی تو کیا اسے good governance کہیں گے؟ میں ایک دفعہ پھر آپ کے توسط سے تخت لاہور والوں کو یہ warn کرنا چاہتی ہوں کہ آشیانہ پراجیکٹ اور yellow cab سکیم کا بھی عنقریب یہی حشر ہونے والا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ خادم اعلیٰ نے اپنے بھائی کے تجربات سے کوئی استفادہ نہیں کیا۔ اچھی قومیں اور اچھے لوگ بزرگوں کے تجربات سے سبق سیکھتے ہیں لیکن ہم کس طرح کے اچھے لوگ ہیں کہ

ماضی کی غلطیاں دہرائے جاتے ہیں۔اسی yellow cab سکیم نے پنجاب بلکہ پاکستان کے بنکوں کو جس طرح پیلیا کی بیماری میں مبتلا کیا وہ ساری قوم کے سامنے ہے۔ اسحاق خان صاحب نے جب میاں نواز شریف صاحب کے خلاف۔۔۔

ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: جناب سپیکر! یہ ذاتیات پر بات کر رہی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! آپ تشریف رکھیں، آپ کو اجازت نہیں ہے۔آپ کی بڑی مہربانی، ان کو بات کرنے دیں۔جب آپ کا وقت آئے گا تو آپ ضرور بات کریں۔جی، محترمہ!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں اپنی بہن کو یہ یاد کرانا چاہتی ہوں، میں یہ نہیں کہنا چاہتی تھی لیکن اب میں کہوں گی کہ اسحاق خان صاحب نے جب میاں نواز شریف کے خلاف چارج شیٹ بنائی تھی تو اس میں یہ categorically لکھا تھا کہ یہ پیلی ٹیکسی سکیم نے ملک کے بنکوں کو پیلیا کی بیماری میں مبتلا کر دیا ہے۔یہ میں نے نہیں کہا یہ اسحاق خان نے کہا ہے، جاؤ جا کر اس کو پکڑو۔اس طرح کی سکیم جو پہلے ہی آپ کے ملک کو کھوکھلا کر چکی ہو آپ اس سے دوبارہ خیر کی توقع نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر! میں آپ کو آشیانہ سکیم کا حال سنانا چاہتی ہوں۔یہ بہت اچھا کام ہے، آپ بہت اچھا کر رہے ہیں لیکن صوبہ پنجاب کی عوام بھیڑ بکریاں نہیں ہیں کہ آپ ان کو شہری حدود سے باہر نکال دیں۔یہ وہی لوگ ہیں جن کے ووٹوں سے منتخب ہو کر آج آپ تخت لاہور کے وارثان بنے ہوئے ہیں۔ آپ ان لوگوں کو کیا سمجھتے ہیں؟ لاہور کا آشیانہ بنایا گیا اور میں نے یہ اخبار کا اشتہار دیکھا جو آدھے صفحے کا ہے جس میں لکھا ہوا ہے کہ "آشیانہ اب سرگودھا میں بھی" میں اس کو چیلنج کرتی ہوں کیونکہ یہ سکیم لاہور میں بیٹھ کر بنی ہے۔جنہوں نے یہ سکیمیں بنائی ہیں انہیں تو سرگودھا کی سڑکوں کے ناموں کا ہی نہیں پتا تو ان کو کیا پتا ہوگا کہ وہاں پر زمین کس حال میں ہے؟ یہ زمین سیم زدہ ہے اور یہ رہائش کے قابل نہیں ہے جہاں پر آشیانے بن رہے ہیں۔آپ (ن) لیگ کے کسی ایم این اے، کسی ایم پی اے کو وہاں پر چار کنال کا مفت پلاٹ دے دیں میں چیلنج کرتی ہوں کہ یہ وہاں پر رہنا پسند نہیں کریں گے۔انہوں نے صوبہ پنجاب کی عوام کو کیا سمجھا ہے؟ زمینی حقائق کے مطابق پراجیکٹ لائے جاتے ہیں۔میں پورے وثوق سے بات کر رہی ہوں کہ وہاں پر زمین کی قیمت 15 سے 20 ہزار روپے فی مرلہ ہے جس کے لئے 11 لاکھ 90 ہزار روپے مانگے جا رہے ہیں۔اسی آشیانہ سکیم جس کی غلط سڑکیں اخباروں میں دی گئی ہیں، جس کے غلط نقشے اخباروں میں دیئے گئے ہیں اور جن کو سڑکوں کے ناموں کا نہیں پتا ان کو سکیموں کے بارے میں کیا پتا ہوگا؟ یہاں پر چار پانچ لاکھ روپے میں جو اس کے قریب علاقے ہیں وہاں پر لوگ اپنا گھر بنا لیتے ہیں۔

یہ لوگوں سے کس capacity میں بارہ بارہ لاکھ روپے مانگ رہے ہیں؟ پھر اس پر سیاست علیحدہ سے چمکائی جا رہی ہے۔ جب چار پانچ لاکھ روپے میں کسی غریب کا گھر بن جاتا ہے تو وہ کون سا ذی شعور انسان ہے، وہ کیسے حکمران ہیں جو اپنی عوام، اپنے ووٹروں اور اپنے سپورٹروں کو ان سیم نالوں میں پھینکنے کی جسارت کریں؟ پھر بھی کہتے ہیں کہ صوبے میں good governance ہے۔ میں جو بات بھی کر رہی ہوں بڑے وثوق سے کر رہی ہوں اور یہ میرا چیلنج ہے کہ کوئی بھی جا کر اس کو investigate کر سکتا ہے۔ اسی سرگودھا میں، میرے سرگودھا ڈویژن کے بھائی یا سرگودھا سے تعلق رکھنے والے ایم پی ایز اس بات کو مانیں گے کہ ماڈل ٹاؤن ہاؤسنگ سکیم آج سے پچیس سال پہلے شروع کی گئی تھی جس کی ڈویلپمنٹ روک دی گئی۔ وہاں پر آج بھی پلاٹ کھیتوں کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ سرگودھا کی بات چھوڑیں، میں لاہور کی بات کرتی ہوں، میں جاتی عمرہ کی بات کرتی ہوں، میں رائیونڈ کی بات کرتی ہوں اور میں ایل ڈی اے ایونیو۔I کی بات کرتی ہوں۔ دس سال سے سرکاری ملازمین در بدر ہو رہے ہیں، اس حکومت نے آکر good governance میں فنڈز بند کر دیئے ہیں۔ بہت سے ملازمین اپنے گھر کی حسرت لئے اس جہان فانی سے کُوچ کر چکے ہیں اور جو باقی بچے ہیں وہ اس انتظار میں ہیں کہ کبھی نہ کبھی تو اپنا گھر ملے گا۔ یہ illogical schemes یہ کرپشن کے گڑھ کو بند کر کے دس سے پچیس سال پرانی سکیموں کو مکمل کر کے خدا کے واسطے ان لوگوں پر رحم کریں۔ یہ لوگوں کی جمع پونجی ہے اور اُن کی ساری عمر کی کمائی ہے اس کو اس طرح سے لوٹ کھسوٹ کر اپنے پیٹوں میں نہ بھریں۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر ایک بات واضح کرنا چاہتی ہوں کہ وہی منصوبہ کامیاب ہوتا ہے جس کو عوام own کریں اور وہی sustainable projects ہوتے ہیں جن کو عوام کی پذیرائی ملے۔ ان کے پیٹ میں پھر درد ہو گا لیکن میں یہاں کہنا چاہتی ہوں اور بڑے فخر کے ساتھ کہنا چاہتی ہوں کہ پچھلا دور جس کی یہ برائیاں کرتے ہوئے نہیں تھکتے اس میں جو projects دیئے گئے تھے لوگ آج بھی ان کو یاد کرتے ہیں۔ یہ 1122 کا کوئی ثانی لے کر آئیں، چائلڈ پروٹیکشن بیورو کا کوئی alternate لے کر آئیں، ہائی وے پٹرولنگ کا کوئی alternate لے کر آئیں، پبلک پراسیکیوشن کا کوئی alternate لے کر آئیں۔ یہ کچھ نہیں ہیں، یہ خالی ہاتھ ہیں۔

جناب سپیکر! دوسری سکیم انہوں نے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو ہنر مند بنانے کی دی ہے۔ اس میں 20 ہزار روپے دینے ہیں۔ آپ اس کو اگر ڈالروں میں convert کریں تو یہ 230 ڈالر بنتے ہیں۔ مجھے بتا دیں، آپ چھوڑیں مجھے وزیر اعلیٰ پنجاب جو ماشاء اللہ اتنے بڑے کاروباری ہیں وہ بتا دیں۔ میرے

خیال میں تو 20ہزار روپے میں کسی بے چارے لولے لنگڑے معذور انسان کی بیساکھیاں نہیں آتیں تو یہ ہنر مند تعلیم یافتہ کس طرح سے برسرِ روزگار ہوں گے، یہ کس طرح سے منافع بخش کاروبار کریں گے ؟

(اس مرحلہ پر قائد ایوان میاں محمد شہباز شریف ایوان میں تشریف لائے)

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب تشریف لے آئے ہیں۔ میں سب سے پہلے تو ان کو welcome کرتی ہوں اور ان سے یہ درخواست کرتی ہوں کہ آپ ہی مجھے بتا دیں، آپ ہی ان نوجوانوں کو بتا دیں کہ 20ہزار روپے میں یا 230ڈالر میں کون سا تعلیم یافتہ انسان کوئی منافع بخش کاروبار کر سکتا ہے ؟ براہِ مہربانی یہ کاروبار بھی تجویز کر دیں۔ میں یہ کہوں گی کہ :

"اے شاہ وقت میری غربت کا مذاق یوں نہ اڑا"

جناب سپیکر! ہمارے صوبہ کی یہ بد قسمتی رہی ہے کہ ہمارے حکمران فرطِ جذبات میں آکر بڑی بڑی بڑھکیں مارتے رہے ہیں۔ انہوں نے جو کاشتکاروں اور کسانوں کا حال کیا ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں رہا۔ میں چونکہ خود اسی کیمونٹی سے belong کرتی ہوں، میں تمام کاشتکاروں کی طرف سے، تمام کسان برادری کی طرف سے وزیر اعلیٰ کی خدمت میں ایک شعر پیش کرنا چاہتی ہوں کہ :

بے قدراں دی یاری توں فیض کسے نہ پایا
ککر تے انگور چڑھایا ہر گچھا زخمایا

آپ کو یاد ہو گا کہ فرطِ جذبات میں آکر یہ کہا گیا تھا کہ ہم 65لاکھ ٹن گندم۔۔۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! انہیں 7منٹ کا کہا گیا تھا اب 10منٹ ہو گئے ہیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب تشریف لے آئے ہیں ان سے کہیں کہ زیادہ خوشامد میں نہ جائیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ تشریف رکھیں، This is not good۔ آپ کو پتا ہی نہیں ہے۔ میں بیٹھا ہوں مجھے ٹائم کا پتا ہے، آپ کو نہیں پتا کہ ان کا کتنا ٹائم ہے ؟ آپ تشریف رکھیں۔ جی، محترمہ!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! کسی حکومت نے 65لاکھ ٹن گندم خریدنے کی بڑھک ماری تھی۔ اگرچہ وہ گندم ہماری اپنی ضرورت سے بہت زیادہ تھی لیکن کیا وہ گندم خریدی گئی ؟ آج بھی وہ گندم کھلے آسمان تلے بے یار و مددگار پڑی ہے۔ غلط فیصلوں کے نتیجوں میں موجودہ کسان کے ساتھ بہت زیادتی ہوئی ہے۔ اعلان کے مطابق گندم نہیں خریدی گئی ہے اس کا ذمہ دار کون ہے ؟ بڑھکیں مارنا بہت آسان

ہے لیکن اس کو practically کر کے دکھانا بہت مشکل ہے۔اگر میرے وزیراعلیٰ پرویزالٰہی نے اُس وقت یہ نعرہ لگایا تھا کہ ہم گندم کا دانہ دانہ خریدیں گے تو انہوں نے دانہ دانہ خریدا تھا انہوں نے محض بڑھکیں نہیں لگائی تھیں۔پھر کہتے ہیں کہ ہم سستے بازار کھولیں گے۔جو آپ کے موجودہ اتوار بازار ہیں، آپ کے رمضان بازار تھے، آپ کے بدھ بازار ہیں اور آپ کے منگل بازار ہیں۔ذرا براہِ کرم جا کر ان کا حال تو ملاحظہ فرمائیں۔آپ کے اس معزز ایوان میں ہم روز چیختے ہیں کہ خدا کے واسطے اس صوبہ کو کوآرڈینیٹر سے نجات دلاؤ، خدا کے واسطے اپنے کوآرڈینیٹر اپنے لئے رکھو اور یہ آپ کے ووٹ سپورٹر ہیں جو صوبہ کے عوام کا خون چوس رہے ہیں۔اتوار بازاروں کو یہ کھا گئے ہیں اور رمضان بازاروں کو یہ کھا گئے ہیں۔اس صوبہ کے عوام نے یہ قصور کیا کہ آپ کو منتخب کیا، آپ کو وزیراعلیٰ پنجاب بنایا، خدا کے واسطے ان کے حال پر رحم کریں۔میں چیلنج کر سکتی ہوں کہ آپ کسی اتوار بازار میں چلے جائیں، کسی رمضان بازار میں چلے جائیں اس صوبہ کے غریب لوگوں کو تو انہوں نے جانوروں سے بدتر سمجھ لیا ہے۔وہاں پر low quality سبزیاں ملتی ہیں، اوپر سے کوآرڈینیٹر کی غنڈہ گردی اس کے علاوہ ہے۔۔

محترمہ انجم صفدر: جناب سپیکر! آدھا گھنٹہ ہو گیا، ہم تین دن سے انتظار کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔مجھے پتا ہے جب آدھا گھنٹہ ہو گا، میں سمجھ جاؤں گا۔آپ تشریف رکھیں، آپ interruption نہ کریں اور ہاؤس کی کارروائی کو چلنے دیں۔جی، محترمہ صاحبہ!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میری humble submission ہے کہ جو میرا ٹائم ضائع ہو رہا ہے مہربانی مجھے وہ ٹائم دیا جائے۔میں سستے بازاروں کا ذکر کر رہی تھی۔ان کے بارے میں کہا گیا کہ کسان ان بازاروں میں خود جا کر اپنی products کو بیچ سکے گا۔کسان کھیتی باڑی کرے گا یا دکانداری کرے گا؟ وہاں جا کر کسان کیا کرے گا، کیا ریڑھی لگائے گا یا وہاں جا کر دکان لگائے گا؟ ہر بندے میں وزیراعلیٰ پنجاب کی طرح کی abilities نہیں ہیں۔مانا کہ یہ ہر فن مولا ہیں لیکن کسان دکانداری نہیں کر سکتا اور اسی طرح دکاندار کھیتی باڑی نہیں کر سکتا۔illogical منصوبے اس بات کا ثبوت ہیں، یہ اس بات کے شاہد ہیں کہ اس حکومت کے پاس کوئی vision ہے اور نہ کوئی مشن ہے۔میں اس ایوان میں بیٹھے ہوئے اپنے معزز زمیندار بھائیوں کو یہ request کرنا چاہتی ہوں کہ خدارا ہوش کے ناخن لیں، اپنے دل پر ہاتھ رکھیں اور اپنے خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ بتائیں کہ کیا آج بھی کسان کا استحصال نہیں ہو رہا ہے، کیا موجودہ فصل کے کاشتکار کے ساتھ انصاف ہوا ہے، کیا آج بھی ہمارا کسان اپنی گندم بیچنے کے لئے مارا مارا نہیں پھر رہا ہے؟

جناب والا! اس پر میں پھر یہی کہوں گی کہ:

یاد ماضی عذاب ہے یارب چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

جناب سپیکر! پھر مجھے بار بار پچھلا دور یاد آتا ہے۔ موجودہ حکمرانوں کی کس بات پر اعتبار کیا جائے، کوئی بات ایسی جو مجھے نظر آئے، اگر مجھے موقع ملا تو میں اپنے بھائی کامران مائیکل کو بتاؤں گی کہ وہ صرف تقریر پڑھنے پر خوش نہ ہوں کیونکہ انہوں نے اس تقریر کے علاوہ اس document کو پڑھنے کی زحمت نہیں کی اور minorities کے ساتھ جو ظلم کیا گیا ہے اس کا میں آگے جاکر ذکر بھی کروں گی انہیں زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف یہاں پر تشریف فرما ہیں، وہ اس بات کے گواہ ہیں اور وزیراعلیٰ صاحب بھی یہ بات جانتے ہیں۔ قائد حزب اختلاف چونکہ اس وقت آبپاشی کے منسٹر تھے اور یہ کہا گیا تھا کہ پنجاب حکومت اپنی بجلی خود پیدا کرے گی، ایسے منصوبے لگائے گی جن سے بجلی کی پیداوار میں اضافہ ہوگا تو میں پوچھتی ہوں کہ بجلی کے بل ادا کرنے کے لئے ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں اور ہمارا صوبہ defaulter ہو رہا ہے تو بجلی کہاں سے پیدا کریں گے؟ انہوں نے اس وقت بھی کہا تھا کہ زمینی حقائق کے مطابق یہ ممکن نہیں ہے۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ وزیراعلیٰ صاحب تشریف رکھتے ہیں اور یہ مجھے اس بات کا جواب دے دیں۔ (قطع کلامیاں)

معزز ممبران حزب اقتدار: جناب سپیکر! ان کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہ چمچہ گیری بند کروائیں۔

جناب سپیکر: میں نے ان کو بتانا ہے کہ آپ کا ٹائم ختم ہو گیا ہے، آپ مہربانی کرکے interruption نہ کریں، آپ لوگوں کی مہربانی ہوگی۔ جی، محترمہ!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں یہ سمجھتی ہوں کہ اس طرح کی حرکات کرکے آپ اپنے لیڈر کا قد اونچا نہیں کرتے ہیں، Your leader is sitting in front of you. جب آپ اس طرح کی حرکتیں کر رہے ہیں تو لیڈر کو پتا ہوتا ہے کہ کیا خوشامد ہے اور میری غیر موجودگی میں کیا ہوتا ہے؟

جناب سپیکر: آپ اپنی بات کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! خادم اعلیٰ یہاں پر موجود ہیں اور قائد حزب اختلاف بھی بیٹھے ہیں۔ یہ دونوں مجھے بتا دیں کہ کیا اس پنجاب میں پاور جنریشن کا ایک بھی منصوبہ چلایا گیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، آپ کو وہ سب کچھ بتائیں گے آپ اپنی بات مکمل کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اگر نہیں تو عوام کو چکمہ دینے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ جھوٹے نعرے، جھوٹی بڑھکیں لگانے کی کیا ضرورت ہے جو کام آپ نہیں کر سکتے ہیں۔ Privatization Board کے نام سے جو اس صوبہ میں لوٹ کھسوٹ مچائی گئی ہے وہ بھی کمال ہے۔ Privatization Board کی transparency پر بڑا سوالیہ نشان ہے۔ personal liking and disliking پر اس صوبہ کے قیمتی اثاثوں کو اونے پونے ریٹ پر بیچا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! اخبار "The News" میں ایک رپورٹ شائع ہوئی تھی اور اس میں یہ کہا گیا تھا کہ اس بورڈ نے آٹھ ہزار ایکڑ زمین auction کی جس میں چھ ہزار ایکڑ زمین پر stay order ہے۔ یہ کسی اپوزیشن کا الزام نہیں ہے، بلکہ سنگین بے ضابطگیوں کے نتیجہ میں عدلیہ نے یہ stay order جاری کئے ہیں جس پر مجھے بہت اعتماد ہے جو deterrence ہے وہ یہ ہے کہ گوجرانوالہ میں اوقاف کی زمین کو دوبارہ سے auction کرنے کی کوشش کی گئی تو اس پر بھی stay order آ گیا۔

جناب سپیکر! اچھی حکومتیں وسائل میں اضافہ کرتی ہیں نہ کہ مسائل میں اضافہ کرتی ہیں۔ آپ کتنے عرصے تک اثاثے بیچ بیچ کر پیٹ بھریں گے؟ میں نے پہلے بھی کہا تھا اور آج بھی یہ کہتی ہوں کہ visionless and directionless بجٹ ہوں گے تو یہی کچھ ہوگا۔ جب ہم کشکول توڑنے کی بات کرتے ہیں، پچھلے بجٹ میں جو international donations یعنی امداد تھی اس میں 58۔ارب روپے کے ongoing projects تھے اور ساڑھے بارہ ارب روپے کے نئے پراجیکٹ شروع ہونے تھے۔ یعنی جب ہم نے کہا کہ ہم کشکول توڑ دیں گے اور بیرونی امداد نہیں لیں گے تو پنجاب کے عوام کو 70۔ارب روپے کا ٹیکہ لگنا تھا اور صوبہ کے وسائل آپ کے سامنے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ wind up کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! اس صورت میں 70۔ارب روپے کا جھٹکا بہت بڑا جھٹکا ہوتا ہے۔ اس قسم کا جھٹکا وزیر اعلیٰ صاحب کو لگا ہے کیونکہ انہوں نے فوراً U-turn لیا اور اپنی statement کو disown کرنا شروع کر دیا، اس سے انہوں نے دائیں بائیں ہونا شروع کر دیا اور اس پر conditions

apply کر دیں کہ میں نے ان کے لئے نہیں کہا تھا بلکہ ان کے لئے کہا تھا۔ میں اس ایوان کو یہ کہنا چاہتی ہوں کہ کشکول توڑنے کی باتیں صرف ایک pay saving تھیں اس وقت کوئی international donors آپ کو donations دینے کو تیار نہیں ہیں کیونکہ آپ کی international credibility ٹھیک نہیں ہے۔ اگر خادم اعلیٰ بیرونی امداد سے اتنے allergic تھے تو اہلیان لاہور کو mass transit train کا چکمہ دینے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ جو mass transit train پراجیکٹ کا انحصار ہی Asian Development Bank and foreign investment پر تھا تو لاہوریوں کو کیوں چکمہ دیا؟

جناب سپیکر! ٹاسک فورس کے نام پر بھی بہت بدنامی ہوئی اور ہم نے بھی یہاں پر کھڑے ہو کر بہت چیخ و پکار کی کہ خدا کے واسطے پنجاب میں یہ تباہی بند کرو تو پھر ایک دن اخباری اعلان آیا کہ ٹاسک فورس ختم ہو گئیں۔ آپ پچھلا بجٹ بھی دیکھ لیجئے اور اس دفعہ بھی دیکھ لیں کہ کوئی ٹاسک فورس ختم نہیں ہوئی صرف اس کا نام بدلا گیا ہے اور اب نیا نام Monitoring Force ہے۔ پچھلے سال میں اس Monitoring Force کے پیٹ میں 18 کروڑ روپے ڈالے گئے تھے، اس دفعہ پھر 32 کروڑ روپے اس کے لئے رکھ دیئے گئے ہیں۔ جب محکمے موجود ہیں، منسٹر موجود ہیں اور پارلیمانی سیکرٹری موجود ہیں تو کیا ان میں ability نہیں ہے اور یہ لوگ اس کے اہل نہیں ہیں کہ یہ لوگ بغیر پیسے لئے Monitoring Force کے فرائض انجام دے سکیں؟ شاید وزیراعلیٰ صاحب یہ نہیں جانتے اور سمجھتے لیکن اس side پر بیٹھا ہوا کوئی ایک معزز ممبر ایسا نہیں ہے جس کو اس بارے میں کوئی بھی شکوک و شبہات ہوں۔ Treasury benches میں اب بھی ایسے ہونہار، دیانتدار، ایماندار اور قابل ممبران بیٹھے ہوئے ہیں جو مراعات لئے بغیر monitoring کے فرائض احسن طریقے سے سرانجام دے سکتے ہیں۔ خدارا ان کی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں اور اس صوبہ پر کروڑوں روپے کا یہ بوجھ نہ ڈالیں۔

جناب سپیکر! خواتین کو ہمیشہ سے ignore کیا گیا۔ میری جتنی بھی بہنیں اس ایوان میں بیٹھی ہیں میں ان سے گزارش کروں گی کہ ہمارا ان اسمبلیوں میں آنے کا مطلب گلیاں، نالیاں، نالے اور کھالے بنانا نہیں تھا۔ ہم جس کلاس کی نمائندگی کرتی ہیں آج تک ہم ان کے لئے کیا کر پائی ہیں؟ یہاں پر اتنے پیسے جو پارلیمانی امور وغیرہ کے لئے رکھے جاتے ہیں، کیا کمال legislation اس اسمبلی میں ہو گی؟ یہاں پر فنانس ڈیپارٹمنٹ والے بیٹھے ہوئے ہیں وہ تو پرائیویٹ ممبرز بل پر تیر اور چھریاں چلانے کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک بل اس ہاؤس میں بڑی محنت اور مشکل کے بعد آیا تو اس کو بھی

سرد خانے کی نذر کر دیا گیا۔ ہم خواتین کا یہ احترام کرتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے لئے یہ بات لمحہ فکریہ ہے کہ ہم جن خواتین کے نام پر اسمبلیوں کا حصہ بنی ہیں ہم ان کے لئے کچھ نہیں کر سکیں۔

جناب سپیکر! میرے قائد چودھری پرویز الٰہی کے دور میں خواتین کے لئے ایک وزارت قائم کی گئی تھی۔

(معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے "شیم شیم" کے نعرے)

ایک خاتون وزیر بھی تھی۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے نہ صرف وہ وزارت ختم کی بلکہ انہوں نے خاتون منسٹر کو بھی ہمنوا بنا لیا۔

جناب سپیکر: محترمہ! یہ مناسب بات نہیں ہے، آپ مہربانی کریں اور اس طرح نہ کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہ کمال ہے، میں سلام پیش کرتی ہوں اور میں categorically پوچھنا چاہتی ہوں کہ انہوں نے women development کے لئے جو فنڈز رکھے ہیں اس کی utilization کہاں ہو گی؟ مجھے categorically اس بات کا جواب چاہئے۔ ہر بجٹ میں targets کے بارے میں بتایا جاتا ہے اور اس دفعہ بھی میں ان کے ٹارگٹ دیکھ کر حیران رہ گئی ہوں کہ یہ اپنے Revenue and Receipts کے ٹارگٹ achieve نہیں کر سکے۔ Utilization صرف 43 فیصد ہے میں نے بڑے بڑے Talk Show اور میڈیا کے ذریعے سنا ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سیلاب آ گیا تھا۔ جب سیلاب آیا تو 29 فیصد cut آپ پہلے لگا چکے ہیں تو پھر 43 فیصد اس کا مطلب ہے کہ you are not capable and you are incompetent. یہ اس بات کا ثبوت ہے۔ اس کے بعد پھر کہتے ہیں کہ صوبہ میں good governance ہے۔ میں آپ سے پوچھتی ہوں کہ کیا یہ good governance یا bad governance ہے؟ اصل حقیقت یہ ہے کہ P&W کا منسٹر نہیں ہے، C&W کا منسٹر نہیں ہے، P&D کا منسٹر نہیں ہے، فنانس کا منسٹر نہیں ہے، ہیلتھ کا منسٹر نہیں ہے، ایجوکیشن کا منسٹر نہیں ہے اور یہ ایک لمبی لسٹ ہے جس کو میں پڑھنے لگی تو تھک جاؤں گی۔ یہ وہ ڈیپارٹمنٹ ہیں جہاں سے پراجیکٹ آتے ہیں اور allocations ہوتی ہیں۔ پھر میں وہی بات کروں گی تو پھر ان کے پیٹ میں درد ہو گا۔ اگر پچھلے دور میں utilization of funds 93 percent ہو سکتی تھی تو اب good governance ہے تو یہ 100 فیصد ہونی چاہئے۔ انہوں نے بھی ریکارڈ قائم کئے ہیں، no doubt about it. اور میں اس بات کو own کرتی ہوں جو ریکارڈ bad governance کے ہیں۔ آپ بجٹ دیکھ لیں اور اس کو پڑھ لیں، یہ بجٹ blocked allocation

سے بھرا پڑا ہے۔blocked allocation کیا ہوتی ہے؟صوبہ کے پیسے کو پار لگانے اور شاہانہ احکامات کو obey کرنے کا ایک سستا اور آسان طریقہ ہے۔ جب پراجیکٹ دیئے جاتے ہیں، فنڈز allocate کئے جاتے ہیں، own funds کو کہیں پرائیویٹ نہیں کیا جاتا یہ نام blocked allocation کا ہے جیسا کہ میں آپ سے درخواست کروں کہ میرے پاس اتنے پیسے ہیں اور آپ فرمائیں کہ اچھا رکھ لو پھر دیکھا جائے گا تو یہ وہ پیسا ہے جس کو ادھر اُدھر کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر! اس وقت جو ہمارا موجودہ سسٹم ہے اس میں کیا میں تعلیم کی بات کروں اور کیا میں ہیلتھ کی بات کروں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کے پاس صرف آدھا منٹ ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! آپ مجھے صرف پانچ منٹ دے دیں۔

جناب سپیکر: نہیں، پانچ منٹ نہیں ہیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں نے minority سے اظہار یکجہتی کے لئے اپنی ساری speech چھوڑ دی ہے اور میں صرف ایک بات point out کرنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: آدھا منٹ ہے، جو مرضی بات کر لیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! صوبہ میں اتنے کمال دکھائے گئے ہیں، Law & Parliamentary Affairs کے حوالے سے میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ اس پنجاب اسمبلی میں کیا کمال legislation ہوئی، کون سے Bills آئے ہیں کیونکہ Private Members Bill کو ویسے کچرے میں پھینک دیتے ہیں۔ جتنی interruption میری speech میں ہوئی ہے kindly آپ مجھے اُتنا ٹائم دیں۔

جناب سپیکر: کیا میں دوسروں کو ٹائم نہ دوں؟ بس آپ کی بات ختم ہو گئی ہے۔ آپ کی مہربانی۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میری ایک گزارش سُن لیں۔

جناب سپیکر: جی، ایک بات کر لیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! آپ مجھ سے میرا یہ right نہ لیں۔ میری speech میں جتنی interruption ہوئی ہے۔ kindly مجھے اتنا ٹائم دیں۔

جناب سپیکر: جی نہیں، میں نے کوئی interruption نہیں ہونے دی۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! General Administration Charges، "بچت اپناؤ سادگی کرو۔" یہ سب کس کے نام پر؟

جناب سپیکر: ان کا mike بند کر دیں۔ جی، علی حیدر نور خان نیازی صاحب!

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف): جناب سپیکر! میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی۔

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ۔ قائد حزب اختلاف تشریف رکھتے ہیں وہ میرے لئے انتہائی قابلِ احترام ہیں۔ میں آپ کی اجازت سے اس ایوان کے benefit کے لئے چند معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ قائد حزب اختلاف نے اپنی تقریر میں جس کو میں نے بہت غور سے سُنا، He is very honourable وہ میرے colleague بھی رہے ہیں اور آج بھی میں ان کا دِل سے احترام کرتا ہوں، اپنی تقریر میں راجہ ریاض احمد نے دانش سکولوں کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا اور یہ فرمایا کہ شہباز شریف غریبوں کے درمیان تفریق پیدا کر رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کو تنقید کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ آپ کے توسط سے میں اس ایوان کی خدمت اور راجہ صاحب کی خدمت میں چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر! دانش سکول سے پہلے اس ملک اور اس صوبہ کے اندر اگر کوئی تعلیمی نظام تھا جہاں پر اعلیٰ تعلیم، بہترین اُستاد، بہترین کھیل کود کے میدان، بہترین عمارات، جہاں پر باہر سے بھی لوگ آکر پڑھائیں، جہاں پر کمپیوٹرز ہوں وہ صرف اور صرف ایک طبقے کے لئے تھا جس کو اشرافیہ کہتے ہیں۔ اس میں نمبر ون ایچی سن کالج ہے جہاں پر افسروں کے بیٹے، ججوں کے بیٹے، امراء کے بیٹے، صنعت کاروں کے بیٹے، بڑے بڑے زمینداروں کے بیٹے پڑھتے ہیں مگر غریب یا یتیم بچے کے لئے ان سکولوں کے اُونچے اُونچے لوہے کے gates سے گزرنا بھی ممکن نہیں ہے تو وہ وہاں پر کیا تعلیم حاصل کر سکیں گے؟ (نعرہ ہائے تحسین)

63 سال یہ اس ملک کا وتیرہ رہا ہے، 63 سال اس نظام کا حصہ رہا ہے۔ آج پہلی مرتبہ پاکستان کی تاریخ میں اقبال کے افکار کو اور قائداعظم کے خواب میں رنگ بھرنے کے لئے اس ملک کے عام شہری کے لئے، ایک ایسے بچے اور بچی کے لئے، زین العابدین کے لئے جس کا والد اس دُنیا سے جا چکا ہو جس کی والدہ بھی

اس دُنیا سے جا چکی ہو، جس کے سر پر کوئی دستِ شفقت رکھنے والا نہ ہو اس کو ایک وقت کی روٹی نصیب نہ ہو اور وہ انتہائی ذہین اور فطین ہو، ایچی سن کالج کا دروازہ بند ہو، بیکن ہاؤس کا دروازہ بند ہو، NUST کا دروازہ بند ہو، گرائمر سکول کا دروازہ بند ہو اور آپ کے کینٹ کے آدھے سکولوں کے دروازے بند ہوں، فیصل آباد کے سکولوں کے دروازے بند ہوں، پنڈی کے سکولوں کے دروازے بند ہوں اگر ریگستانوں اور چٹیل میدانوں میں دانش سکول بنا دیئے جائیں، ان کے بچوں کے لئے جنہوں نے پاکستان کی مٹی میں اُتنا ہی خون دیا جتنا کہ دوسرے لوگوں نے دیا تو کیا یہ ظلم ہے؟ میں راجہ صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہوں گا، راجہ صاحب نے فرمایا کہ چیف منسٹر صاحب کو پتا ہونا چاہئے کہ پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں پڑھنے والے اپنی فیس خود ادا کرتے ہیں۔ پرائیویٹ میڈیکل کالجوں میں جو فیس ہے وہ 20 لاکھ روپے ہے۔ مجھے بتائیں کہ یہ 20 لاکھ روپے فیس اس ملک کے 18 کروڑ عوام میں سے کتنے ماں باپ کو یہ توفیق حاصل ہے، کتنے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت دی ہے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے 20 لاکھ روپے فیس ادا کر سکیں؟ مٹھی بھر لوگ ہوں گے۔ اس طرح ایچی سن کالج میں اور پاکستان کے اندر باقی جو پرائیویٹ سکول ہیں چاہے وہ کراچی میں ہوں، لاہور میں ہوں، کوئٹہ میں ہوں یا پشاور میں ہوں، کتنے ماں باپ اپنے بچوں کو ان اعلیٰ درس گاہوں میں تعلیم دلا سکتے ہیں جس پر ہر پاکستانی کا حق ہے، ایک یتیم کا بھی حق ہے، ایک بیوہ کا بھی حق ہے، ایک ہاری کا بھی حق ہے، ایک تانگے بان کا بھی حق ہے، ایک مزدور کا بھی حق ہے اور ایک بڑے زمیندار کا بھی حق ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میں راجہ صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ یہ ٹھیک ہے کہنے کو تو یہ بات بہت بھلی لگتی ہے کہ ان کے ماں باپ خود فیس ادا کرتے ہیں لہذا وہ جو چاہیں کریں میں اس بحث میں اس وقت نہیں جا رہا کہ وہ فیس کہاں سے آتی ہے، حلال ذرائع سے آتی ہے یا حرام ذرائع سے آتی ہے، لوٹ مار سے آتی ہے، قبضہ گروپ سے آتی ہے یا محنت کر کے آتی ہے، وہاں پر محنت کرنے والوں کے بچے بھی شامل ہیں کوئی شک نہیں جو رزقِ حلال کماتے ہیں چاہے وہ تاجر ہو، زمیندار ہو، ڈاکٹر ہو، انجینئر ہو، جج ہو، پولیس مین ہو، کوئی فوجی افسر ہو یا کوئی دکاندار ہو لیکن اس ملک کے اندر قبضہ گروپوں کی آج بھر مار ہے، اس ملک کے اندر صرف پنجاب بنک میں 75۔ارب روپے کا ڈاکا پڑا ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزبِ اقتدار کی طرف سے "شیم، شیم" کی آوازیں)

میں آپ کو کیا بتاؤں کہ اس ملک کے اندر کیا ہو رہا ہے۔ ویسے تو ماضی میں بھی یہ خرابی کا سلسلہ چلتا آ رہا تھا لیکن مشرف دور میں خاص طور پر یہ رواج پڑ گیا تھا کہ یہ جو قبضہ گروپ ہے وہ اپنی چھاتی پر کرپشن کا تمغہ

سجائے، جو لوٹ مار کرتا ہے، جو اس ملک کے اندر کرپشن کرتا ہے اشرافیہ کہلاتا ہے۔ میں راجہ صاحب کی خدمت میں بڑے ادب سے یہ عرض کروں گا اس کا مطلب یہ ہوا کہ بڑے سکولوں میں اعلیٰ تعلیم یافتہ بننے کے لئے لوٹ مار کا پیسا ہو یا کوئی اور پیسا ہو وہ ان کا حق ہے اور اس ملک کے اندر 95 فیصد غریب عام پاکستانی جو محنت کرتا ہے اس کا حق نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

وہ کہاں جائے، وہ کس کے گھر جا کر ڈاکا مارے، وہ کس کے گھر جا کر ہاتھ پھیلائے، وہ کس کے آگے جا کر سجدہ ریز ہو، کیا اس کا بچہ پاکستانی نہیں ہے، کیا اس کی بیٹی پاکستانی نہیں ہے، کیا اس کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ بھی اس ملک کے اندر اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ان ایوانوں میں آئے، دفاتر میں جائے، انجینئر بنے، سیاست دان بنے، ڈاکٹر بنے، اس کی بھی خواہش ہے، اس کی بھی حسرت ہے، آج ہم ان کی حسرتوں کو کچل دیں، پھولوں کی طرح مسل دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ قائد اور اقبال کے افکار کے خلاف بات ہے۔ میں راجہ صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج اگر ان دانش سکولوں میں ان بچوں کو جن کے ماں باپ کی تنخواہ صرف چھ ہزار روپے ہے یا اس سے کم ہے ان کو داخلہ ملتا ہے یا ان بچوں کو جو یتیم خانوں میں بیٹھے ہیں ان کے ماں باپ اس دنیا سے چلے گئے اور ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، ان کے سروں پر دستِ شفقت رکھنے والا نہیں ہے۔ دنیا کے اندھے تھپیڑے ہر جگہ ان کا استقبال کرتے ہیں، ایک وقت کی روٹی نہیں ہے، کپڑے میلے ہیں، نہانے کی کوئی جگہ نہیں اور اللہ کے آسرے پر ہیں۔ آج اگر دانش سکول ان بچوں کو اپنی آغوش میں لے لے، اس کا والد بن جائے، اس کی ماں بن جائے تو اس سے بڑی اور کیا بات ہو سکتی ہے؟ (نعرہ ہائے تحسین)

وہ بچے اگلی مرتبہ جب لاہور آئیں گے میں راجہ صاحب کو specially دعوت دوں گا اور اپنے ساتھی معزز ممبران کو بھی یہ دعوت دوں گا کہ وہ آئیں اور دیکھیں کہ صرف چھ مہینوں میں ان دانش سکولوں نے ان کی کایا پلٹ دی ہے۔ جن کو امراء کے سامنے، بڑے لوگوں کے سامنے، افسروں کے سامنے، تاجروں کے سامنے بات کرتے ہوئے پسینے آتے تھے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اور آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آج وہ فر فر اُردو، انگریزی میں باتیں کرتے ہیں اور بہترین تقریریں کرتے ہیں۔

جناب والا! میری گزارش یہ ہے، اتنی بات آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں اور قائد حزب اختلاف کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں کہ خدارا یہ پاکستان سب کا ہے۔ یہ مسلمان کا ہے، یہ عیسائی کا ہے، یہ ہندو کا ہے، یہ یتیم کا ہے، یہ بیوہ کا ہے، یہ تانگہ بان کا ہے، یہ صنعتکار کا ہے، یہ تاجر کا ہے،

یہ ڈاکٹر کا ہے، انجینئر کا ہے یہ پاکستان سب کا ہے۔ میرا بس چلے تو میں ایک دانش سکول نہیں ہزاروں دانش سکول پاکستان میں بناؤں اور تمام وسائل اس پر لگا دوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اس ایوان میں غریب کی بات کی گئی، عام آدمی کے لئے بات کی گئی، آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کے بارے میں بات کی گئی، میں اپنی خود نمائی میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا اس ایوان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کوئی پالیسی جو حکومت پنجاب نے پچھلے تین سالوں میں بنائی، چاہے وہ ٹریکٹر پالیسی تھی یا کوئی اور پالیسی تھی۔۔۔

محترمہ خدیجہ عمر: سستی روٹی کی بات کریں۔

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف): جی، آپ نے بالکل ٹھیک کہا، میں سستی روٹی پر بھی اپنی گزارش کرتا ہوں۔ چاہے ٹریکٹر پالیسی ہو، انسانی حد تک غلطی ہو سکتی ہے لیکن میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ گرین ٹریکٹر سکیم پر پچھلے دو سال میں 2۔ ارب روپے کی جو subsidy دی گئی، اگر اس computerized balloting جس سے کاشتکاروں کو، ½12 ایکڑ زمین کے مالک کو سستا ٹریکٹر ملا، subsidized ٹریکٹر ملا چاہے اس کا تعلق پیپلز پارٹی سے تھا، چاہے اس کا تعلق جماعت اسلامی سے تھا، چاہے مسلم لیگ (ن) سے تھا یا مسلم لیگ (ق) سے تھا، اگر اس balloting میں دانستہ کوئی خیانت ہوئی ہو تو میں اسی وقت اس ایوان سے مستعفی ہو کر گھر چلا جاؤں گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہاں پر بات ہوتی ہے کرپشن کی، یہاں پر بات ہوتی ہے غریب آدمی کی، ہم کس کو بے وقوف بنا رہے ہیں؟ میں یہاں پر کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہتا جس سے میرے یہاں پر بیٹھے ہوئے معزز ممبران جن کا تعلق پچھلی حکومت سے تھا وہ ناراض ہو جائیں اور غصے میں آ جائیں اس لئے میں ایسی بات نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن حقائق سے کوئی منہ نہیں موڑ سکتا۔ میں آپ کو ایک مثال بتاتا ہوں۔

جناب سپیکر! آپ ضلع قصور کے رہنے والے ہیں، میں نے کہیں غلط تو نہیں کہا؟

جناب سپیکر: نہیں۔

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف): آپ حالیہ دنوں میں لاہور سے قصور تشریف لے گئے ہوں گے، میں راجہ صاحب کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں اور میں اپنے معزز ایوان کی خدمت میں یہ عرض کر رہا ہوں جہاں پر میری اپنی پارٹی کے معزز ممبران بیٹھے ہیں اور انتہائی قابل احترام اپوزیشن کے ممبران بیٹھے ہیں، یہ منصوبہ 2006 میں معرض وجود میں آیا اس وقت اس کی لاگت کا تخمینہ 5۔ ارب

روپے تھا اور یہ میں نہیں کہہ رہا، اس ایوان کو گواہ بنا کر کہہ رہا ہوں، آپ پوچھ سکتے ہیں۔ جب میں ستمبر 2008 کو وہاں پر پہنچا تو خدا گواہ ہے کہ وہ کھنڈرات تھے، کرپشن کا ایک قبرستان تھا جس کو آج تین سالوں میں ہم نے عوامی خدمت کا مینار بنا دیا ہے۔ ٹھیکیدار پیسے لے کر بھاگ گیا تھا۔۔۔(نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ خدیجہ عمر: جناب والا! یہ غلط بات ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ interruption مت کریں۔ آپ کی مہربانی۔ چودھری صاحب! آپ ان کی بات کا نوٹس لیں۔ (قطع کلامیاں)

محترمہ خدیجہ عمر: جناب والا! یہ غلط بات ہو رہی ہے۔

سنیئر مشیر برائے وزیر اعلیٰ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): جناب والا! اگر قائد ایوان کی تقریر میں interruption کی گئی تو پھر اُدھر سے بھی کوئی نہیں بول سکے گا۔

جناب سپیکر: کوئی نہیں کرے گا، آپ فکر نہ کریں۔ محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب والا! غلط بات کی گئی ہے۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! یہ غلط بات ہے۔

جناب سپیکر: آپ یہ بات بعد میں کر لینا۔

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف): جناب سپیکر! اگر یہ House چاہے تو جو حقائق میں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں قائد حزب اختلاف راجہ ریاض صاحب، مسلم لیگ (ق) کے چودھری ظہیر الدین صاحب، سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب، ایک اور وزیر بھی ہم دے دیں گے جو اس منصوبہ کی تحقیقات کر کے رپورٹ آپ کے سامنے پیش کر دیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

آپ اس کی اجازت فرما دیں اور یہ کمیٹی constitute فرما دیں کیونکہ یہاں پر دشنام طرازی ہوتی ہے جو کہ بڑی غلط بات ہے، یہاں پر الزام تراشی ہوتی ہے جو کہ بڑی غلط بات ہے لیکن اس House کا یہ استحقاق ہے، اس House کا prerogative ہے، اس House کا right ہے، حقائق جاننا اس کا حق ہے۔ میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ آپ اس منصوبہ کے لئے ایک کمیٹی تجویز فرما دیں آپ کسی اور معزز ممبر کو بھی اس کمیٹی میں ڈالنا چاہیں تو مجھے منظور ہے لیکن حقائق جو میں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں وہ آپ کمیٹی کے سامنے رکھیں۔ کمیٹی رپورٹ آپ کو پیش کرے آپ اسے House میں پیش کر دیں۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جو کمیٹی انہوں نے تجویز کی ہے میں اس سے اتفاق کرتا ہوں۔ اگر آپ اس میں کوئی اور منسٹر add کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی کر دیں۔

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف): بڑی مہربانی۔ میں اس منصوبہ کے بارے میں دو تین اور چیزیں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ اس منصوبے کو جب میں نے جولائی 2008 میں دیکھا تو یہ تباہی کا مقام تھا، عبرت کا نشان بن چکا تھا اور ٹھیکیدار پیسے لے کر دبئی بھاگ گئے تھے۔ ان کا وہاں پر بھی بیڑہ غرق ہو گیا کیونکہ وہ اس ملک کی حلال اور پسینے کی کمائی کو وہاں پر لے گئے جس سے ان کا وہاں پر بیڑہ غرق ہو گیا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! right of way نہیں تھا، right of way clear آپ اچھی طرح سمجھتے ہیں میں گستاخی کر رہا ہوں یہ بات اپنے سمجھانے کے لئے ہے، right of way وہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی منصوبہ سڑک کے لئے بن رہا ہے اس میں درخت ہیں، ٹیلی فون لائنیں ہیں، poles ہیں یا کوئی اور رکاوٹ ہے تو اس کو دور کئے بغیر وہ منصوبہ award نہیں ہو سکتا۔ right of way clear کئے بغیر وہ contract award کیا گیا اور تین contractors کو award کیا گیا۔ وہ down payment لے کر رفو چکر ہو گئے اور مشرف اپنی میٹھی نیند سو رہا تھا اور یہاں پر پنجاب حکومت نیرو کی طرح بانسری بجا رہی تھی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اس منصوبہ پر میں خود چار پانچ مرتبہ گیا یعنی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ چیف انجینئر سے لے کر S.E اور XEN کو suspend کیا، کچھ لوگوں کو گرفتار کیا اور ٹھیکیدار ایسے تھے کہ میں آپ کو کیا بتاؤں وہ اس طرح تھے کہ جیسے پاکستان کے مالک وہ ہیں۔ وہ کسی سے ڈرتے نہیں تھے، ان کو لگام دینے کی بھرپور کوشش کی گئی۔ بالآخر یہ ایک لمبی کہانی ہے رات گزر جائے گی مگر یہ کرپشن کی کہانی ختم نہیں ہو گی، اس ملک کے اندر چیرہ دستیوں اور زیادتیوں کی کہانی ختم نہیں ہو گی۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس کمیٹی کو اختیار دیجئے گا کہ وہ دو ہفتوں میں یا ایک مہینہ میں آپ کو رپورٹ پیش کرے اور میں نے یہاں جو باتیں کی ہیں اگر اس میں ذرہ برابر بھی فرق آیا تو میں پوری ذمہ داری قبول کروں گا۔

جناب سپیکر! میں اسی طرح آشیانہ سکیم کی بات کرنا چاہتا ہوں، آشیانہ وہ سکیم ہے جس کے لئے میں نے اس ایوان میں محترم ممبران کی غریبوں کی ہمدردی کے لئے باتیں سنیں، یہ ان کا حق ہے اور ان کو کرنی بھی چاہیئں اور انہوں نے صدق دل سے کی ہوں گی میں بالکل ان سے سو فیصد اتفاق کرتا ہوں لیکن میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ پچھلے دس سالوں میں غریبوں کے لئے عملی طور پر کیا گیا، عملی طور پر عام

آدمی کے لئے اس ملک میں کیا گیا؟ یہ ایک ایسی دردناک کہانی ہے کہ اگر اس کو اس ایوان کے سامنے لایا جائے تو یہ سارا ایوان اشک بار ہو گا، یہ سارا ایوان ماتم کرے گا کہ اس ملک کے ساتھ کتنی زیادتی ہوئی ہے۔ میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پنجاب بنک میں 75۔ارب روپے کا ڈاکا پڑا اور یہ 75۔ارب روپے کی figures میری نہیں، یہ figures اس معزز ایوان کے ممبران کی نہیں، یہ آپ کی نہیں، یہ راجہ ریاض صاحب کی نہیں بلکہ یہ اس کمیٹی کی figures ہیں جسے سپریم کورٹ نے appoint کیا تھا جس نے پوری تحقیق کر کے سپریم کورٹ کو رپورٹ دی ہے کہ پنجاب بنک میں 40۔ارب روپے نہیں بلکہ 75۔ارب روپے کی embezzlement ہوئی ہے۔ میں 40۔ارب روپے اس لئے کہتے ڈرتا تھا کہ کہیں بنک نہ بیٹھ جائے جب اس کمیٹی نے جسے سپریم کورٹ نے appoint کیا یہ کہہ دیا کہ 75 بلین روپے کی خُورد بُرد ہوئی ہے اور وہاں پر بدترین بددیانتی ہوئی ہے، وہاں پر اس غریب قوم کے جو کھاتہ دار تھے کسی یتیم کا، کسی ہاری کا، کسی تانگہ بان کا وہاں جو پیسا deposit ہوا تھا وہ لوٹا گیا ہے اس ملک میں اس سے بڑی کوئی سفاکانہ حرکت اور ہو سکتی ہے؟ پھر کرپشن کے تمغے سجا کر آگے بڑھنا اور اشرافیہ کہلانا اس قوم کے ساتھ اس سے بدترین کوئی اور مذاق ہو نہیں سکتا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں نے اس House کی بڑی سمع خراشی کی ہے میں آپ کا انتہائی مشکور ہوں اور میں آخری بات کر کے اپنی بات ختم کروں گا کہ آشیانہ وہ منصوبہ ہے جس کے لئے پہلے ہم قصور کے پاس سوئے آصل گئے۔ میں بالکل یہ تسلیم کرتا ہوں کہ اخباروں میں باقاعدہ سوئے آصل کے اشتہارات آئے، اس کی adds آئیں، پبلسٹی ہوئی اور میں نے وہاں پر سنگ بنیاد بھی رکھا یہ بالکل درست بات ہے حتیٰ کہ approach road کے لئے بھی آرڈر دے دیا گیا لیکن شومئی قسمت اس کے بعد یہ پتا چلا کہ وہاں صرف ڈیڑھ فٹ پر پانی ہے اس لئے وہاں پر یہ منصوبہ بنانا اس صوبہ کی عوام کے ساتھ زیادتی ہو گی۔ ہم نے فی الفور اپنی غلطی کو تسلیم کیا اور اس کے بعد ہم نے نئی جگہ تلاش کی۔ اللہ تعالیٰ کا بے پایاں فضل و کرم ہے کہ ہمیں لاہور کے قریب ایک اور سرکاری قطعہ اراضی مل گیا ماضی کے حکمرانوں نے وہ زمین پچاس سالوں کے لئے لیز پر دے رکھی تھی اور وہاں پر اس قوم کی ترقی اور خوشحالی کے لئے ایک دھیلے کا کام بھی نہیں ہو رہا تھا۔ میں بڑی معافی چاہتا ہوں ممکن ہے شاید اس وقت کا انتظار ہو کہ جب نظریں غافل ہو جائیں تو پھر اسے اپنی ملکیت کا حصہ بنا لیا جائے لیکن ہم نے اسے خالی کرایا اور میں اپنے بعض سینئر ممبران کا بے حد شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری مدد کی اور آج میں آپ کو اس ایوان میں بڑے فخر کے ساتھ لیکن انتہائی عاجزی کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں اور راجہ صاحب

کی خدمت میں خاص طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی 63سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ عام آدمی کے لئے، بیوہ اور یتیم کے لئے، ایک استاد کے لئے، ایک برتن مانجھنے والی کے لئے، ایک ایسے آدمی کے لئے جو بڑی مشکل سے اپنے بچوں کا پیٹ پالتا ہے جن کو آج تک ایک چھت نصیب نہیں ہوئی۔خدا کا آسمان ان کے لئے چھت کا کام دیتا ہے اور اللہ کی زمین فرش کا کام دیتی ہے یہ آشیانہ ان کے لئے ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں یہاں پر یہ بھی بڑی عاجزی سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے پاکستان بھر میں امراء کے لئے بڑی بڑی شاندار کالونیوں کے نام سنے، کراچی میںDHA،لاہور میں دو دو، چار چار کنال کے گھر ہیں وہاں پر سوئمنگ پول، ریسٹ ہاؤسز،exerciseکے لئےluxury arrangements اور تمام چیزیں ہیں لیکن میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ۔۔۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! مہربانی کریں۔جی، وزیراعلیٰ صاحب!

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف): جناب سپیکر! میں اس ایوان کو گواہ بنا کر آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے زندگی دی، آپ کو بھی زندگی دی اور اس حوالہ سے موقع دیا تو میں آپ سے اور اس ایوان کے سامنے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ بنیادی سہولتوں کے حوالہ سے اگر آشیانہ پاکستان کی امیر ترین آبادیوں سے کم تر ہو تو میرا نام بدل دینا۔(نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! انہوں نے ایک لوٹے کو اس کا انچارج بنایا ہے وہ کل کو چھوڑ کر چلا جائے گا اس لئے اس میں اپوزیشن کو شامل کیا جائے۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ کی مہربانی۔No crass talk. راجہ صاحب! آپ خود اس کاnoticeلے لیں۔جی، وزیراعلیٰ صاحب!

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف): جناب سپیکر! یہ نہیں کیا کہ پنجاب بنک سے اربوں روپے کاloanتو ٹیکسٹائل کے لئے لیا لیکن وہ چلا کسی اور طرف گیا۔(شیم، شیم)

یہ نہیں کہ جعلیsignaturesکر کے 13۔ارب روپیہ حارث سٹیل کے حوالے کر دیا گیا، یہ نہیں کہ لاہور قصور روڈ اور چنیوٹ میں 5۔ارب کا منصوبہ ٹھیکے داروں کو دے کر ان کو بھگوا کر آپ خواب خرگوش ہیں۔میں راجہ صاحب کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس آشیانہ سکیم کی سو فیصد

belting لائیو ٹیلی ویژن چینلز نے کی اور اس کے بعد جو پیمانہ بنایا گیا تھا کہ اس خاندان کی انکم بیس ہزار روپے ہو گی ، اس کا کوئی گھر نہیں ہو گا ، کوئی پلاٹ نہیں ہو گا اور بے شمار شرائط ہیں۔ بیس ہزار applicants کی belting کی گئی اور اس کے مقابلے میں تین ہزار گھر بننے ہیں وہاں ایک چھوٹا شہر بن رہا ہے۔ کمپیوٹرائزڈ قرعہ اندازی میں بیس ہزار applicants کو ڈالا گیا اور اس میں سے تین ہزار نام نکلے، اس کے بعد اس کی 100 فیصد checking جاری ہے کہ آیا یہ حقدار ہے کہ نہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ اس نے جا کر منافع کمانا ہے اور جا کر بازار میں بیچ دینا ہے، واقعی وہ یتیم ہے، واقعی وہ استاد ہے، واقعی اس کے پاس کوئی گھر نہیں ہے۔ جب انشاء اللہ اگلے ماہ کے آخر میں پہلے پانچ سو گھروں کا افتتاح ہو گا اور ان کو چابیاں دی جائیں گی تو میں اس ایوان کو، آپ کو دعوت دوں گا اور راجہ ریاض صاحب کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر لے جاؤں گا اور انہیں بتاؤں گا کہ کس طریقے سے اس ملک کے اندر عام آدمی کی شنوائی کی جاتی ہے، کس طریقے سے غریب کے اوپر دست شفقت رکھا جاتا ہے۔ اگر بڑے آدمی کو اپنے رزق حلال میں محل بنانے کا حق ہے یا ایک لٹیرے کو قانون اپنے شکنجے میں نہ لے تو ہمارا اتنا فرض تو ہے کہ ایک بیوہ، یتیم، استاد کے سر پر دست شفقت رکھیں جس کا دنیا میں کوئی نہیں، اس کی کوئی چھت نہیں، اس کی کوئی زمین نہیں، اسے کوئی پوچھنے والا نہیں اور زندگی کے اندھے تھپیڑے اس کو اس طرف لے جاتے ہیں جہاں جہنم کی آگ ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! غیر ملکی امداد کے بارے میں بات کی جاتی ہے میں اس پر تفصیلی بات تو کسی اور وقت کروں گا، ابھی صرف یہ کہوں گا کہ:

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

(نعرہ ہائے تحسین)

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار نے "قدم بڑھاؤ شہباز شریف ہم تمھارے ساتھ ہیں" کے نعرے لگائے)

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! قائد حزب اختلاف بھی کھڑے ہیں میرا خیال ہے کہ پہلے ان کو بات کر لینے دیں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! انہوں نے مجھے اجازت دے دی ہے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ فرمائیں!

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! ہمیں اس بات کی بڑی خوشی ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب آج ہاؤس میں تشریف لائے اور انہوں نے اپنے ارشادات کا اظہار فرمایا۔ میں نہایت عزت اور ادب سے عرض کروں گا، یہی ایوان ہے جس میں ہم اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں اور ہم اپنی تصحیح بھی کر سکتے ہیں۔ ہم اپنی معروضات پیش کر سکتے ہیں اور اگر ان میں کوئی سچائی ہو تو وزیر اعلیٰ بھی اس کے اُوپر کھلے دل کے ساتھ سوچ سکتے ہیں۔ مجھے اس بات کی بڑی خوشی ہے کہ آج وزیر اعلیٰ صاحب نے چند ایک چیزوں کو unveil کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ چند projects ایسے ہیں کہ جن پر ایک سوالیہ نشان ہر طرف سے ہے۔ ان projects کے بارے میں میڈیا کی طرف سے سوالیہ نشان اور ہمارے ذہنوں میں بھی ابہام پایا جاتا ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اس ملک کے چیف ایگزیکٹو، وزیر اعلیٰ اور خادم اعلیٰ کو ایک pleasant صورتحال میں یہاں پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہم انہیں ناراض صورتحال میں نہیں دیکھنا چاہتے۔ آج وہ ہمیں تقریباً pleasant موڈ میں نظر آئے ہیں کیونکہ انہوں نے آج ارشاد فرمایا، کچھ باتیں کیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ آج خندہ پیشانی اور مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہماری باتیں بھی سنیں گے۔ قصور روڈ کے لئے انہوں نے جو کمیٹی بنائی ہے میں اس کو خوش آمدید کہتا ہوں۔

جناب سپیکر: تجویز انہوں نے دی اور کمیٹی میں نے بنائی ہے۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! آپ نے بجا فرمایا اور ہمیں پتا ہے کہ آپ یہاں ہاؤس میں well prepared ہو کر تشریف لاتے ہیں۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب کا اس صوبہ کے انتظام کو takeover کرنے اور آنے والی حکومت کے درمیان پندرہ ماہ کا عرصہ باقی رہ گیا ہے۔ اب جبکہ اس حکومت کا بقیہ عرصہ صرف پندرہ ماہ رہ گیا ہے تو وزیر اعلیٰ صاحب نے ہاؤس کی ایک کمیٹی بنانے کی تجویز دی ہے۔ یہ ہر حکومت کا فرض ہوتا ہے کہ جب وہ charge لے تو جہاں کہیں بھی اس کو کرپشن نظر آئے اسے فوری طور پر ختم کرنے کے لئے اقدامات اٹھائے جائیں اور اس کے لئے کسی وقت کا تعین نہ کیا جائے۔ ایسا نہ کیا جائے کہ پہلے دو، تین یا چار سال تک اسے دیکھا جائے اور پھر اس بارے میں کوئی action لیا جائے۔ اگر کوئی ٹھیکیدار بھاگ گیا تھا تو اس project پر کام کروانے والے انجینئرز تو موجود تھے۔ ان معاملات کو وزیر اعلیٰ سے زیادہ بہتر کون جانتا ہے کیونکہ ان کے قائد محترم اور بڑے

بھائی دو دفعہ چیف ایگزیکٹو رہ چکے ہیں اور میاں شہباز شریف صاحب خود بھی دوسری مرتبہ چیف ایگزیکٹو بنے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ disbursement authority of money منسٹر اور نہ ہی چیف منسٹر ہوتا ہے بلکہ انجینئر یا ٹھیکیدار ہوتے ہیں۔ان کی گردن کے اوپر چیف ایگزیکٹو سے زیادہ مضبوط ہاتھ کسی اور کا نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ پچھلے تین سال تک،اس کمیٹی کے بننے تک کیوں بچے رہے؟آج بننے والی کمیٹی یہ بھی sort out کرے کہ وہ تین سال تک کیسے بچے رہے؟

جناب سپیکر!وزیراعلیٰ صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب انہوں نے charge لیا تو کچھ منصوبے کھنڈرات کا نمونہ پیش کر رہے تھے۔انہی کے دور میں آج سے تین سال پہلے ملتان روڈ شروع ہوئی تھی لیکن ابھی تک وہ مکمل نہیں ہو سکی۔کل بھی اس کے حوالے سے ٹی وی پر ایک رپورٹ چل رہی تھی۔یہ 5۔ارب روپے کا منصوبہ ہے۔آپ آج جا کر دیکھ لیں یہ اب بھی کھنڈرات کا منظر پیش کر رہا ہے۔

جناب سپیکر:چودھری صاحب!یہ سڑک این ایچ اے والے بنا رہے ہیں اور اس کا حکومت پنجاب سے تعلق نہیں ہے۔

چودھری ظہیر الدین خان:جناب سپیکر!وہ پنجاب کے اندر بن رہی ہے،لاہور میں ہی بن رہی ہے اور حکومت پنجاب نے ہی این ایچ اے والوں کو یہ منصوبہ دیا ہوا ہے۔بہر حال آپ جو حکم صادر فرمائیں گے اسی پر عمل ہو گا۔آپ جہاں کہیں گے ہم وہیں پر رُک جائیں گے۔میری وزیراعلیٰ صاحب سے گزارش ہے کہ تھوڑا سا ہمارا اگلہ بھی سُن لیں۔

جناب سپیکر!جب ہم آشیانہ سکیم کی بات کرتے ہیں تو یہ نہیں کہتے کہ اسے نہ بنایا جائے بلکہ ہماری یہ گزارش ہے کہ گھر بنا کر دینے والا کام کچھ پرائیویٹ ہاؤس بلڈنگ کمپنیاں بھی کر رہی ہیں جن میں ایک کمپنی Eden Builders کی ہے۔آشیانہ سکیم سرگودھا کا کل تمام قومی اخبارات میں آدھے صفحے کا اشتہار آیا ہے جس میں تین مرلے کا گھر 12 لاکھ روپے میں دینے کا کہا گیا ہے۔یہ ہماری طرف سے ایک تجویز ہے،اس میں اگر ہماری سچائی نکل آئے تو اس سے منصوبے میں بہتری لائی جا سکے گی اور حکومت کی زیادہ بلے بلے ہو جائے گی،اگر ہماری بات صحیح نہیں ہو گی تو ہم sorry کر لیں گے۔لاہور کے اندر Eden والے ساڑھے تین مرلے کا پلاٹ تین لاکھ بچاسی ہزار روپے میں دے رہے ہیں۔اس پر low construction کی لاگت تقریباً چار لاکھ روپے آتی ہے اس طرح Eden والے تقریباً آٹھ لاکھ روپے میں ایک گھر مکمل کر رہے ہیں۔وہ کاروباری لوگ ہیں اور وہ اس میں سے پیسے بھی کماتے

ہیں۔ہماری عرض ہے، نہایت humble گزارش ہے کہ حکومت پنجاب یا ان کا ٹھیکیدار اس آشیانہ سکیم سے منافع نہ کمائے۔ جس قیمت پر Eden والے گھر دے رہے ہیں اسی قیمت پر حکومت پنجاب آشیانہ سکیم میں لوگوں کو مکان دے۔وزیر اعلیٰ صاحب اتنی قابلیت رکھتے ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ ان کی اس سکیم کے finances پر بھی نظر ہے۔بس ہماری آشیانہ سکیم کے بارے میں یہی گزارش ہے کہ اس کی قیمت کو کم کیا جائے۔اسی طرح Eden والے چار ہزار روپے ماہانہ قسط پر گھر دے رہے ہیں۔وہ ایک کمرشل organization ہے اور وہ اس میں سے منافع بھی کمائیں گے لہذا حکومت پنجاب اور وزیر اعلیٰ پنجاب کو بھی اس بارے میں سوچ بچار کرنی چاہئے۔

جناب سپیکر! اگر کوئی کام اچھی نیت سے شروع کیا جائے تو اس بارے میں اچھی نیت سے ہی بات کی جانی چاہئے۔ہم یہ کہتے ہیں کہ اپنے دور میں جو بھی وزیر اعلیٰ پنجاب ہوتا ہے وہ انتظامی امور چلانے کے ساتھ ساتھ تمام یتیموں اور غریبوں کے لئے ایک باپ کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔یہ نہیں ہونا چاہئے کہ وہ صرف چند یتیموں اور چند غریبوں کے لئے باپ کی حیثیت رکھتا ہو۔صوبہ پنجاب کے 65ہزار سکولوں کے اندر جو missing facilities ہیں ان کی جانب بھی دھیان دیں۔سکول میں پانی میسر نہ ہونے کی وجہ سے بچے پیاس سے بلکتے ہوئے واپس آتے ہیں۔بہت سے سکولوں میں چھت بھی میسر نہیں ہے تو ہماری یہ عرض ہے کہ ان سکولوں کی طرف بھی توجہ فرمائیں۔ہماری یہی گزارش ہے کہ آپ کی طائرانہ نظر ان سکولوں پر بھی پڑ جانی چاہئے۔آپ کی آشیانہ جیسی شفقت دوسروں کو بھی حاصل ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر! میں پنجاب بنک کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اس وقت پنجاب بنک کے مدارالمہام ہیں۔سب کچھ آپ کے پاس ہے اس لئے کوئی corrupt آدمی نہیں بچنا چاہئے۔ہم کہتے ہیں کہ آپ اقتدار میں ہیں اس لئے corrupt لوگوں کے خلاف آپ مقدمات قائم کریں، پرچے درج کروائیں لیکن ناجائز نہیں ہونے چاہئیں۔اسی طرح میں یہ کہوں گا کہ سستی روٹی سکیم کے حوالے سے بھی ایک کمیٹی بنائی جائے۔ایک کمیٹی گرین ٹریکٹر سکیم اور فوڈ سپورٹ پروگرام پر بھی بنائی جانی چاہئے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جناب وزیر اعلیٰ! ہمیں آپ کی نیت پر شک نہیں ہے۔ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ بہت overwork ہیں۔آپ کو جو چیز پیش کی جاتی ہے وہ properly sort out and manage نہیں ہوتی۔آپ کی ٹیم کے لوگ اتنے اہل نہیں ہیں کہ آپ کے vision کو پہنچ سکیں۔اگر comparison کیا جائے تو آپ کی ٹیم کے لوگ آپ کے vision

کو پہنچنے سے پہلے ہی نااہل اور نالائق کہلوائیں گے کیونکہ آپ کا vision بہت بڑا ہے۔ میری گزارش ہے کہ آپ کو مشورہ دینے کے حوالے سے ان کی capacity build in کی جائے۔

رانا محمد افضل خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں چودھری صاحب کے ان الفاظ پر شدید protest کرتا ہوں۔ ہم لوگ وزیر اعلیٰ کی ٹیم ہیں اور ہم نالائق نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: جی، انہوں نے کسی کا نام نہیں لیا ہے۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں اپنے الفاظ دہراتا ہوں۔ میں نے یہ گزارش کی ہے کہ وزیر اعلیٰ کی ٹیم کے لوگ اہل ہیں لیکن وزیر اعلیٰ کی اہلیت اور vision کے مقابلے میں وہ بہت کم اہلیت کے لوگ ہیں۔ اگر اس بات پر آپ بُرا مناتے ہیں تو بے شک منائیں۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اپوزیشن والے ایک روایت ڈال رہے ہیں کہ تحمل سے سُنا جائے اور ہم نے اپنے ہر معزز ممبر کو منع کیا ہے اگر آپ ان کو حکم صادر فرما دیں کہ چیف ایگزیکٹو تشریف فرما ہیں تو اُن کا ہی ذرا خیال کر لیں۔ وزیر اعلیٰ نے عرصہ دراز کے بعد نہایت ہی اہم موضوعات پر لب کشائی کی ہے۔ آج اپنے اس تمام بیان کے اندر اگر جنوبی پنجاب کی محرومیوں کا بھی ذکر کر دیتے تو ہمیں بڑی خوشی ہوتی اور مجھے لگ رہا ہے کہ میرے حکومتی دوست مجھے سُننے جانے کے لئے بہتر محسوس نہیں کر رہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم آپ کی طرح ہی elect ہو کر آئے ہوئے اس ایوان کا حصہ ہیں اور میں یہ بات آپ کی خدمت میں حلفاً عرض کر رہا ہوں کہ باتوں میں کوئی ایک لفظ آگے پیچھے ہو سکتا ہے لیکن ہم حقیقتاً اس سارے ہاؤس کی elevation چاہتے ہیں، ہم اس ہاؤس کو 9 کروڑ عوام کی نظروں میں ایک مقتدر ہاؤس کے طور پر دیکھنا چاہتے ہیں اور اگر حکومت اچھا کام کر رہی ہو گی، elevate ہو رہی ہو گی تو اپوزیشن بھی elevate ہو گی اور اپوزیشن کا کوئی شخص ایسا کام نہیں کرے گا کہ آپ صوبہ کے عوام کی بھلائی کر رہے ہوں اور ہم اُس کے آڑے آئیں، ہم بالکل آڑے نہیں آئیں گے۔ میں اب اپنی ایک آخری بات کے ساتھ اجازت چاہوں گا کہ ہم آپ کی بنائی ہوئی ہر کمیٹی کے ساتھ چلتے ہیں لیکن کسی گروپ کو معاف کر دیجئے گا، آپ ہر گروپ کے اوپر cases کیجئے گا، وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے اس لئے کہ یہ وقت کم ہے آپ اس کم وقت میں تیزی سے کام کیجئے گا لیکن انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دیجئے گا۔

آیئے ہاتھ اُٹھائیں ہم بھی
ہم جنہیں رسم دعا یاد نہیں

وہ کہ جن کا دین کذب و ریا ہو ان کو
ہمتِ کُفر ملے جراتِ تحقیق ملے
جن کے سر منتظرِ تیغِ جفا ہیں اُن کو
دستِ قاتل کو جھٹک دینے کی توفیق ملے

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔جی، محترم قائد ایوان!

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف): جناب سپیکر! شکریہ۔ میرے انتہائی قابل احترام بھائی چودھری ظہیر الدین خان نے جو تقریر فرمائی ہے میں اُس کو بالکل قبول کرتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ پنجاب بنک میں جو ڈاکا پڑا ہے کسی کو معاف نہ کیا جائے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس معزز ایوان کے چار یا پانچ معزز ممبران کی کمیٹی تشکیل کرنے کا حکم دیں اور ایک مہینے میں پنجاب بنک کی رپورٹ پیش کی جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میں آپ کو پوری طرح باور کراتا ہوں کہ پنجاب بنک اس 75۔ارب روپے کے ڈاکا کے حوالے سے تمام facts اُس کمیٹی کے حوالے کرے گا اور وہ کمیٹی اپنی رپورٹ اس معزز ایوان میں پیش کرے اور میں سمجھتا ہوں کہ پھر اس ایوان کو فیصلہ کرنا چاہئے جس طرح کہ چودھری صاحب نے فرمایا کہ جو اس ڈاکازنی میں شریک ہیں اور مجرم ہیں اُن کو قرار واقعی سزا ملنی چاہئے۔

جناب سپیکر! میرے معزز ممبر نے Eden Houses کی مثال دی، اس طرح کی اور بھی مثالیں ہو سکتی ہیں۔ انہوں نے Eden Houses کے گھر کی لاگت کے بارے میں بتایا میں آپ کی وساطت سے چودھری ظہیر الدین خان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت پنجاب آشیانہ ہاؤسنگ سوسائٹی کے اندر وہ سہولتیں دے رہی ہے جن کے بارے میں Eden یا کوئی بھی پرائیویٹ ہاؤسنگ سوسائٹی ایسی سہولیات دینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی۔ مثال کے طور پر یہ انتہائی غریب اور انتہائی پسے ہوئے لوگ ہیں ان کو صرف 8 فیصدی شرح سود پر 10 لاکھ کا loan مل رہا ہے تو وہ 20 فیصدی پر بھی loan نہیں دے سکتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آشیانہ ہاؤسنگ سوسائٹی میں بیوگان اور شہداء کے لئے down payment حکومتِ پنجاب اپنی جیب سے ادا کر رہی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! تیسری بات یہ ہے کہ یہ پرائیویٹ ہاؤسنگ سوسائٹیاں ملکیت کا title transfer نہیں کرتیں۔ آشیانہ سوسائٹی title اُس یتیم، اُس دکاندار، اُس تانگہ بان اور اُس ہاری کے حوالے کرے گی کہ آپ ہمیشہ کے لئے مالک ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! باقی رہی بات ساٹھ ہزار سکولوں میں missing facilities کی تو آپ نے اس حوالے سے بالکل ٹھیک فرمایا کاش! یہ 75۔ارب روپے کا ڈاکا نہ پڑا ہوتا تو آج ان ساٹھ ہزار سکولوں میں missing facilities نہ ہوتیں۔ شکریہ

(اس مرحلہ پر قائد ایوان (میاں محمد شہباز شریف) ایوان سے باہر تشریف لے گئے)

(اس مرحلہ پر جناب چیئرمین ڈاکٹر اسد اشرف کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، راجہ صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب چیئرمین! میری آپ سے یہ گزارش ہوگی کہ قائد ایوان نے بھی بات کی اور چودھری ظہیر الدین خان نے بھی بات کی، اگر آپ مناسب سمجھیں اور قائد ایوان دوبارہ ہاؤس میں تشریف لے آئیں تو میں بھی بات کرلوں۔ (قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین: تمام معزز ممبران اپنی اپنی جگہ پر بیٹھیں۔ قائد حزب اختلاف بات کرنا چاہ رہے ہیں، آپ ذرا غور سے اُن کی بات سُنیں۔ جی، راجہ صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ ہاؤس میں دوبارہ تشریف لے آئیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرا حق بھی ہے۔ اگر قائد ایوان نے بات کی ہے تو اس کے بعد قائد حزب اختلاف کی بات سننا بھی ان کا فرض ہے۔ آپ مہربانی کریں اور ان سے پوچھ لیں کہ اگر وہ آنا مناسب سمجھیں تو آجائیں۔ میں جو باتیں کروں گا اس میں زیادہ وزن ہوگا اور جس سے نتائج بھی زیادہ بہتر آئیں گے۔

جناب چیئرمین: راجہ صاحب! آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن چودھری ظہیر الدین صاحب تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے تو سپیکر صاحب نے ان کو کہا تھا کہ وہ آپ کو بات کرنے کا موقع دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب چیئرمین! میں محترم قائد حزب اختلاف کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ اگر قائد ایوان بات کرے تو جواب الجواب کی کوئی روایت نہیں ہے۔ حزب اختلاف کی جانب سے کوئی بھی ممبر اپنی تقریر میں respond کرسکتا ہے لیکن قائد حزب اختلاف

اگر کوئی comment کرنا چاہے تو یقیناً اسے یہ حق ہوتا ہے۔ چودھری ظہیر الدین صاحب جب بات کرنے لگے تھے تو سپیکر صاحب نے باقاعدہ انھیں روکا تھا کہ قائد حزب اختلاف کو بات کرنے دیں تو انھوں نے یہ فرمایا تھا کہ قائد حزب اختلاف نے مجھے اجازت دی ہے اور کہا ہے کہ میں بات کروں۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں لاء منسٹر جس طرح کہہ رہے ہیں یہی بات میں آپ کو کہہ رہا ہوں کہ چودھری ظہیر الدین خان صاحب نے یہی کہا تھا کہ قائد حزب اختلاف نے مجھے بات کرنے کی اجازت دی ہے۔ میرے خیال میں آپ کی request وہاں تک پہنچ گئی ہے اور انھوں نے سن لی ہے۔ وہ بار بار ادھر آئیں گے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! آج وزیراعلیٰ صاحب کے چیمبر میں، میں نے اور میرے ساتھیوں نے ان سے ملاقات کی تھی۔ آصف علی زرداری صدر پاکستان اور سید یوسف رضا گیلانی وزیراعظم پاکستان نے ہمیں جو ہدایت کی ہے وہ میں اس ہاؤس کے علم میں لانا چاہتا ہوں۔ میں نے وزیراعلیٰ صاحب کو لکھ کر دے دیا ہے اس میں ہم نے کہا ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی پنجاب کے ممبران صوبائی اسمبلی جمہوریت کو مضبوط کرنے کے لئے اور جمہوری اداروں کے استحکام کے لئے بجٹ پاس کرانے میں اپنے ووٹ استعمال کریں گے اس کے لئے ہماری کوئی شرط نہیں ہے۔ ہم غیر مشروط طور پر جمہوریت، جمہوری اداروں کے استحکام کے لئے اور محترمہ بے نظیر بھٹو (شہید) جنھوں نے خون کی قربانی دے کر جمہوریت بحال کرائی ان کے vision کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے ووٹ کا استعمال بجٹ کے حق میں کریں گے۔

جناب چیئرمین! ہم نے یہ مطالبہ بھی کیا ہے کہ صوبائی وزیر قانون کو ان کے عہدہ سے فوری طور پر ہٹایا جائے کیونکہ ان کو اپنی زبان پر گرفت نہ ہے اس لئے بہت سے معاملات ان کی وجہ سے خراب اور انتشار کا شکار ہوتے ہیں۔ اب دانش سکول کی بات آئی تو قائد ایوان نے کہا۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔ (قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین: شوکت بسراء صاحب! پلیز بیٹھیں۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ جب قائد حزب اختلاف کھڑے ہیں تو آپ بیٹھ جائیں۔ رانا صاحب! آپ بھی بیٹھ جائیں۔ میرے خیال میں سپیکر صاحب کے چیمبر میں کل ہم سب موجود تھے تو کوئی ایسا مطالبہ نہیں تھا وہاں بڑے اچھے ماحول میں آپ ایک دوسرے سے گلے ملے تھے اور جو misunderstanding ہوئی تھی اس کی ایوان میں وضاحت بھی کی گئی تھی۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب چیئرمین! وزیر اعلیٰ صاحب نے مجھے دعوت دی ہے کہ دانش سکول کے بچے آئیں گے تو وہ انھیں مجھ سے ملائیں گے۔ میں بھی وزیر اعلیٰ صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ ابھی گاڑی نکالیں اوکاڑہ اور ساہیوال میرے ساتھ وہاں کے سکولوں میں جائیں بلکہ میں لاہور کے اندر بھی سکول دکھاتا ہوں کہ جہاں پر چھت ہے، پانی ہے، نہ لیٹرین ہے اور بچے درختوں کے نیچے بیٹھے ہیں۔ چودھری ظہیر الدین خان صاحب نے جس طرح کہا ہے کہ وہ باپ ہیں تو ان کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے کہ ایک بھکاری کو تو اٹھا کر دانش سکول میں لے جائیں اور جو زینب ساہیوال میں ہے، جو زینب قصور میں ہے، جو چکوال میں ہے، جو راولپنڈی میں ہے اور جو میانوالی میں ہے ان کا کیا قصور ہے اور کیا یہ ان کے وزیر اعلیٰ نہیں ہیں؟ یہ پورے صوبہ کے وزیر اعلیٰ ہیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب ضرور ایک لاکھ دانش سکول بنائیں لیکن غریب میں تفریق کرنے کا حق وزیر اعلیٰ کے پاس نہیں، اگر صوبہ میں 16 لاکھ بچے ہیں تو ان 16 لاکھ بچوں کو ایک جیسی تعلیم دینا وزیر اعلیٰ کا فرض ہے، یہ ہمارا اعتراض ہے۔ انھوں نے مجھے دو تین مہینوں کے بعد ان بچوں سے ملانا ہے، اگر وہ چیمبر میں سن رہے ہیں تو گاڑی نکالیں آج ہی ان کی اچھی خاصی ٹھیک ٹھاک تسلی ہو جائے گی کہ پنجاب کے سکولوں کی حالت کیا ہے؟

جناب چیئرمین! کچھ مطالبات پر تو وہ کمیٹی کا کہہ گئے ہیں۔ آپ اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے سستی روٹی پر بھی کمیٹی بنائیں، آپ روزگار سکیم پر بھی کمیٹی بنائیں اور آپ فوڈ سپورٹ پروگرام پر بھی کمیٹی بنائیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ان کو جو پسند تھا اس کے متعلق وہ بات کر کے چلے گئے اور جو چیز ان کے خلاف جاتی ہے اس کے لئے کمیٹی تشکیل دینا آپ کا فرض ہے۔ میری آپ سے گزارش ہو گی کہ اربوں روپے کی جو کرپشن T.M.As اور ضلع کونسلوں میں ہوئی ہے اس پر کیوں کمیٹی نہیں بن رہی؟ اس پر بھی کمیٹی بنائیں۔ اس کے علاوہ لوکل گورنمنٹ اور C&W میں سیلاب کے دوران جو کرپشن ہوئی اس پر بھی کمیٹی بنائیں۔ یہاں آ کر ایک دو چیزوں کے بارے میں کہنا کہ پنجاب بنک پر کمیٹی بنائیں، قصور روڈ پر کمیٹی بنائیں اور جو لاکھوں کروڑوں اربوں کی کرپشن ہو رہی ہے اس پر کمیٹی کون بنائے گا؟

جناب چیئرمین! یہاں پر آشیانہ سکیم کے بارے میں دعویٰ کیا گیا ہے تو یہ بھی چند مخصوص لوگوں کو ملنی ہے۔ افتخار احمد نامی ایک شخص نے ہائی کورٹ میں رٹ کر دی ہے کہ میرا نمبر نکلا تھا لیکن مجھے گھر نہیں دیا جا رہا، میرے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔ یہ آشیانہ کا میرٹ ہے کہ جن لوگوں کے نمبر نکلے

ہیں وہ پیچھے جا رہے ہیں اور جو(ن)لیگ کے کا ممبر ہیں،(ن)لیگ سے تعلق رکھتے ہیں یا احسان الدین قریشی کے ووٹر ہیں ان کو اس سکیم میں سے حصہ دیا جا رہا ہے۔

جناب چیئرمین!اگر میرٹ اور انصاف کی بات کرنی ہے تو پھر وہ سب کے لئے ایک جیسا ہونا چاہئے۔ تعلیم کی بات کرنی ہے تو تعلیم سب کے لئے ایک جیسی ہونی چاہئے۔ صوبہ کے وزیراعلیٰ کو کوئی اختیار نہیں کہ 50لاکھ بچوں میں سے ایک ہزار بچوں پر VIP خرچ ہو لیکن باقی بچوں کا کیا قصور ہے، مجھے صرف اتنی بات کا جواب دے دیں؟ میں وزیراعلیٰ صاحب کے پیغام کا انتظار کروں گا کہ پنجاب میں جہاں پر چھت نہیں ہے، جہاں بچے درختوں کے نیچے پڑھ رہے ہیں، سستی روٹی سکیم اور فوڈ سٹیمپ پروگرام پر آپ کمیٹی بنا دیں یا وزیراعلیٰ صاحب خود بنا دیں انشاء اللہ تعالیٰ جو بھی کمیٹیاں بنیں گی ہم اُن میں پورا تعاون کریں گے لیکن میری صرف ایک گزارش ہے کہ انہوں نے کشکول توڑنے والی بات کی ہے،اِن سے کشکول تو نہیں ٹوٹا مگر لوٹے ہی توڑ دیں تو مہربانی ہوگی۔(نعرہ ہائے تحسین)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان):پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئرمین!میں مشکور ہوں کہ قائد حزب اختلاف نے قائد ایوان کی تقریر پر اپنا ردِ عمل ظاہر کیا۔ وہ اپنے چیمبر میں موجود ہیں،انہوں نے سُن لیا ہوگا۔ اگر کوئی بات miss ہوئی ہے تو قائد حزب اختلاف کا پیغام اُن تک پہنچا دیا جائے گا۔ میں یہاں پر صرف یہ عرض کرنا چاہوں گا۔۔۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین!ایک ایسا لاء منسٹر جو دہشت گردوں کا سرغنہ ہے ہم نے اُس سے جواب نہیں لینا۔۔۔(قطع کلامیاں)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان):جناب چیئرمین! میرے متعلق بات ہوئی ہے تو بات سنیں اور سننے کا حوصلہ پیدا کریں۔

جناب چیئرمین:بسراء صاحب!پلیز تشریف رکھیں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین!ایک ایسا لاء منسٹر جو کرپشن میں ملوث ہے۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان):جناب چیئرمین!اِن کی اب حالت یہ ہے یعنی اِن کو میرے جواب کا اتنا خوف ہے کہ میری بات سننا ہی نہیں چاہتے۔انہوں نے میرے متعلق بات کی ہے

اور میری ہی بات کو سننا نہیں چاہتے یعنی یہ اتنے خوف زدہ ہیں کہ میری بات کو سننے کا حوصلہ ہی نہیں رکھتے۔(قطع کلامیاں)

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! جو لاء منسٹر خود کرپشن میں ملوث ہو ہم اُس کرپٹ آدمی سے جواب کیوں لیں؟

جناب چیئرمین: بسراء صاحب!پلیز تشریف رکھیں اور ایسی بات مت کریں۔جب کوئی سپیکر بول رہے ہوں تو درمیان میں interrupt نہیں کرتے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب چیئرمین!آپ دیکھیں کہ ان کے اپوزیشن لیڈر بھی اس احتجاج پر کھڑے ہیں کہ میں بات نہ کروں یعنی یہ میری بات سے اتنے خوف زدہ ہیں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! مجھے بات کرنے کا موقع دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب چیئرمین! جب سپیکر چیمبر میں ایک معاملہ طے ہو گیا اور اُس کے بعد ایوان میں آکر اپوزیشن کے مطالبے اور satisfaction کے مطابق میں نے وضاحت بھی کر دی تو پھر اِن کا یہ مطالبہ کیا معنی رکھتا ہے؟ دوسرے نمبر پر یہ مولا جٹ کی جو بڑھکیں لگاتے ہیں اور جس قسم کی پریس کانفرنسیں کرتے ہیں اگر بعد میں انہوں نے اسی طرح سے رونا ہے تو یہ کام نہ کیا کریں۔۔۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "پاگل پاگل" کی نعرہ بازی)

جناب چیئرمین: پلیز! تمام ممبران اپنی اپنی سیٹوں پر تشریف رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب چیئرمین! آج اپوزیشن لیڈر نے تحریری طور پر وزیر اعلیٰ کو یہ بات لکھ کر دے دی ہے کہ ہم بجٹ کو support کریں گے اور ووٹ دیں گے لہذا اب اِس وقت اپوزیشن کا بجٹ پر تنقید کرنے کا حق ختم ہو گیا ہے۔اپوزیشن لیڈر نے یہ تحریری بیان دے کر تاریخی بونگی ماری ہے اور اپوزیشن کا بجٹ پر تنقید کرنے کا حق ختم کر دیا ہے۔

جناب چیئرمین: اب ہم کارروائی کی طرف چلتے ہیں۔ چودھری عبدالوحید صاحب! آپ اپنی تقریر شروع کریں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! اگر اللہ نے آپ کو اس سیٹ پر بیٹھنے کا موقع دیا ہے تو انصاف کریں۔

جناب چیئرمین: بسراء صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔

وزیر اوقاف و مذہبی امور (حاجی احسان الدین قریشی): جناب چیئرمین! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، کیا آپ نے رپورٹ پیش کرنی ہے؟

وزیر اوقاف و مذہبی امور (حاجی احسان الدین قریشی): جناب چیئرمین! آپ نے مجھے، ڈاکٹر اختر ملک صاحب اور سامیہ امجد صاحبہ کو باہر LHVs کے پاس بھجوایا تھا جو احتجاجی مظاہرہ کر رہی تھیں۔ اُن کا مطالبہ یہ ہے کہ اُن کا کوئی سروس سٹرکچر نہیں ہے اور وہ 1982 سے 9ویں سکیل میں کام کر رہی ہیں بلکہ اِس کے مقابلے میں ان کی ہی qualification کے مطابق نرسوں کا سروس سٹرکچر اس طرح ہے کہ وہ آج 16ویں سکیل میں کام کر رہی ہیں۔ اُن کی چار نمائندگان کمیٹی روم میں موجود ہیں لہذا کوئی کمیٹی بنائیں جو اُن سے بات کرے تاکہ اُن کا معاملہ حل ہو سکے۔ میں نے رپورٹ پیش کر دی ہے اس کے مطابق آپ اپنا حکم فرما دیں۔

جناب چیئرمین: جی، ڈاکٹر اختر ملک صاحب!

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب چیئرمین! حاجی احسان الدین قریشی صاحب کی سربراہی میں ہم نے اُن سے جا کر بات کی ہے جن کے چار نمائندگان یہاں آئے ہوئے ہیں۔ اُن کے جائز مطالبات ہیں لہذا میں سمجھتا ہوں کہ اس ہاؤس کی کمیٹی بنا دی جائے جو اُن سے بات کر لے۔ اگر مطالبات سن کر ہم اُن کی حق رسی کر سکیں تو میرے خیال میں بہتری ہو گی۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب! آپ نے پہلے بھی ایک issue اٹھایا تھا اور اُس پر سپیکر صاحب نے ایک خصوصی کمیٹی بنائی تھی جو already exist کر رہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ جس طرح کمیٹی میں پیرا میڈکس، حکیم اور ہومیوپیتھک کو شامل کیا ہوا ہے اِن LHVs کے نمائندگان کو بھی include کر لیتے ہیں تاکہ سب کے مسائل کو وہی کمیٹی دیکھے جو already in place ہے۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب چیئرمین: بسراء صاحب! آپ اپنی تقریر پر بات کر لیجئے گا۔ ابھی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ملے گا۔ جی، چودھری عبدالوحید صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب ذرا سینئر ہیں اُن کو بات کر لینے دیں۔ میری معزز ممبران سے درخواست ہے کہ جب کوئی سپیکر بول رہا ہو تو kindly اُس کے سامنے سے نہ گزرا کریں کیونکہ یہ بہت بُرا لگتا ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب چیئرمین! گزارش ہے کہ آج قائد ایوان آئے اور تمام ممبران کی خواہش تھی کہ اُن کے سامنے بات کی جائے۔ جب وہ بات کر رہے تھے تو پورے ہاؤس نے انتہائی سنجیدگی اور خاموشی سے اُن کی بات سنی لیکن جب وہ تشریف لے گئے تو اُن کے بعد اس ہاؤس میں ایک مچھلی منڈی کا منظر پیش ہو رہا تھا جو انتہائی قابلِ افسوس بات ہے۔ ہماری یہ خواہش تھی کہ وہ یہاں پر تشریف رکھتے اور ہماری گزارشات بھی سنتے مگر وہ چلے گئے۔ اپوزیشن لیڈر یہاں پر کھڑے ہوئے، انہیں کسی نے بات نہیں کرنے دی جو انتہائی زیادتی ہے۔ میری آپ کی وساطت سے لاء منسٹر صاحب سے گزارش ہے کہ جب وہ خود ہی ایک چیز پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور شور شرابا شروع کرا دیتے ہیں تو یہ بھی اُن کی انتہائی زیادتی ہے۔

جناب چیئرمین: جی، چودھری وحید صاحب!

جناب عبدالوحید چودھری: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! شکریہ کہ آپ نے مجھے موقع عنایت فرمایا ہے۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: بسراء صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر منع کیا ہوا ہے۔

جناب عبدالوحید چودھری: جناب چیئرمین! میں تقریباً پندرہ منٹ سے کھڑا ہوں لیکن ان کے پوائنٹ آف آرڈر ختم نہیں ہو رہے۔

جناب چیئرمین: بسراء صاحب! آپ حوصلہ رکھیں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس معزز سیٹ پر بیٹھنے کا موقع دیا ہے۔ میں ایک شعر عرض کرتا ہوں۔۔۔

جناب چیئرمین: دیکھیں، پوائنٹ آف آرڈر پر شعروشاعری نہیں ہوگی۔ آپ وکیل ہیں اس لئے آپ کو procedure کا پتا ہونا چاہئے۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! صرف ایک منٹ لوں گا۔ شعر عرض ہے کہ:

مٹ جائے گی مخلوق تو انصاف کرو گے
منصف خود حشر برپا کیوں نہیں کرتے

جناب چیئرمین: آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): میں صرف ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی، کریں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! جو لاء منسٹر ہوتا ہے ہاؤس کو چلانے کی ذمہ داری اُس کے کندھوں پر ہوتی ہے مگر سب سے غیر ذمہ دار آدمی اگر اس ہاؤس کے اندر موجود ہے تو وہ پنجاب کا لاء منسٹر ہے۔۔۔ (قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین: بسراء صاحب! کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے آپ کے ساتھی کی دلآزاری ہوتی ہو۔ آپ اپنے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! میں صرف یہ گزارش کرنے لگا ہوں کہ ہم بھی لاء منسٹر کی طرح ایک ادنیٰ سے ممبر ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین: آپ کی بات مجھے سمجھ آگئی ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ عبدالوحید چودھری صاحب!

جناب عبدالوحید چودھری: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قال النبی ﷺ کلکم راء و کلکم مسوؤل عن الراعیتہ۔ صدق اللہ العظیم۔

خوشبوؤں کا ایک نگر آباد ہونا چاہئے
اب اس نظام زر کو برباد ہونا چاہئے
اندھیروں میں بھی منزل تک پہنچ سکتے ہیں ہم
جگنوؤں کو راستہ تو یاد ہونا چاہئے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین! آج میں انتہائی مسرت اور خوشی کے ساتھ یہ بات کرنا اپنے لئے قابل فخر سمجھتا ہوں کہ اِن مشکل ترین گھڑی، اس مشکل ترین حالات اور مشکل ترین اوقات میں پنجاب حکومت

نے جو بجٹ پیش کیا ہے کہ جب پورے پنجاب کے عوام، تمام جنوبی پنجاب اور باقی صوبہ کے عوام درد، کسمپرسی کی حالت اور مشکل گھڑی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کی سیاسی بصیرت اور ان کی ٹیم کی ہمت اور کوشش کو سلام پیش کرتا ہوں جنہوں نے شب و روز محنت اور کوشش کے ساتھ ایک عوام دوست اور خوشحالی کا ضامن بجٹ پیش کر کے مشکل میں گھرے ہوئے اور پریشان حال عوام کے لئے امیدوں کا چراغ روشن کیا۔

جناب چیئر مین! ہماری حکومت کی پچھلی تین سالہ کارکردگی ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔ وفاقی بجٹ اور تینوں صوبوں کے بجٹ نے عوام کو مایوس کیا لیکن الحمد للہ ہمارے اس بجٹ نے عوام کی امیدوں کی روشنیوں کو منور کیا اور ان کی ڈھارس بندھی کیونکہ بجٹ میں پسے ہوئے محروم، مجبور اور بے روزگار طبقے کے لئے بہت کچھ رکھا گیا ہے۔ پچھلے سال جب پنجاب کے عوام پر مصیبت نازل ہوئی اور اس وقت سوئی ہوئی قوم پر سیلاب کی شکل میں عذاب نازل ہوا تو یہ وزیر اعلیٰ پنجاب کے خادم اعلیٰ ہونے کی واضح دلیل ہے کہ وہ شب و روز محنت، کوشش اور جدوجہد کر کے ان علاقوں تک پہنچے جہاں تک پہنچنا ناممکن تھا اور وزیر اعلیٰ نے خادمِ اعلیٰ ہونے کا ثبوت دینے کے ساتھ ساتھ تمام ایم پی ایز نے بھی خادم عوام ہونے کا ثبوت دیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پنجاب کی تاریخ اور پارلیمنٹ کی تاریخ میں پہلی دفعہ ایسا ہوا ہے۔

(اذان عصر)

جناب چیئر مین: جی، چودھری صاحب!

جناب عبدالوحید چودھری: جناب چیئر مین! اس مصیبت کی گھڑی، مشکل حالات اور تکلیف دہ مراحل میں پاکستان مسلم لیگ (ن) کے قائدین، ان کی ٹیم اور مسلم لیگ (ن) کے ایم پی ایز ہمت، جرأت اور استقامت سے کام لیتے ہوئے پنجاب کی پریشان حال عوام کے لئے مسیحا ثابت ہوئے۔ دوسرے صوبوں میں بھی سیلاب آئے تھے لیکن ہمارے وزیر اعلیٰ، راولپنڈی کے ایم پی ایز، لاہور اور راجن پور کے ایم پی ایز خان پور اور دور دراز علاقوں میں سیلاب میں پھنسی ہوئی عوام کی خدمت کر رہے تھے جبکہ وفاقی حکومت کے وزراء اپنی عیاشیوں اور اللوں تللوں میں مصروف عمل تھے۔ سندھ کے وزراء عوام کی بجائے اپنی جاگیروں اور زمینوں کو بچانے کے لئے غریبوں کی طرف بند توڑ رہے تھے جس کا سپریم کورٹ نے بھی نوٹس لیا۔ اگر حقیقی معنوں میں عوام کا کوئی غم خوار، خادم اعلیٰ اور عوام کا نمائندہ ہے تو وہ صرف اور صرف میاں محمد شہباز شریف ہے۔ پنجاب نے دوسرے صوبوں کے لئے بھی 94 کروڑ روپے

امداد دی، سندھ کی بھی ہم نے امداد کی، بلوچستان اور خیبر پختون خواہ کی بھی امداد کی۔ میں سلام پیش کرتا ہوں وزیر اعلیٰ کی اس ٹیم کو، باہمت ایم پی ایز کو جو جرأت و استقامت سے پریشان قوم کے لئے، جنوبی پنجاب کے لئے تمام وسائل بروئے کار لائے اور ہمہ وقت جنوبی پنجاب کے عوام کے مسائل حل کرنے کے لئے وزیر اعلیٰ پنجاب اپنی ٹیم کے ساتھ کبھی راجن پور، کبھی کوٹ مٹھن، کبھی ڈیرہ غازی خان اور کبھی تونسہ الغرضیکہ ہر جگہ پہنچے جہاں کوئی اور نہ پہنچ سکا۔ میں اپنے وزیر اعلیٰ کی سادگی اور اپنائی گئی سادہ پالیسی کی بھی داد دیتا ہوں۔ مرکزی حکومت نے اپنے بجٹ میں 25 فیصد اضافہ کیا تو کیا اس غریب قوم کے معصوم اور مسکین وزیر اعظم کے اخراجات میں 25 فیصد اضافہ کیا گیا جبکہ صدر پاکستان کے اخراجات میں 3 کروڑ روپے کا اضافہ کیا گیا اور اس کے برعکس پنجاب کی اس حکومت نے 22 فیصد اپنے اخراجات کو کم کیا۔ میں ان کی ہمت، ان کی کوشش کو داد پیش کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ:

ہمت ہے تو پیدا کر فردوس بریں اپنا
مانگی ہوئی جنت سے دوزخ کا عذاب اچھا

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! آج ہم نے لوگوں سے پیسے مانگ کر اپنی غیرت، اپنی حمیت، اپنی آزادی اور اپنی ہر قسم کی قربانیوں کو ضائع کر دیا ہے۔ وزیر اعلیٰ کا کشکول توڑنے کا جرأت مندانہ فیصلہ ہے۔ باوقار قومیں، زندہ قومیں عزت اور غیرت کی زندگی چاہتی ہیں اور بے غیرتی کی زندگی سے ان کے لئے موت اچھی ہے۔ وفاقی گورنمنٹ کو میں کیا کہوں، آج جو کچھ پنجاب نے کیا ہے اس کا اگر ایک عُشرِعشیر بھی عوام کے لئے کر لیتے تو آج ملک کے یہ حالات نہ ہوتے۔ پنجاب نے تعلیم کے لئے سب سے زیادہ قربانیاں دی ہیں، تعلیم کے لئے فنڈ رکھا ہے اور غریب بچوں کے لئے فنڈ رکھا ہے۔ دانش سکول کے حوالے سے میں کہوں گا، مجھے سمجھ نہیں آتی میں ڈیرہ غازی خان میں اس الیکشن میں پندرہ دن رہا، محسن لغاری صاحب شاید یہاں نہیں بیٹھے، ڈیرہ غازی خان کا وہ حلقہ جو صدر فاروق لغاری کا حلقہ تھا، جو جعفر لغاری کا حلقہ ہے، جو محسن لغاری کا حلقہ ہے اور جو یہاں بڑی باتیں کرتا ہے۔ میں نے اس حلقے میں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہاں جانور اور انسان اکٹھے پانی پیتے ہیں۔ اس حلقے کی 65 فیصد عوام غربت کی لکیر سے نیچے رہتی ہے۔ یہ کیوں دانش سکول کی مخالفت کرتے ہیں؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ کا یہ مشن ہے کہ غریب بچوں کا اب مقدر بدلنا ہے۔ ان کی ذمہ داری کیا امیر اور جاگیرداروں

کے گھروں کی صفائیاں، ان کی خدمت اور ان کے بوٹ پالش کرنے کے لئے ہی ہے، کیا غریبوں کی بچیوں کا یہی مقدر ہے کہ وہ امیروں اور جاگیرداروں کے بچوں کو ساری عمر کھلاتی رہیں اور کیا ان کا یہی مقدر ہے کہ وہ ان جاگیرداروں اور وڈیروں کی ساری عمر خدمت کرتی رہیں؟ نہیں۔ آج وزیراعلیٰ نے غریب کو بھی شعور دیا ہے اور مزدور کے بچے کو بھی شعور دیا ہے۔ آئندہ دس سال میں انہی مزدور اور غریب کے بچے کا اس ملک کی ترقی میں بہت بڑا حصہ ہوگا۔ وہ بھی آج انجینئر اور ڈاکٹر بننے کا خواب دیکھ رہا ہے۔ میں آپ کی توجہ چاہوں گا کہ جنوبی پنجاب کے بڑے ہمدرد بننے والے، بڑے ٹھیکیدار، بڑے نام نہاد لیڈر جو آٹھ سال گورنمنٹ میں رہے ان کو جنوبی پنجاب کا کوئی خیال نہیں آیا، ان غریبوں کی طرف نہیں دیکھا جن کی ٹوٹی ہوئی جوتیاں ہیں۔ آٹھ سال اس دور حکومت میں غریب بچوں کو جو تپتی ہوئی دھوپ میں ننگے جسموں کے ساتھ ان امیروں اور جاگیرداروں کے جوتے پالش کرتے تھے ان کا ذرا احساس و خیال نہیں آیا۔ آج میں وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کی جرأت اور ہمت کو سلام پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے پنجاب کی تاریخ میں پہلی دفعہ جنوبی پنجاب کے لئے 70۔ارب روپے کا بجٹ رکھا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! میں محسن لغاری صاحب اور (ق)لیگ والوں سے آپ کے توسط سے عرض کروں گا کہ یہ ہے ان کی حکومت کا ریکارڈ کہ اب ان کی سیاست ختم ہونے کو ہے تو اب ان کے خواب میں جنوبی پنجاب کا درد جاگا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ بہروپیے ٹوپی ڈرامہ کر رہے ہیں۔ ان کو جنوبی پنجاب کے لوگوں سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ 2005 میں (ق)لیگ کی حکومت نے 18 فیصد بجٹ جنوبی پنجاب کے لئے رکھا اور آج وہ مگرمچھ کے آنسو رو رہے ہیں۔ 2006 میں اس (ق)لیگ نے، جنوبی پنجاب کا اپنے آپ کو ماما سمجھنے والوں نے بجٹ میں صرف 17 فیصد رکھا۔ چہ جائیکہ جنوبی پنجاب کی آبادی 32 فیصد ہے اور جنوبی پنجاب کا رقبہ ایک لاکھ کلومیٹر جو 48.6 فیصد ہے اُس وقت ان لوگوں کو جنوبی پنجاب سے ہمدردیاں ختم ہوگئی تھیں، اُس وقت ان کو رابرٹ فارم یاد آیا تھا، اُس وقت ان کو لوگوں کی زمینیں لوٹنی یاد آئیں تھیں۔ اِن کو جنوبی پنجاب کی تپتی ہوئی ریت، سسکتی ہوئی عوام اور روتی ہوئی ماں کی ممتا یاد نہیں آئی تھیں۔ 2007 میں شرمناک حالت تھی۔ اُس وقت اس (ق)لیگ کے نام نہاد لیڈروں نے جنوبی پنجاب کے لئے صرف 14 فیصد بجٹ رکھا تھا۔ آج ان کو شرم آنی چاہئے کہ انہوں نے جو 14 فیصد بجٹ جنوبی پنجاب کے لئے رکھا تھا یہ آج اس کے کیسے وارث بنتے ہیں، آج ان کے پیٹوں میں کیوں تکلیف اٹھی ہے؟ جب وزیراعلیٰ شہباز شریف نے اپنے تمام فنڈز کا رخ جنوبی پنجاب کی طرف موڑ

دیا ہے، جب وزیر اعلیٰ جنوبی پنجاب کی محرومیوں کو ختم کرنے کے لئے تمام وسائل بروئے کار لا رہے ہیں تو آج ان کو جنوبی پنجاب یاد آ گیا ہے۔ جب ہماری حکومت بنی تو وزیر اعلیٰ پنجاب نے 2009 میں 24 فیصد بجٹ رکھا، 2010 میں 29 فیصد بجٹ رکھا اور آج جنوبی پنجاب کے لئے یہ خوش قسمت بجٹ ہے۔ یہ ترقی کا آغاز ہے، یہ محرومیوں کو ختم کرنے کا آغاز ہے اور ان کے لئے دکھ درد کے فاصلوں کو ختم کرنے کا آغاز ہے۔ 32 فیصد یہ بجٹ رکھا گیا، اس وقت محسن لغاری صاحب تشریف لے آئے ہیں میں ان اعداد کو پھر دہراتا ہوں کہ جنوبی پنجاب کے لئے 2005 کے بجٹ میں 18 فیصد رکھا گیا تھا، 2006 میں 17 فیصد رکھا گیا تھا، 2007 میں 14 فیصد رکھا گیا تھا۔ یہ تھی تمہاری جنوبی پنجاب کے ساتھ محبت، یہ تھی تمہاری غریبوں، بے کسوں اور مجبور لوگوں کے ساتھ محبت اور یہ تھی تمہاری اپنے حلقے کے ساتھ محبت؟ میں نے الیکشن میں دیکھا ہے کہ ان کی ذاتی یونین کونسل خاص جمال لغاری میں جہاں ان کی زمینیں تھیں وہاں بند بندھے ہوئے تھے اور جہاں غریبوں کی زمینیں تھیں وہ ساری ڈوب چکی تھیں۔ کیا یہ کچھ جنوبی پنجاب کے لوگ مانگتے ہیں؟ ہم بالکل اپنا حق مانگتے ہیں لیکن ہم ان جاگیرداروں اور وڈیروں کا تسلط نہیں چاہتے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں حق دیا جائے، ہمیں حق ملے لیکن ان جاگیرداروں اور وڈیروں نے جب سے پاکستان بنا ہے یہ اقتدار میں رہے ہیں، یہ حکومت میں رہے ہیں، انہوں نے تمام کی غلامیاں کی ہیں لیکن عوام کی حالت کیوں نہیں بدلی؟ جب ان کی سیاست ختم ہونے لگی ہے، جب ان کی سیاست ڈوبنے لگی ہے تو آج ان کو غریبوں کی ہمدردیاں یاد آ گئی ہیں۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ فاروق لغاری (مرحوم) کے حلقے میں آج کیوں جانور اور انسان اکٹھے پانی پیتے ہیں؟ 65 سالہ اقتدار میں ان لوگوں نے سوائے غریبوں کو محکوم اور غلام بنانے کے اور کچھ نہیں کیا۔ میں یہی کہوں گا کہ میرے قائد کے vision کے مطابق ہم نے اس ملک کو ترقی کی طرف لے جانا ہے۔ میرے قائد کا یہ vision ہے اور میں یہ کہوں گا کہ:

اساں شوق دے پنجرے بھن چھوڑے
ہن فصلی بٹیرے نئیں رکھنے
جتھاں کل گستاخ پیار دے ریہون
اوتھے پیار دے ایرے نئیں رکھنے
زمین بھاویں شاکر سنج رکھ سوں
پر بے ایمان مزارعے نئیں رکھنے

آج ہم اس ملک کے لئے کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ جنوبی پنجاب کے لئے ہماری گورنمنٹ نے رخ موڑ دیا ہے۔ پنجاب کا 70۔ارب روپے کا بجٹ جو آبادی کے 32 فیصد حساب سے ہے ہمیں بالکل پورا حق ملا ہے۔ جنوبی پنجاب کی طرف جو ڈیرہ غازی خان ہے۔ جنوبی پنجاب کے شہر ڈیرہ غازیخان میں ایک طرف لغاریوں کے حلقے اور ایک طرف سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کا حلقہ جہاں پر دنیا کی تمام بنیادی سہولتیں میسر ہیں۔ ڈیرہ غازیخان وہ علاقہ ہے جہاں پر 50.58 فیصد لوگ غربت کی لکیر سے نیچے رہتے ہیں اور فاروق لغاری کا حلقہ میں 65 فیصد لوگ غربت کی لکیر کے نیچے رہتے ہیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب محمد شہباز شریف نے میڈیکل کالج ڈیرہ غازیخان کو دیا ہے، یونیورسٹی دی ہے تاکہ وہ لوگ جو اچھی تعلیم سے محروم تھے تعلیم حاصل کر سکیں کیونکہ امیرزادے تو ایچیسن میں پڑھتے تھے۔ آپ کی گورنمنٹ نے، میاں محمد شہباز شریف اور سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب نے چوٹی زریں میں پہلا ہائی سکول بنایا اور یہ تو 63 سالہ زندگی میں وہاں پر ایک ہائی سکول بھی نہیں بنا سکے۔ آج پھر ہماری گورنمنٹ نے ڈیرہ غازیخان میں اربوں روپے کے ترقیاتی فنڈز دیئے ہیں اور Tribal areas کے لئے 3۔ارب 38 کروڑ روپے دیئے گئے ہیں۔ میں وزیر اعظم کا بھی مشکور ہوں کہ ملتان میں انہوں نے بھی ترقیاتی کام کے لئے بہت فنڈز دیئے ہیں اور انہوں نے جنوبی پنجاب کی طرف ترقی کا رخ موڑا ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے بھی ملتان کو کڈنی ہسپتال دیا، کارڈیالوجی ایمرجنسی وارڈ کو توسیع دی، 100 بستروں پر مشتمل جدید ہسپتال دیا اور خواتین یونیورسٹی کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے اس کے باوجود بھکر، میانوالی اور جھنگ کے لئے ہمارے محسن جنوبی پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب نے 2۔ارب روپے کا پیکج دیا ہے۔ رحیم یار خان میڈیکل کالج کی بلڈنگ اور توسیع ہسپتال کے لئے 32 کروڑ روپے عنایت فرمائے ہیں۔ ہماری حکومت نے بہاولپور میں لائیو سٹاک یورنیورسٹی اور میڈیکل کالج اعلان کیا ہے۔ آج میں وفاقی حکومت کے حوالے سے کچھ معلومات share کرنا چاہوں گا کہ پنجاب حکومت نے تو اپنے اخراجات کم کئے ہیں کیونکہ ہماری گورنمنٹ اس بات کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ غریبوں کا ملک ہے، بے بس اور بے سہارا لوگوں کو دو وقت کی روٹی ملنا مشکل ہو گئی ہے۔

جناب سپیکر! ایوان صدر کے اخراجات کے لئے 48 کروڑ 23 لاکھ روپیہ مختص کیا گیا ہے جو پچھلے بجٹ سے 5 کروڑ 53 لاکھ روپیہ زیادہ ہے اور یہ غریب پاکستان کا ایوان صدر ہے، غیر ملکی دوروں کے لئے 34 کروڑوں روپے رکھے گئے ہیں جو پچھلے بجٹ سے 3 کروڑ روپے زیادہ ہیں۔ یہ غریب پاکستان کے ایوان صدر اور صدر کے اخراجات ہیں۔

جناب سپیکر! وزیر اعظم ہاؤس کے بجٹ میں 6 کروڑ 18 لاکھ روپے کا اضافہ کیا گیا ہے، کیا بات ہے یہ محروم اور یتیم بچوں کے ملک کا وزیر اعظم ہاؤس ہے جس ملک کے بچوں کو روٹی روزی کے لالے پڑے ہوئے ہیں، جن کے پاس روٹی صبح کی ہوتی ہے شام کی نہیں ہوتی اور جن کے پاس تعلیم اور علاج کے لئے پیسے نہیں ہیں۔ اس ملک کے وزیر اعظم ہاؤس میں 6 کروڑ 18 لاکھ روپے کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اس غریب ملک کے وزیر اعظم کے غیر ملکی دوروں کے لئے 11- ارب 60 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے، کیا اللہ کی شان ہے، ایمان سے جب غریب سنے گا تو وہ اپنی موت آپ مر جائے گا کہ کیا اس غریب ملک کے وزیر اعظم کے اخراجات ہیں۔ میں یہی کہوں گا کہ جناب سید بادشاہ کہ:

پھرتے ہیں میر خار کوئی پوچھتا نہیں
اس عاشقی میں عزت سادات کی گئی

جناب سپیکر! آج کل ہمارے ملک میں کرپشن عروج پر ہے لیکن ہماری پنجاب گورنمنٹ پر کرپشن کا کوئی الزام نہیں لگا سکا۔ آج پوری دنیا، پورا میڈیا اور transparency international کے تمام ادارے پنجاب حکومت کی کارکردگی کو سراہا رہے ہیں۔ آج وفاقی حکومت اور اس کے اداروں کا کوئی ایسا وزیر باقی نہیں بچا جس کے ماتھے پر بدعنوانی کا جھومر نہ ہو، جس کے سر پر بے ایمانی اور کرپشن کا تاج نہ ہو اور جس کے گلے میں کرپشن اور لوٹ مار کا ہار نہ ہو۔ آج اس ملک کے غریب عوام کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ مذاق سے کم نہیں ہے۔ ہم گزارش کرتے ہیں کہ ہم بے کس اور بے مراد لوگ اپنے وزیر اعظم اور صدر پاکستان سے ہاتھ باندھ کر اس ملک کے عوام کی زندگی کی بھیک مانگتے ہیں کہ جس عوام نے آپ کو اس منصب اعلیٰ پر پہنچایا خدا کے لئے ان پر ڈرون حملوں کو بند کرو۔ اس معصوم اور بے بس عوام کو مارنے کا جو منصوبہ بنایا گیا ہے یہ بند کیا جائے۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ کو ڈالر بہت پسند ہیں، یہ حقیقت ہے کہ پاکستانی لاشوں کو ڈالروں میں تول کر آپ نے اپنی جیبیں بھری ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اس ملک میں 63 بلین ڈالر امریکہ نے دیئے ہیں جس کا کوئی حساب کتاب نہیں ہے، یہ حقیقت ہے کہ اس ملک میں ہر بے کس اور مجبور آدمی یہی کوشش کر رہا ہے کہ کہیں اس کو عزت کی روٹی مل جائے اور کہیں عزت کے دو نوالے مل جائیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ کافی دیر سے تقریر کر رہے ہیں کیا ان اس کا ٹائم ختم نہیں ہوا؟

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! لغاری صاحب کو کہیں کہ ذرا ہم غریبوں کی بات بھی سنیں۔ ان جاگیرداروں کو عوام کے ساتھ یہی مسئلہ ہے کہ جب بھی کوئی غریب بولتا ہے تو جاگیردار ان کی بات نہیں سنتے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! آپ مہربانی کرکے اُنہیں بٹھادیں، وہ تھک چکے ہیں۔

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! میں راجہ ریاض نہیں ہوں کہ تھک جاؤں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مہربانی کرکے کسی کا نام نہ لیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: No point of order. رانا صاحب! مہربانی کرکے تشریف رکھیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میں صرف ایک بات کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! یہ اور جو کچھ بھی کہیں گے ہم سنیں گے لیکن جو انہوں نے سندھ کے وزیروں کے بارے میں کہا ہے ان کا ہمارے ساتھ تعلق نہیں ہے اور ان پر انہوں نے الزام لگایا ہے تو میرا خیال ہے کہ آپ اس کو اپنے ریکارڈ سے حذف کروادیں کیونکہ یہ اچھی مثال نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! آپ یہاں اس پر قدغن نہیں لگا سکتے، مطلب یہ کہ یہ ان کا اپنا point of view ہے اور جو بجٹ کی تقریر ہوتی ہے اس میں ہر کوئی اپنا point of view دیتا ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمن رانا: جناب سپیکر! لیکن ایسا بھی نہیں ہوتا کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: let the Chair decide. آپ تشریف رکھیں۔ جی، چودھری صاحب!

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! میں نے جو سندھ کے بارے میں کہا ہے تو اس سلسلے میں سپریم کورٹ میں بھی ایک انکوائری چل رہی ہے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ میں نے ہاتھ باندھ کر پیپلز پارٹی والے بھائیوں سے گزارش کی کہ خدا کے لئے عوام نے آپ کو ووٹ دیئے ہیں آپ عوام کے جان ومال کے تحفظ کا خیال کریں۔ فاٹا والوں نے آپ کو ووٹ اس لئے دیئے کہ ووٹ کے بدلے میں آپ ان کو لاشیں دیں گے، کیا اس لئے آپ کو ووٹ دیئے کہ ووٹوں کے بدلے میں آپ امریکہ سے دوستی کرکے عوام دشمنی کا ثبوت دیں گے؟

جناب سپیکر! میں یہ کہوں گا کہ یہ غیروں کی جنگ ہے " پرائی جنج احمق نچن " میں نے آپ سے پہلے بھی on the floor of the House کہا تھا اور آج بھی یہ کہتا ہوں کہ یہ پاکستان کی سلامتی کی لڑائی نہیں ہے اور میں ان سے یہی کہوں گا کہ کیوں نہ ایسی خارجہ پالیسی بنائی جائے جس سے تمام لوگوں کی عزت وآبرو اور جان ومال کا تحفظ ہماری حکومت کی ذمہ داری ہو۔ میں ان سے یہی عرض کروں گا کہ اگر یہ کہیں کہ یہ امریکہ کا کام ہے۔ نہیں، ہمارے ہاتھ بھی خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ میں ان سے یہی کہوں گا کہ:

ڈیواں عزر کیہاں میں غیراں تے
میکوں مارن والے اپنے ہن
ہاکوٹ نوشاہن غیراں دے
باقی اندر وچالے اپنے ہن
جنہاں کُجے منہ ہن قاتلاں دے
او کپڑے کالے اپنے ہن
جیہڑے ہاں وِچ خنجر شاکر لگے
گڈ غیر دے پھالے اپنے ہن

جناب سپیکر! ڈرون حملوں کے لئے اپنی ہی زمین استعمال ہوئی ہے، اپنے ہی علاقے استعمال ہوئے ہیں۔ اب میں بجٹ کے حوالے سے یہ عرض کروں گا کہ "پنجاب روزگار سکیم" میں جنوبی پنجاب کے لئے 37 فیصد کوٹا مختص کر کے وزیر اعلیٰ صاحب نے عوام دوستی کا ثبوت دیا ہے۔ جنوبی پنجاب کے لئے ییلو کیب سکیم میں 40 فیصد کوٹا مختص کیا گیا ہے اس پر میں وزیر اعلیٰ کا جنوبی پنجاب کی عوام کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنوبی پنجاب آبادی کا 32 فیصد ہے لیکن انہوں نے 40 فیصد کوٹا دیا ہے۔ ایک لاکھ ہنر مند افراد جو تھوڑا بہت ہنر رکھتے ہیں ان کی بحالی کے لئے، ان کے روزگار کے لئے، ان کی تنگ دستی دور کرنے کے لئے، ان کا چولہا جلانے کے لئے، ان کے بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے 20 ہزار روپے تک بلا سود قرضے دیئے جا رہے ہیں میں اس بات پر بھی وزیر اعلیٰ اور اس کی فنانس ٹیم کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

محترم وزیر اعلیٰ پنجاب جنہوں نے بے گھر افراد جن کے پاس اس آسمان کے علاوہ اور کوئی چھت نہیں ہے ایسے بے گھر اور بے زمین افراد کو پانچ مرلہ کے مفت پلاٹ دیئے ہیں۔ جن کے پاس سر چھپانے کے

لئے چھت نہیں تھی ان لوگوں کو 50ہزار پلاٹ الاٹ کئے گئے ہیں۔ میں آپ کے توسط سے یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ اس سکیم کو شہروں کی حد تک بھی بڑھایا جائے، شہروں میں بھی غریب لوگ بستے ہیں تاکہ 50ہزار کی بجائے ایک لاکھ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں۔ ہماری گورنمنٹ نے غریبوں اور متوسط طبقے کی امداد کے لئے 21۔ارب روپے کی خطیر رقم رکھی ہے۔ انشاء اللہ اس سے ملک میں بے روزگاری ختم ہو گی اور پنجاب روزگار سکیم کے تحت جو نوجوان بے راہ روی کا شکار ہیں، غلط راستوں کی طرف چل نکلے ہیں انشاء اللہ اس سے ان پر مثبت اثر ہو گا اور وہ اس سوسائٹی میں اپنا مثبت کردار ادا کریں گے۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب کا مشکور ہوں جنہوں نے چولستان کی development کے لئے 38کروڑ اور لائیو سٹاک کی development کے لئے 40کروڑ روپے رکھے ہیں۔ جنوبی پنجاب کی جو چھوٹی چھوٹی محرومیاں تھیں اب ان کے ختم ہونے کا وقت آگیا ہے۔

جناب سپیکر! میں مختصراً یہ عرض کروں گا کہ یہ جو بجٹ پیش ہوا ہے اس سے بہتر، اس سے غریب دوست، بے روزگار دوست بجٹ پہلے نہیں پیش کیا گیا۔ اس سے بے روزگاری ختم ہو گی، غریبوں کے درد کے فاصلوں میں کمی ہو گی۔ اس کے لئے میں وزیر اعلیٰ پنجاب اور ان کی ٹیم کا جنوبی پنجاب کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور مشکور و ممنون بھی ہوں کہ پنجاب کی تاریخ میں آج تک جنوبی پنجاب کے لئے 70۔ارب روپیہ نہیں رکھا گیا۔ 32فیصد جو ہمارا حق بنتا تھا آج تک کسی نے نہیں دیا۔ آپ نے جنوبی پنجاب کو اس کا حق دیا ہے، جنوبی پنجاب کے بے سروسامان، بے دست و پا، غریب اور بغیر چھت والے لوگوں کے سروں پر ہاتھ رکھا ہے اس کے لئے ہم آپ کے مشکور ہیں اور آپ کی اس جدوجہد کو سلام پیش کرتے ہیں۔ آخر میں وزیر اعلیٰ صاحب کے لئے میری یہ دعا ہے کہ:

تُو محنت کر تے محنت دا صلہ جانے خدا جانے
تُو ڈیوا بال کے رکھ چا ہوا جانے خدا جانے
ایہہ پوری تھیوے نہ تھیوے مگر بے کار نیئں ویندی
دعا شاکرؔ تُو منگی رکھ دعا جانے خدا جانے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، احمد حسین ڈیہر صاحب!

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! شکریہ۔ آپ نے مجھے ٹائم دیا، میرے بھائی نے ابھی بہت ہی جذباتی اور خوبصورت تقریر کی ہے، sorry بجٹ پیش کیا ہے۔ مجھے تو ایسے لگ رہا تھا کہ شاید یہ الیکشن کے

جلسے سے خطاب کر رہے ہیں اور ابھی ہم سے ووٹ مانگیں گے کہ ہمیں ووٹ دیں۔ابھی الیکشن کو تو بہت دیر ہے اور اس کی تیاری بھی بعد میں ہونی ہے۔ ہم جو جنوبی پنجاب کے لوگ ہوتے ہیں کافی بھولے واقع ہوئے ہیں اور میرے بھائی بھی انہی میں سے ایک ہیں۔ یہ سمجھ رہے ہیں کہ بجٹ کی کتاب میں جو کچھ لکھا ہوا ہے 70۔ارب روپے اور یہ سب کچھ اس سے ہماری قسمت بدل جائے گی،آپ دیکھئے گا کہ ہماری قسمت پر کیسے ڈاکا پڑتا ہے اور اگلے بجٹ میں دیکھئے گا کہ 70۔ارب روپے میں سے خرچ کتنے ہوئے اور باقی کتنے بچے۔ اپنے بھائی کی تقریر سُننے کے بعد دِل تو چاہ رہا ہے کہ میں وفاق اور صوبے کے اوپر بات کروں کہ صوبے نے کیا کیا اور وفاق نے کیا کیا ہے ؟ وفاق نے کیا اچھے کام کئے ہیں اور صوبے نے کیا اچھے کام نہیں کئے۔ ہم جب یہاں آتے ہیں تو ہمارا کیا مقصد ہوتا ہے، کیا ہمارا مقصد یہی ہوتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کو پڑ جائیں اور ایک دوسرے کے ساتھ لڑائیاں کریں یا غریب لوگ جو ہمیں منتخب کر کے بھیجتے ہیں ان کے مسائل پر بھی کوئی بات کی جائے ؟آج میں جو بجٹ تقریر کر رہا ہوں میں چاہتا ہوں کہ میں آپ کے سامنے اس کو نئے انداز میں پیش کروں اور اس میں یہ نہ کہوں کہ پنجاب حکومت نے یہ غلط کام کیا ہے، یہ پنجاب حکومت کی خامی ہے، پنجاب حکومت اس کی موردِ الزام ہے۔ ہمیں چاہئے کہ مخالفت برائے مخالفت کرنے کی بجائے اسی بات کو مثبت طریقے سے پیش کر کے ایک دوسرے کی اصلاح کریں، میں اس طرح کی تقریر کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر! میں سب سے پہلے یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ اس دور سے پہلے جب جمہوریت کا آغاز ہوا تھا تو شاید اس وقت ڈنڈے کھانے اور قربانیاں دینے والے ہم اکٹھے تھے اور آج شاید وقت نے ہمیں علیحدہ کر دیا ہے۔(شور وغل)

Sir! I want order in the House.

MR DEPUTY SPEAKER: Order in the House.

جناب احمد حسین ڈیہر: میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم سب لوگ بیٹھ کر یہ سوچیں کہ کیا ہم یہاں اقتدار کی رسہ کشی کے لئے آئے تھے یا عوام کی بھلائی کے لئے آئے تھے ؟ اگر ہم اقتدار کی رسہ کشی کے لئے آئے ہیں تو میرے بھائی نے جو تقریر کی ہے بہت خوبصورت تقریر تھی۔ ہم ایک دوسرے کے اوپر کیچڑ اُچھال کر واپس جا سکتے ہیں۔ ہمارے لیڈر بھی ہمیں شاباش دیں گے کہ بڑی اچھی تقریر کی ہے لیکن میرے خیال میں ہم اپنی عوام کے ساتھ بد دیانتی کریں گے۔آج میں وہ بات کرنا چاہتا ہوں جس میں صرف اور صرف عوام کا ذکر ہو۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اصل میں سازش کون کر رہا ہے، اصل میں وہ

کون ہے جس نے غریب کو اس دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے کہ اب اس غریب کا جینا دوبھر ہو گیا ہے۔ فیڈرل گورنمنٹ اور پنجاب گورنمنٹ کے مقابلے سے ہٹ کر سب سے پہلے میں یہ مطالبہ کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے ایک پولیٹیکل لیڈر ہونے کی حیثیت سے یہاں پر جو احکامات صادر کئے اور اسمبلی میں ہم نے عوام کے مفاد کے لئے جو بھی کام کئے ہیں اس پر کس حد تک implementation ہوئی ہے، عوام کو وہ مفادات کس حد تک پہنچے ہیں؟ میں on the floor of the House یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی سیاسی قوتوں کو ناکام کر رہا ہے تو وہ بیوروکریسی ہے اس لئے کہ ہمارے جو مسائل ہیں اور ہمارے وزیر اعلیٰ کے جو اقدامات ہیں یا جو اسمبلی کے orders ہیں ان کی implementation نہ کر کے ہمیں فیل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس سازش کے متعلق میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ:

Let us focus on the failure of implementing agencies.

جو agencies implementation کرنے میں ناکام ہو جاتی ہیں آج ہم اس پر بات کرتے ہیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے یہاں بہت خوبصورت باتیں کی ہیں، میں دعا تو کر رہا تھا کہ ان کے سامنے ہی میری تقریر کی باری آ جائے شومئی قسمت ایسا نہ ہو سکا۔ میں ایک بات ضرور کرنا چاہتا ہوں کہ کچھ ایسی سکیمیں ہیں جو عوام کے مفاد میں تھیں، ہمارے ہاں سستی روٹی پر بڑی تنقید ہوتی ہے، فوڈ سپورٹ پروگرام پر بھی بے حد تنقید ہوتی ہے میری اس میں رائے تھوڑی سی مختلف ہے کہ اگر کسی غریب کو جیسے ایک غریب آدمی بھٹے پر کام کر رہا ہے اس کو اگر وہاں سے کھانے کے لئے -/2 روپے کی روٹی مل جائے تو میرے خیال میں ہم میں سے ہر کوئی خوش ہو گا۔ اسی طرح اگر فوڈ سپورٹ پروگرام شروع کیا گیا اور آج بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کامیابی سے چل رہا ہے تو ہمیں اس پر بھی خوش ہونا چاہئے اس لئے کہ وہ غریب کے فائدے کے لئے ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ دیکھنا کیا چاہئے؟ دیکھنا یہ چاہئے کہ سستی روٹی پروگرام ناکام کیوں ہوا، اگر ہم یہاں بحث کریں تو بجائے اس کے کہ ہم کہیں کہ مسلم لیگ (ن) فیل ہو گئی، ہم یہ کہیں کہ سیاست دان جو اس جدوجہد کے لئے آئے تھے کہ غریبوں کو ان کا حق دیں گے ہم فیل ہو گئے ہیں۔ ہمیں فیل کرنے والا کون ہے؟ ہمیں فیل کرنے والی یہ بیوروکریسی ہے جس نے اس سستی روٹی کے پیسے کو اپنی اقرباء پروری پر خرچ کیا اور اپنے دوستوں کو نوازنے پر لگا دیا جس کی وجہ سے یہ سکیم ناکام ہو گئی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

آج میں اسی بات کو آگے بڑھاتا ہوں آپ ییلو کیب سکیم لا رہے ہیں، ییلو کیب اچھی سکیم ہے، ییلو کیب جب کل کو چلے گی اس پر آپ کا نام لکھا ہو گا، آپ کا رنگ بنا ہو گا پتا چلے گا کہ آپ کی یہ گاڑی

جارہی ہے لیکن میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ییلو کیب پہلے کیوں ناکام ہوئی ؟جب سستی روٹی کو ہم کامیاب نہیں کر سکے تو یہی انتظامیہ ییلو کیب کو کیسے کامیاب کرے گی ؟ ہم نے خود دیکھا کہ جن کی چار چار گاڑیاں ہوتی تھیں بچوں کو سکول لانے لے جانے کے لئے وہ یہی گاڑیاں لیتے تھے۔ وہی خامیاں اگر ہم دوبارہ لے کر آتے ہیں، میں یہ بات اس لئے نہیں کہہ رہا کہ میں پنجاب حکومت کی مخالفت کر رہا ہوں میں یہ بات اس لئے کہہ رہا ہوں کہ یہ انتظامیہ ،یہ بیوروکریسی اس پر عملدرآمد نہیں کرا سکتی۔ اس سے بہت بڑا گھاٹا ہو گا۔

اس کے بعد میں آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کی طرف آتا ہوں۔ بہت اچھی سکیم ہے شہید ذوالفقار علی بھٹو نے 5 مرلہ سکیم شروع کی آج اس کی تقلید میں یہ سکیم دی جا رہی ہے لیکن کل ہمارے ایک ایم پی اے بھائی احسان الحق نولاٹیا صاحب نے request کی تھی کہ اس پر ایک کمیٹی بنا دی جائے ، میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی کرپشن ہے ، میں کہتا ہوں کہ یہ بہت اچھی سکیم ہے ، یہ سکیم ہونی چاہئے لیکن شرط یہ ہے کہ اگر آپ کا کوئی فاضل ممبر اس میں کرپشن کی نشاندہی کر رہا ہے اور وہ کل سے آپ کو کہہ رہا ہے کہ اس پر ایک کمیٹی بنا دیں اگر آپ کرپشن نہیں چاہتے تو پھر اس پر کمیٹی کیوں نہیں بن رہی ؟ کمیٹی بنائیں اور سیاسی مخالفت کی بجائے صرف غریب کے فائدے کے لئے اس کا کوئی حل نکالیں۔ ہر چیز کا حل موجود ہے۔

اس کے بعد دانش سکول کی طرف آ جائیں۔ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے بہت خوب صورت بات کی میں متفق ہوں، ہر کسی کی اپنی رائے ہے میں اپنی رائے دے سکتا ہوں اگر امیر کا بچہ ایچی سن میں جا سکتا ہے تو غریب کا بچہ دانش سکول میں کیوں نہیں جا سکتا؟ بالکل جانا چاہئے۔ اس کا بھی دانش سکول میں جانے کا حق ہے لیکن وسائل کیا ہیں ؟ان کا بھی کوئی حل سوچیں۔ آئیے ہم مل بیٹھ کر ان کے بارے میں سوچتے ہیں میرا سوال یہ ہے کہ اگر دانش سکول بنایا گیا ہے غریب کا بچہ اگر اس میں چلا جائے گا، مجھے یہ بھی بتائیں جب غریب آدمی نے وہاں پر جانا ہے وہ تو بسوں میں جائیں گے سائیکل پر جائیں گے تو وہاں پر ایک ہزار گاڑیوں کی پامبرگ کی کیا ضرورت تھی؟ DCO کے فنڈ میں ایک ہزار گاڑیوں کی پامبرگ کے پیسے کیوں بھیجے گئے؟ میرا سوال یہ ہے کہ ایک ہزار گاڑیوں کی پامبرگ کے لئے بیوروکریسی کو یہ سب کچھ کیوں کھلایا گیا اور ان کے سسٹم کو pre audit کیوں نہیں رکھا گیا، وہ پیسے ان کے اکاؤنٹ میں کیوں بھیج دیئے گئے ، اس کرپشن کا کون جواب دے گا؟ میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اس دانش سکول کے نقشے جو بار بار بنائے گئے وہ پرائیویٹ طور پر بار بار پیسے دے کر کیوں بنوائے گئے ؟ پنجاب

حکومت کے Architecture Department پر اعتماد کیوں نہیں کیا گیا اور آپ نے وہاں پر جو افسران رکھے ہیں وہ سارے کے سارے ریٹائرڈ ملازمین ہیں جبکہ سپریم کورٹ نے کہا ہے کہ ریٹائرڈ ملازمین کو رکھنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اس کے بعد میں یہ عرض کروں گا کہ موبائل ہیلتھ کیئر کا منصوبہ لایا جا رہا ہے۔ یہ بھی اچھا منصوبہ ہے ہونا چاہئے، میں اسے تسلیم کرتا ہوں کہ اگر ایک غریب آدمی کے پاس جہاں سکولوں اور ہسپتالوں کی کمی ہے وہاں پر ہسپتال نہیں بنے ہوئے اور میں یہ بھی آپ کو بتا دوں کہ جو ہسپتال یا BHUs بنے تھے وہ ایسے علاقوں میں بنے تھے جن علاقوں میں لوگ زمین نہیں دیتے تھے لہذا وہ BHUs آبادیوں سے دور بنے ہوئے ہیں۔فنی نقطہ نظر سے وہ صحیح نہیں ہیں اگر موبائل ہیلتھ کیئر غریبوں کی بستیوں میں پہنچ جاتی ہے تو اس سے اچھی کوئی بات نہیں ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس موبائل ہیلتھ کیئر کا کیا بنے گا وہ تو کہتے ہیں کہ اس کے ایک کلو میٹر سفر پر اتنا خرچ آ جاتا ہے جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا اور اس کے بعد جن آدمیوں نے اسے look after کرنا ہے وہ اس میں سے Ultrasound کی مشینیں تو اٹھا کر نہیں لے جائیں گے؟ ہم نے کہا کہ tertiary hospital میں دوائیاں مل رہی ہیں، BHUs میں دوائیاں مل رہی ہیں چھ مہینے ملتی رہیں مگر آج پھر نہیں مل رہیں کیا اس میں سے بھی تو دوائیاں نہیں اٹھالی جائیں گی؟ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ کام اچھے ہیں، ہونے چاہئیں اور میں اس لئے بھی تنقید نہیں کر رہا کہ پنجاب حکومت غلط کر رہی ہے، ٹھیک کر رہی ہے لیکن اس ٹیم کے لئے کچھ کیا جائے،اس بیوروکریسی کے لئے کچھ کیا جائے جو ہمارے سیاست دانوں کی تمام positive schemes کو اپنی کرپشن سے ناکام بنا دیتے ہیں۔

جناب سپیکر!اس کے بعد میں ایک اہم ترین issue کی طرف آنا چاہتا ہوں کہ ہمارا جو یہ House august ہے یہ ایک بہت ہی متبرک اور august House ہے اور 371 ممبران یہاں بیٹھتے ہیں۔ ہم عوام کے نمائندے ہیں ہماری ایک authority ہے اس اسمبلی کا ایک وقار ہے۔یہاں پر جب بجٹ پیش کیا جاتا ہے تو ہر سال اس بجٹ کو ہم سے approve کرایا جاتا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم سے جو بجٹ approve کرایا جاتا ہے اس کی اتنی اہمیت ہوتی ہے کہ شاید جب وہ approve ہو جائے اس کے بعد وزیراعلیٰ صاحب بھی اس approval کو reject نہیں کر سکتے۔اس کی اتنی اہمیت ہوتی ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ جب ترقیاتی بجٹ منظور ہو جاتا ہے تو اس منظور شدہ ترقیاتی بجٹ کو پھر تبدیل کیوں کر دیا جاتا ہے؟ یہ میرا ایک بہت بڑا اور اہم سوال ہے جس کے لئے میں نے اس دن بھی آپ سے

ruling مانگی تھی آج پھر میں آپ کو یاد دلاؤں گا اور آپ نے مجھ سے وعدہ بھی کیا تھا کہ اس اجلاس میں آپ ruling دیں گے۔ آج میں اس کو elaborate کرنا چاہتا ہوں۔ میری گزارش یہ ہے کہ House سے جب وہ schemes approve ہو جاتی ہیں تو approval کے بعد سب سے پہلے اس میں کیا خوبصورتی کی جاتی ہے کہ اس پر cut لگا دیئے جاتے ہیں۔ میں اس کی مثال آپ کو اس طرح سے دینا چاہوں گا کہ ہیلتھ کے لئے پچھلے سال 14۔ارب روپے رکھے گئے پھر cut لگا کر 8۔ارب روپے کر دیئے گئے۔ اس دفعہ پھر 14۔ارب روپے کر دیئے گئے۔ اب اس دفعہ انہوں نے عوام کو اضافہ کیا دکھایا ہے کہ اس میں 80 فیصد اضافہ کر دیا گیا ہے۔ پچھلے بجٹ میں 14۔ارب روپے اس بجٹ میں بھی 14۔ارب روپے بعد میں cut لگا کر کم کر دیا اب اسی کو 80 فیصد کا اضافہ دکھا دیا گیا ہے۔ اس کی سمجھ نہیں آ رہی، دماغ سے بات سمجھ نہیں آ رہی۔ عوام نے جب اخبار پڑھا اس نے کہا کہ پنجاب حکومت نے کمال کر دیا 80 فیصد ہیلتھ کے اخراجات بڑھا دیئے لیکن اصل میں تو پچھلے بجٹ میں بھی 14۔ارب روپے ہے اور اس دفعہ بھی 14۔ارب روپے ہے۔ کہاں سے بڑھے؟

رانا محمد افضل خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! یہ غلط کہہ رہے ہیں۔

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب والا! یہ سننے کا حوصلہ رکھیں۔ میں آپ پر تنقید نہیں کر رہا، میں بیوروکریسی کی بات کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ مہربانی فرما کر Chair کو address کریں۔

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! میں بیوروکریسی کی بات کر رہا ہوں جس کے ہاتھوں میں ہم سیاست دان کھیل رہے ہیں۔ اسی طرح تعلیم میں اضافہ 72 فیصد، سوشل ایجوکیشن میں 59 فیصد، ہائر ایجوکیشن میں 60 فیصد، سپیشل ایجوکیشن میں ایک ہزار فیصد اس میں پہلے 5 کروڑ روپے مختص کئے گئے پھر اس کو 4 کروڑ روپے کیا اور پھر اس کے بعد اس کو 5 کروڑ روپے کر دیا گیا۔ اب اسی طرح شرح خواندگی میں 131 فیصد اضافہ دکھایا گیا ہے، محکمہ آبپاشی میں 45 فیصد اضافہ دکھایا گیا ہے، زراعت میں 123 فیصد فاریسٹ وائلڈ لائف فشریز میں 46 فیصد اور فوڈ میں 24 سو فیصد اضافہ دکھایا گیا ہے۔ کس طرح؟ پچھلے سال پہلے 20 کروڑ روپے رکھا گیا ہے اس پر 9 کروڑ روپے cut لگ گیا اب 23 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ اس میں انہوں نے 24 سو فیصد اضافہ دکھا دیا ہے۔ انوائرنمنٹ پر 153 فیصد، پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ تو بادشاہ محکمہ ہے۔ میں پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کی کیا بات کروں، پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ زندہ باد، میں کہتا ہوں کہ یہ ہمارے ڈویلپمنٹ پروگراموں کا قبرستان ہے۔ ان کی قابلیت یہ ہے کہ جہاں

اس وقت ان کا اپنا دفتر بنا ہوا ہے وہ اتنا پرانا نہیں بلکہ آج سے پانچ دس سال پہلے کا بنا ہوا ہے انہوں نے اپنی بلڈنگ کی پا ممبر گ نہیں رکھی، جس نے پورے صوبہ پنجاب کی پلاننگ کرنی ہے اس کی اپنی بلڈنگ کی پا ممبر گ نہیں ہے۔اس نے ہماری کیا پلاننگ کرنی ہے؟ صرف یہی نہیں میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کا کام کیا ہے؟ ان کا کام یہ ہے کہ انہوں نے پلاننگ کرنی ہے 09-2008 کے بجٹ میں فیصل آباد، گوجرانوالہ اور اس طرح کے سات بڑے بڑے شہروں کے ماسٹر پلان ADP میں منظور کر کے اس کا پی سی۔1 جمع کروا دیا گیا وہ منظور ہو گیا اور اس کے لئے فنڈز جاری ہو گئے اور ملتان میں اس پر کام بھی شروع کر دیا گیا۔چھ سات بڑے شہروں کے ماسٹر پلان پر کام شروع کر دیا گیا اور ان پر ایک سال کام ہوا لیکن دوسرے سال چیئر مین پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ نے کہا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور انہوں نے اس پلان کو پچھلے سال اور اس سال کے ADP سے بھی نکال دیا۔جن کی ذمہ داری پلاننگ کرنا ہے انہوں نے سات بڑے شہروں کا منظور شدہ ماسٹر پلان ہی ADP سے نکال دیا، یہ ہماری ADP ہے۔
اس کے بعد آپ دیکھیں کہ پچھلے سال Access of Justice کے لئے پانچ کروڑ روپیہ دیا گیا پھر اسے بڑھا کر 47 کروڑ کر دیا گیا لیکن اس سال اس کے لئے ایک پیسا بھی نہیں رکھا گیا۔یہ کیسی پلاننگ ہے کہ پہلے پانچ کروڑ دیتے ہیں پھر 47 کروڑ کر دیتے ہیں پھر اس سال اس کے لئے ایک پیسا بھی نہیں رکھا گیا۔

جناب سپیکر! میں جناب سے استدعا کر رہا تھا کہ ہماری مرضی سے ساری سکیمیں منظور ہوتی ہیں اور ان سکیموں کی منظوری کے بعد جب ان پر cut لگ جاتے ہیں یا انہیں take up نہیں کیا جاتا مجھے اس پر آپ کی رولنگ چاہئے کہ کیا یہ criminal negligence نہیں ہے؟ جب یہ اپنے غیر ترقیاتی اخراجات منظور کرواتے ہیں تو وہ ہم سے ضمنی بجٹ میں منظور کروا لیتے ہیں اور جب یہ ترقیاتی اخراجات پر cut لگاتے ہیں تو انہیں یہ اسمبلی میں کیوں نہیں لے آتے، یہاں پر انہیں discuss کر کے اسے کیوں نہیں پاس کیا جاتا؟ Non Development Funds کے سلسلے میں اس دفعہ تزئین و آرائش پر پابندی لگا دی گئی ہے میرا سوال یہ ہے کہ اگر تزئین و آرائش پر کوئی کمرہ بنانا ہے، کوئی جگہ گر گئی ہے اسے بنانا ہے تو اس پر پابندی کا کوئی جواز نہیں بنتا۔اگر آپ نے پابندی لگانی ہے تو میں بتاتا ہوں کہ سب سے زیادہ پیسا ان افسر شاہی کے پٹرول پر خرچ ہوتا ہے یہ پٹرول پر اربوں روپیہ لگاتے ہیں اسی طرح یہ جو گاڑیاں استعمال کرتے ہیں ان کی maintenance پر پیسے لگاتے ہیں پھر یہ آفیسر سٹیشنری پر پیسا لگاتے ہیں۔میں آپ کو صرف مسائل نہیں بتا رہا بلکہ آج ان کا حل بھی بتاؤں گا کہ اگر آپ پٹرول کا مسئلہ حل کرنا چاہتے ہیں تو ہر آفیسر کو گریڈ یا اس کے استعمال کے مطابق اس کی تنخواہ میں ہر مہینے پٹرول الاؤنس شامل کر

دیا جائے اس کے بعد جو گاڑیوں کی maintenance ہے جب ایک آفیسر آتا ہے تو دس سال کے لئے اسے ایک گاڑی دے دی جائے پھر وہ اسے جیسے مرضی استعمال کرے آپ اسے دس سال کے بعد اس کی maintenance کے لئے اسے سالانہ دس یا پندرہ ہزار روپے دے دیں۔آپ کا جو اربوں روپیہ پٹرول اور maintenance میں جاتا ہے وہ بچ جائے گا، آفس سٹیشنری کے لئے ٹینڈر سسٹم کیا جائے کیونکہ یہ 50/-روپے کا رجسٹر 200/-روپے میں لیتے ہیں۔اس کے بعد ان کے یوٹیلٹی بل ہمیشہ hidden ہوتے ہیں، اگر آپ ان کے یوٹیلٹی بل لے لیں تو وہ اتنے زیادہ ہیں کہ اگر آپ انہیں بجٹ میں لے آئیں تو آپ کا سارا بجٹ ان کے یوٹیلٹی بلز میں چلا جائے گا لہذا ان کے یوٹیلٹی بلز میں بھی کوئی check ہونا چاہئے ہمیشہ pre budget session ہوا کرتا ہے اور مجھے اس بات کا فخر ہے کہ میں نے ہی جون 2008 میں یہ تجویز دی تھی کہ pre budget session ہونا چاہئے اور پھر 2009 سے pre budget session ہو رہا ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ pre budget session میں ہماری کوئی ایک تجویز بھی اس قابل نہیں سمجھی جاتی کہ اس پر عمل کیا جائے یا اسے بجٹ میں شامل کیا جائے۔

جناب سپیکر! ابھی میرے ایک بھائی نے بہت شور مچایا اور بہت باتیں کیں کہ جنوبی پنجاب پر تو آپ کو اتنا کچھ مل گیا ہے کہ آپ کی زندگی بدل جائے گی، آپ کی محرومیاں دور ہو جائیں گی، انہوں نے بہت خوبصورت تقریر کی اس کے ساتھ بڑا جذبہ آیا لیکن میرا سوال یہ ہے کہ اس دفعہ جو 70 بلین روپے کا اعلان کیا گیا ہے اللہ کرے جنوبی پنجاب کو یہ 70 بلین روپے ملیں مگر سوال یہ ہے کہ last year چھ بلین روپے کا اعلان کیا گیا تھا بعد میں پتا چلا کہ ہمیں اس 6 بلین روپے میں سے 2 بلین روپے ملے گا لیکن آج تک اس سے بھی ایک روپیہ نہیں ملا۔ ہمارے جنوبی پنجاب کی میٹنگ ہوئی تو اس میں وزیر اعلیٰ صاحب ملتان تشریف لائے تو انہوں نے جنوبی پنجاب کے تمام ایم پی ایز کو اکٹھا کر کے کہا کہ آپ سکیمیں دیں تو ہر ایم پی اے نے کہا کہ ہم سکیمیں دینے کے لئے تیار ہیں لیکن 6۔ارب روپے میں سے ہمارے حلقے میں اتنے اتنے پیسے دے دیں۔وزیر اعلیٰ صاحب نے بڑا mind کیا اور انہوں نے کہا کہ آپ لوگ collective بات کریں میں نے کہا کہ بہت اچھی بات ہے ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب جو کہہ رہے ہیں I agree with him میں تجویز دیتا ہوں آپ اس تجویز کو Ok کر دیں تو ہمارا بڑا فائدہ ہو گا۔میں نے وہاں تجویز دی کہ Cornea Transplant Centre اور ساتھ disable کا Rehabilitation Centre بنائیں اور میں نے offer کی کہ اس کے لئے زمین بھی میں دوں گا۔میری زندگی کا یہ مشن ہے کہ میں Cornea اور disables پر کام کروں، زمین دینے پر مجھے بڑا appreciate کیا گیا، جن لوگوں

نے مجھے appreciate کیا ان کی مہربانی ہے۔اس کے لئے فنڈز مختص ہو گئے اور اس کا پی سی۔1 بھی شروع ہو گیا لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ (ن) لیگ کے ایک سینئر لیڈر نے مجھے کہا کہ ہم یہ نہیں بنا سکتے، میں نے کہا کہ کیوں نہیں بنا سکتے؟ میں تو اس میں صرف اپنے ایک مشن کے تحت کام کر رہا ہوں اس کے علاوہ تو کچھ نہیں۔انہوں نے کہا کہ تم اس سے سیاسی فائدہ اٹھاؤ گے اس لئے ہم نہیں بناتے، مجھے بڑا دکھ ہوا۔میں وزیر اعظم صاحب کے پاس گیا اور انہیں request کی اور اب ہم وزیر اعظم سے help لے کر QUICKA کے ذریعے funding کروا کر وہی کام کروا رہے ہیں لیکن پنجاب میں جو فنڈ منظور ہوا تھا وہ آج بھی ویسے ہی پڑا ہے۔پھر اس کے بعد مجھے یہ کہا گیا کہ ٹھیک ہے ہم یہ نہیں بناتے لیکن وہاں پر آج سے پانچ سال پہلے سے گھوارا کی نئی بلڈنگ بنی ہوئی ہے اور وہ خالی پڑی ہے فیصلہ یہ ہوا کہ Cornea Transplant کو ادھر shift کر دیا جائے گا۔اب تو ہم ویسے ہی وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ نہیں جا سکتے کہ ہم اپوزیشن میں آ گئے ہیں لیکن جب ہم اکٹھے ہوتے تھے تو میں بھاگ بھاگ کر تھک گیا اور میں ہر وقت وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ میں منت کر رہا ہوتا تھا کہ خدا کے لئے آپ اور کچھ نہ کریں آپ اسے ادھر ہی shift کر دیں اور وہ بلڈنگ آج بھی خالی پڑی ہے لیکن ابھی تک وہ ہسپتال وہاں shift نہیں ہوا۔

جناب سپیکر! جنوبی پنجاب کی محرومی یہیں ختم نہیں ہو جاتی میں آج یہاں آپ کو ایک بہت دکھ بھری بات بتانا چاہتا ہوں کہ جب آپ یہ feel کریں کہ یہ میرے مسائل ہیں تو پھر آپ کو سمجھ آئے گی۔وہاں ملتان انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی ہے اس وقت وہاں دس ہزار دل کے مریضوں کی pending list ہے اور وہ انتظار میں بیٹھے ہیں کہ ہماری باری آئے۔ملتان انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں بلوچستان کے علاقے سے لوگ آتے ہیں، سندھ سے لوگ آتے ہیں، سرحد سے بھی کچھ لوگ آتے ہیں اور جنوبی پنجاب کے لوگ بھی آتے ہیں۔اب بیسویں صدی ہے لیکن جنوبی پنجاب کی بدقسمتی دیکھیں اور یہ کہتے ہیں کہ صوبہ بھی نہ مانگیں۔وہاں جب مریض آتے ہیں تو ڈاکٹر اسے دیکھتے ہیں اگر مریض بچنے والا نہیں ہے تو اسے کہتے ہیں کہ لے جاؤ اور جس کے بچنے کی امید ہو اسے ہسپتال میں رکھتے ہیں۔اس سے بڑی بدقسمتی کیا ہے، ہم کس بات پر فخر کر رہے ہیں کہ ہم نے کیا کر لیا ہے؟ میں افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ جب ایک مریض وہاں آتا ہے اور ڈاکٹر اسے کہتے ہیں کہ یہ نہیں بچ سکتا تو اس کے گھر والے اسے گھر لے جاتے ہیں اور اس کی موت کا انتظار کرتے ہیں۔میں پوچھتا ہوں کہ کہاں گئیں یہ حکومتیں، ہم نے عوام کو کیا دیا ہے؟ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ پنجاب نے بلکہ میں کہہ رہا ہوں کہ ہم نے مل کر دینا تھا لیکن آج ہم مل کر کیوں نہیں چل رہے، آج ہمیں کیوں علیحدہ کر دیا گیا ہے، جب اس اقتدار سے پہلے اکٹھے تھے

اور جب ڈنڈے اکٹھے کھاتے تھے تو آج ہم نے مل کر عوام کو deliver کیوں نہیں کیا؟ ہم جواب دینے والے ہیں، ہمیں عوام اور خدا کو بھی جواب دینا ہے۔ آج جو باتیں کر رہا ہوں میں نے ان کے بارے میں پہلے کہا ہے کہ میں کسی پر hit نہیں کر رہا۔ ہم نے لوگوں کو deliver کرنا تھا اور اس بیوروکریسی کی وجہ سے ہم deliver نہیں کر سکے۔ یہ صرف اپنی افسر شاہی کے لئے غیر ترقیاتی بجٹ منظور کراتے ہیں اور ہمیں لوگوں کے کام نہیں کرنے دیتے۔

جناب سپیکر! بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی۔ ہمارے علاقے میں ایم۔ڈی۔اے کے لئے فنڈز دیئے گئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ملتان میں ایم ڈی اے کو 10 کروڑ روپے دیتے ہیں لیکن مشروط دیں گے۔ فیصل آباد کو 10 کروڑ روپے as a grant دیئے گئے جب ملتان کی باری آئی تو کہا گیا کہ ہم آپ سے 14 فیصد loan لیں گے۔ اس طرح ایم ڈی اے کے 70 کروڑ روپے یہاں منگوا لئے گئے اور آج تک واپس نہیں کئے گئے۔ اسی کے interest سے وہاں پر تنخواہیں دی جا رہی تھیں۔

جناب سپیکر! میں اچھی باتیں بھی ضرور کروں گا اور میں بالکل بے ایمانی نہیں کروں گا۔ میں نے بجٹ کی کتاب سے پڑھا ہے کہ ملتان، بہاولپور، فیصل آباد، ڈی۔جی خان اور سیالکوٹ میں خواتین کی یونیورسٹیاں قائم کرنے کے لئے 1500 ملین روپے رکھے گئے ہیں۔ میں اس پر حکومت پنجاب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ اس 1500 ملین روپے کو 150 ملین نہ کر دیجئے گا۔ یہ بیوروکریسی 150 ملین روپے سے بھی کم کر کے اسے 1.50 ملین روپے کر دے گی۔ لہذا مہربانی کر کے 1500 ملین روپے ہی رہنے دیجئے گا اور ان پیسوں کو تمام یونیورسٹیوں میں برابر خرچ کیا جائے۔ اگلے بجٹ میں پھر اس پر بات ہو گی کہ آیا ایسا ہوا یا نہیں اور میرے بھولے بھائی عبدالوحید چودھری صاحب کو پھر پتا چلے گا کہ ہمیں کچھ ملتا ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر! میرے بھائی صاحب نے وزیراعظم پیکج کا حوالہ دیتے ہوئے انہیں خراج تحسین پیش کیا ہے اور انہوں نے بعد میں جو کچھ کہا میں اس کا ذکر نہیں کرتا کیونکہ اس طرح بات پھر مخالفت میں چلی جائے گی۔ میرے بھائی! آپ کا شکریہ کہ آپ نے وزیراعظم کو خراج تحسین پیش کیا ہے ہمیں آپ سے اتنی بھی امید نہیں تھی۔ وزیراعظم صاحب نے جنوبی پنجاب کے لئے جو کچھ کیا ہے وہ پاکستان کی تاریخ میں ہمیشہ سنہرے حروف میں لکھا جائے گا۔ یہاں کہا جاتا ہے کہ پنجاب اس کے ساتھ share کر رہا ہے۔ وزیراعظم نے 34 بلین روپے ایک پیکج کے تحت دیئے ہیں جس میں سے پنجاب کا share صرف ڈیڑھ بلین روپے ہے یعنی 34 بلین میں سے پنجاب کا share صرف ڈیڑھ بلین روپے ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈیہر صاحب! اب wind up کر لیں۔

جناب احمد حسین ڈیہر: آپ کمال کرتے ہیں۔ میرے ابھی 30 منٹ پورے نہیں ہوئے۔ جب مسلم لیگ (ن) کا کوئی آدمی بات کرتا ہے تو ان کا time ختم ہی نہیں ہوتا۔ ان کو رعایت دے دی جاتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ آپ دو منٹ میں wind up کر لیں۔

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! میں پنجاب کے share کے حوالے سے عرض کر رہا تھا کہ ہیڈ محمد والا میں پنجاب کا کوئی share نہیں ہے۔ موسیٰ پاک پُل میں پنجاب کا کوئی share نہیں اور اس کی وجہ سے لاہور سے کراچی اور میانوالی کی طرف سے ایک سو کلو میٹر کا سفر کم ہوا ہے۔ اس کے علاوہ sweet water میں پنجاب کا کوئی share نہیں ہے۔ بوسن روڈ سکیم federalize کر دی گئی جو کہ ایک main scheme تھی۔ میں افسوس کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ جناح چوک سے ملتان پبلک سکول تک ایک سکیم پچھلے دو سال سے A.D.P میں شامل تھی جبکہ اس سال اس سکیم کو A.D.P سے نکال دیا گیا ہے۔ اس سکیم کے حوالے سے ظلم یہ ہوا ہے کہ فیڈرل کا share بھی پنجاب وصول کر چکا ہے۔ پچھلی دفعہ 700 ملین روپے اس کی allocation تھی، رقم بھی allocate کر دی گئی لیکن اس سال P&D نے اس کو A.D.P سے نکال دیا ہے۔ آپ ہمارے جنوبی پنجاب کے ساتھ اس سے زیادہ اور کیا ظلم کریں گے؟ وہاں سیوریج مکمل ہو چکا ہے اور 2.5۔ارب روپے کی لاگت سے سوئی گیس لگ چکی ہے۔ پنجاب حکومت نے اس کے لئے صرف 300 ملین روپے جاری کرنے تھے لیکن اس رقم کو جاری کرنے کی بجائے انہوں نے اس سکیم کو A.D.P سے ہی نکال دیا ہے۔

جناب سپیکر! میں blocked allocation کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں کہ یہ blocked allocation کی کیوں روایت پڑ گئی ہے؟ اگر محکمہ P&D سکیمیں بنا کر نہیں دے سکتا تو پھر اس کو فارغ کر دیں۔ آپ کے ہر محکمے میں blocked allocation آئی پڑی ہے اور blocked allocation کی سٹوری کیا ہوتی ہے؟ میں اپنے بھولے بھائی صاحب کو بتانا چاہتا ہوں کہ 70۔ارب روپے جنوبی پنجاب کے لئے رکھے گئے ہیں۔ اب blocked allocation کی وجہ سے ایسا ہو گا ہے کہ زیادہ سے زیادہ 2 یا 3۔ارب روپے لگا کر باقی سارے پیسے blocked allocation کے ذریعے واپس آ کر لاہور کی سڑکوں پر خرچ ہو جائیں گے۔ اگلی دفعہ انشاء اللہ میں اس کے حقائق آپ کو بتا دوں گا۔

جناب سپیکر! سیلاب کی وجہ سے جو سکول تباہ یا ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئے تھے ان کے لئے وزیر اعلیٰ صاحب نے 3۔ارب روپے دیئے ہیں۔ آپ مجھے یہ بتا دیں کہ اس 3۔ارب روپے کی رقم میں

سے ہماری قابل P&D نے کتنے پیسے لگائے ہوں گے؟۔۔۔جناب! ایک روپیہ بھی نہیں لگایا گیا۔ پچھلی دفعہ ایک ارب روپے سائنس لیبارٹریوں کے لئے رکھے گئے تھے اس میں سے بھی ایک روپیہ خرچ نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! میں آپ کا اشارہ دیکھ رہا ہوں اس لئے میں اپنی بات کو sum up کرتا ہوں۔ اب میں ایک positive بات کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی میرے بھائی نے بات کی ہے کہ بے روزگار گریجویٹ کو 20 ہزار روپے دیئے جا رہے ہیں۔ بہت اچھی بات ہے، یہ پیسے ضرور دینے چاہئیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ درخواست بھی کروں گا کہ یہ 20 ہزار روپے کی رقم بہت کم ہے۔ آج کے دور میں 20 ہزار روپے کچھ بھی نہیں ہیں۔ میں آپ کو ایک تجویز دیتا ہوں کہ جس سے آپ کو یہ 20 ہزار روپے بھی زیادہ لگنے لگیں گے۔ میری تجویز یہ ہے کہ یہی پیسے بے روزگار گریجویٹ نوجوانوں کو دے دیں اور انہیں کہیں کہ اس رقم سے وہ شجر کاری کریں۔ نہروں اور سڑکوں کے ساتھ رقبے خالی پڑے ہیں۔ پنجاب کے بے شمار سرکاری رقبے خالی پڑے ہیں، ریلوے کی زمین بھی خالی پڑی ہے اس کے لئے وفاقی حکومت سے بات کی جا سکتی ہے۔ ان نوجوانوں کو 20 ہزار روپے دے دیں اور انہیں کہیں کہ آپ درخت لگائیں۔ پانچ سات سال بعد جب یہ درخت کاٹیں گے تو ان سے 20 ہزار روپے واپس لے لئے جائیں اور باقی پیسے وہ خود اپنے مصرف میں لے آئیں۔ اس طرح ملک سے لکڑی کی قلت ختم ہو سکے گی، ان لوگوں کو ایک اچھا روزگار میسر آ جائے گا اور آپ کا بے روزگار نوجوان بھی establish ہو جائے گا۔

جناب سپیکر! زرعی رقبے کے لئے پانی کی کمی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ ہمارے پاس زرعی رقبے تو موجود ہیں لیکن ان کو irrigate کرنے کے لئے پانی میسر نہیں ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں زیر زمین پانی کی سطح بہت نیچے چلی گئی ہے۔ لاہور میں بھی زیر زمین پانی کی سطح 500 فٹ نیچے چلی گئی ہے۔ میری یہ تجویز ہے کہ بڑے بڑے شہروں کے ارد گرد water reservoirs بنائے جائیں۔ ان water reservoirs سے زیر زمین پانی کی سطح بلند ہو جائے گی، جنگلی، آبی حیات کو فائدہ ہو گا، مشکل وقت میں آپ اس پانی کو نہروں کے ذریعے استعمال بھی کر سکتے ہیں اور اس طرح پانی ضائع بھی نہیں ہو گا۔ Waste Management کے لئے 350 ملین روپے کی رقم مختص کی گئی ہے جو کہ بہت کم ہے۔ اس رقم کو بڑھایا جائے۔

جناب سپیکر! ٹرانسپورٹ کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں کہ لاہور میں پانچ سے دس روپے تک کرایہ بڑھا دیا گیا ہے۔ میں درخواست کروں گا کہ کرایہ نامہ آویزاں کرایا جائے اور اسی کے

مطابق کرایہ کی وصولی ensure کی جائے۔ٹرانسپورٹ کے مالکان اپنی مرضی کے مطابق حکومت کی منظوری کے بغیر ہی کرایہ بڑھادیتے ہیں۔میری یہ تجویز ہے کہ ایک toll free line ہونی چاہئے جس پر مسافر کرایہ زیادہ وصول کرنے کی صورت میں فوری طور پر شکایت درج کرواسکیں۔بسوں اور ویگنوں میں کرایہ نامہ آویزاں کیا جانا چاہئے اگر آپ کرایہ پر کنٹرول کر لیتے ہیں تو مہنگائی میں خاطر خواہ کمی لائی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر!اب میں محکمہ پولیس کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں۔محکمہ پولیس کو 50۔ارب30 کروڑ روپے کے فنڈز دیئے گئے ہیں۔پولیس کی پہلے ہی تنخواہیں double کر دی گئی ہیں لیکن وہ غریبوں سے ویسے ہی رشوت لے رہے ہیں۔میں آج اس ہاؤس میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔میں ایک مرتبہ وزیر اعلیٰ صاحب سے ملا اور کہا کہ اپنی اور میری آخرت کے لئے ایک کام کریں۔وہ بڑے خوش ہوئے کیونکہ positive کاموں پر وہ ہمیشہ بڑے خوش ہوتے ہیں اور ان کا vision بھی بہت اچھا ہے اگر یہ بیوروکریسی ان کو خراب نہ کرے تو وہ بہت اچھے کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔میں نے ان سے کہا کہ آپ اپنی اور میری آخرت کے لئے ایک کام کریں۔انہوں نے پوچھا کیا؟میں نے کہا کہ ہمارے remote areas میں جھوٹے پرچوں کی سیاست ہوتی ہے، جب کسی غریب پر جھوٹا پرچہ درج ہوتا ہے تو اس کے گھر میں موت ہو جاتی ہے۔آپ اس حوالے سے ایک amendment لائیں،اسے یہاں سے recommend کر کے وفاق میں بھجوائیں اور وہاں سے یہ amendment منظور کرائی جائے۔وہ یہ ہو کہ جو کسی آدمی کے اوپر جھوٹا پرچہ درج کراتا ہے، in due course جب عدالت میں وہ کیس چلتا ہے اور ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ پرچہ جھوٹا تھا تو اس کیس کے مدعی پر وہی دفعہ لگائی جائے۔جب جھوٹا ثابت ہونے پر مدعی پر وہی دفعہ لگے گی تو پھر آئندہ سے جھوٹے پرچے درج کرانے والے ڈر جائیں گے۔اس کے ساتھ میں نے یہ بھی کہا کہ جب کوئی پرچہ جھوٹا ثابت ہو جائے تو اس جھوٹے پرچے کو درج کرنے والے پولیس افسر یا ملازمین کو بھی ایک لاکھ روپے جرمانہ کیا جائے۔وزیر اعلیٰ صاحب نے کہا کہ میں تو چاہتا ہوں کہ جھوٹا پرچہ درج کرنے والے پولیس والے کو 10 لاکھ روپے جرمانہ ہونا چاہئے۔میں نے کہا کہ میں آپ کے جذبے کو سلام کرتا ہوں۔وزیر اعلیٰ صاحب نے بڑی مہربانی کے ساتھ آئی۔جی،چیف سیکرٹری،سیکرٹری قانون اور ایک دو دوسرے سیکرٹری صاحبان پر مشتمل ایک کمیٹی بنا دی جس میں مجھے بھی ممبر رکھا گیا۔ہم نے تین چار meetings کیں اس کے بعد کوئی پتا نہیں کہ وہ کمیٹی کہاں گئی اور اس کام کا کیا بنا؟میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر پولیس کے لئے کچھ کرنا

چاہتے ہیں توآپ جھوٹے پرچوں کو ختم کر دیں تو خدا کی قسم غریب اتنی دعائیں دے گا کیونکہ وہ چھت کے بغیر گزارہ کر سکتے ہیں لیکن جھوٹے پرچے برداشت نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر! میں آخری بات اوقاف کے بارے میں کرتا ہوں کہ اس محکمہ کے لئے کافی پیسا رکھا گیا ہے۔ یہ ایسا محکمہ ہے جو آپ کو خود کما کر دے گا، اس کی زمینیں دو تین سو روپے فی ایکڑ مستاجری پر دی ہوئی ہیں جبکہ آج کل بیس تیس ہزار روپے فی ایکڑ مستاجری چل رہی ہے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں conclude کرتے ہوئے یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ وفاقی حکومت اپنی جگہ پر کام کر رہی ہے اور پنجاب حکومت اپنی جگہ پر کام کر رہی ہے۔ اس دفعہ وفاقی حکومت نے جو 70 فیصد حصہ صوبوں کو دیا ہے یہ پاکستان کی تاریخ میں ایک انوکھی بات ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ سیاسی مخالفتیں اپنی جگہ پر ہیں آج یہ بات بھی لکھ لیں کہ اگر صحیح جمہوری قوتیں مل کر چلیں گی تو اس ملک کے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ ہمیں بیوروکریسی لڑا کر اور کچھ لوگ سازشوں کے ذریعے اس ملک کے عوام کو برباد کرنا چاہتے ہیں۔ میں آخر میں پاک فوج کو سلام پیش کرتا ہوں جس کے جوان ہمارے لئے شہید ہو رہے ہیں اور قربانیاں دے رہے ہیں۔ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ خدا کے لئے ایسی سیاست نہ کی جائے کہ ہم اپنی فوج کو دیوار سے لگا دیں، یہ نہ ہو کہ کل کو یہ ایٹم بم جس کی وجہ سے ہم جی رہے ہیں ہمارے ہاتھ سے نکل جائے پھر نیپال سے بھی ہمیں دھمکیاں مل رہی ہوں اور ہم کسی کام کے نہ رہیں۔ یہ وقت ہے کہ ہم سنبھل جائیں اور آپس کی مخالفتوں کو چھوڑ کر اتفاق کے ساتھ اس ملک کی حالت بدلیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جناب اعجاز احمد خان!

جناب اعجاز احمد خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پہ ہو
طلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

جناب سپیکر! میں آپ کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے ایک انتہائی سنجیدہ بجٹ بحث میں اظہار خیال کا موقع دیا۔

جناب سپیکر! یہاں پر انتہائی visionary budget present کرنے پر وزیر اعلیٰ پنجاب انتہائی مبارکباد کے مستحق ہیں اور debate present کرنے پر وزیر خزانہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اس بجٹ کے اندر عوام کے اجتماعی مفادات کو مرکز نگاہ رکھا گیا ہے اور دستیاب وسائل کا بہترین استعمال کیا

گیا ہے جس کے نتیجے میں معاشرے کا شاید کوئی ایک طبقہ بھی نہ ہو جو اس بجٹ سے مستفید نہیں ہوا۔ ہم نے جب وزیر اعلیٰ صاحب کے اس عزم کو بجٹ میں دیکھا کہ انھوں نے 5۔ارب روپے غیر ترقیاتی اخراجات میں کمی کی ہے تو یہ سچ بات ہے کہ انھوں نے قربانی کا یہ جذبہ اپنے گھر سے شروع کیا اور انتظامی مشینری کو اس کے لئے مجبور کیا کہ وہ سب سے پہلے اپنے اخراجات میں کمی کرے کیونکہ ملک کو آج بہت سے challenges درپیش ہیں، ملک کے اندر war on terrorism کے نتیجہ میں ہماری معیشت بری طرح متاثر ہوئی ہے، external investment ختم ہو چکی ہے، energy crisis کی وجہ سے یہاں پر کوئی نئی انڈسٹری نہیں لگ رہی بلکہ پہلی انڈسٹری بھی productive نہیں رہی۔ ایسے حالات میں ایک balanced budget پیش کرنا بلاشبہ ایک مشکل ترین کام تھا۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر آپ کی توجہ چاہوں گا کہ پنجاب میں بجٹ صرف اور صرف اگلے مالی سال کے لئے پیش نہیں ہوا، بجٹ وفاقی حکومت نے بھی پیش کیا ہے اور اس بجٹ کے اندر ایوان صدر اور ایوان وزیر اعظم کے جو اخراجات ہیں ان میں خاطر خواہ اضافہ ہوا جو کروڑوں روپے میں ہے۔ ان کے بیرونی دوروں پر اٹھنے والے اخراجات بھی بڑھا دیئے گئے ہیں۔ پنجاب کی خوش بختی یہ ہے کہ یہاں سرپلس بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ یہ خسارے کا بجٹ نہیں ہے لیکن وفاقی حکومت 2504۔ارب روپے کے حجم کا جو بجٹ پیش کرتی ہے اس میں 925۔ارب روپے کا خسارہ ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ وفاقی بجٹ جس میں 925۔ارب روپے کا خسارہ ہے، جس میں 790۔ارب روپے بیرونی قرضوں کی واپسی ہو وہاں پر اس ملک کا صدر اور عزت مآب وزیر اعظم اپنے اخراجات کو بڑھانا کیسے afford کر رہے ہیں؟

جناب سپیکر! یہاں زیب داستان کے لئے گفتگو کرنے کا حق ہر شخص کو ہے لیکن حقائق کی روشنی میں بات کرنے میں جو عزت اور توقیر ہے اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ میں نے آغاز میں عرض کیا تھا کہ معاشرے کا کوئی طبقہ نہیں ہے جو پنجاب کے بجٹ سے مستفید نہ ہوا ہو۔ اگر صرف اور صرف تعلیم کی بات کی جائے تو اس میں لیڈر شپ کی سوچ سامنے آتی ہے۔ میں آپ کے علم میں یہ بات لاؤں گا کہ اقوام عالم کے اندر جتنی بھی ریاستیں collapse ہوئی ہیں ان میں سے کوئی ایک ریاست بھی وسائل کی کمی کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ لیڈر شپ کی کمی کی وجہ سے collapse ہوئی ہیں۔ یہ لیڈر شپ ہی ہوتی ہے جو مشکل ترین حالات میں پوری قوم کو ایک ایجنڈے پر مجتمع کرتی ہے اور پھر ایمانداری کے ساتھ ان کو lead کرتے ہوئے مشکلات سے باہر نکالتی ہے۔ وزیر اعلیٰ مبارکباد کے مستحق ہیں کہ جب سے پنجاب حکومت کی باگ ڈور مسلم لیگ (ن) کو ملی ہے تو تعلیم اور صحت کے محکموں میں ایک انقلاب برپا

ہوا ہے۔ اب اس ملک کے critic اور inflation بھی اس بات سے admire ہیں کہ میاں صاحب نے اس منزل کو محسوس کر لیا ہے کہ پاکستان کی تقدیر اگر بنے گی تو سو فیصد پڑھے لکھے پاکستانیوں کے ذریعے سے بنے گی۔

جناب سپیکر! Punjab Education Endowment Fund کی utility اور productivity کے بارے میں اس غریب رکشا کے مالک سے پوچھئے جس کے وسائل محدود ہیں، بیٹا بہت shining ہے اور بہت اچھے نمبروں کے باوجود وہ اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ سکتا تو حکومت کا فرض ہے کہ حکومت ماں کا کردار ادا کرے۔ اس پالیسی کے تحت ماں کا کردار ادا ہو رہا ہے اور ایک ارب روپے سے انتہائی پسماندہ 25 ہزار طالبعلم اپنی تعلیم کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ میں دانش سکول پر بات نہیں کروں گا کیونکہ قائد ایوان نے اس کے مندرجات، خدوخال اور تفصیلات پر بہت تفصیل سے بات کی ہے۔ حکومت کی enrollment پر جو determination ہے کہ آئندہ مالی سال میں سو فیصد بچے enroll کئے جائیں گے۔ آپ غور کیجئے کہ اب کوئی گاؤں اور علاقہ پنجاب کا ایسا نہیں ہے جس کے اندر یا قریب سکول موجود نہ ہو۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ لوگوں کو motivate کر کے ان اداروں تک پہنچایا جائے اور motivation level کو بڑھایا جائے۔

جناب سپیکر! میں نے 2008 میں منتخب ہونے کے بعد اپنے حلقے کے سکولوں میں missing facilities کو دیکھنے کے لئے visit کیا تو مجھے بہت سے سکولوں کے اندر ناجائز قبضے نظر آئے، وہاں ہال موجود تھے تو ان کی چھت کی حالت خراب تھی اور کہیں تعلیمی ماحول کا فقدان نظر آیا۔ اس کے علاوہ غیر نصابی سرگرمیوں کا concept ہی نہیں تھا کیونکہ دہشت گردی کی لعنت کے factor نے ہمارے اداروں کی output کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ ہم adhocism کی طرف بڑھے ہیں۔ ہم نے long term اور medium term پالیسیوں کو چھوڑ کر day to day affairs کی طرف توجہ کرنی شروع کر دی ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب کو یہ credit جاتا ہے کہ انھوں نے position holders کو appreciate کیا، ان کو بھاری انعامات دیئے اور باہر کی یونیورسٹیوں میں بھیجا تاکہ لوگوں کے اندر تعلیم میں دلچسپی پیدا ہو اس ملک میں مضمون نویسی اور تقاریر کے مقابلے ایک خواب تھا ہماری قیادت قوم کے بچوں کو اس طرف لائی تاکہ بچوں کی motivation اس طرف بڑھے۔

جناب سپیکر! آج پرائیویٹ اداروں کے حوالے سے وزیر اعلیٰ صاحب نے بھی بات کی ہے۔ میں تعلیمی کونسل کے آغاز کو بہت سراہتا ہوں، یہ تعلیمی کونسل جس میں دانشور، صحافی اور سول

سوسائٹی کے لوگ ہوں گے۔اس ملک میں قوم کو تعلیم دینے میں بلاشبہ پرائیویٹ اداروں کا بڑا کردار ہے لیکن ان کی exploitation سے بچانا بھی حکومت کی ذمہ داری ہے۔اگر کوئی فرد کسی بھی ادارے سے exploit ہوتا ہے تو یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس کو ختم کرے اس لئے تعلیمی کونسل کو جتنا بھی سراہا جائے کم ہے۔

جناب سپیکر! women empowerment کی جتنی ہمارے ملک میں ضرورت ہے میں یقین سے کہتا ہوں کہ پوری دنیا کے اندر اتنی ضرورت کہیں نہیں ہے۔ہماری خواتین کو قومی ترقی کے دھارے میں شامل کرنے کے لئے ان کے والدین، حکومت اور ہر ذمہ دار شخص کو ان کے حوصلے بڑھانے چاہئیں۔میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ صوبہ پنجاب میں ایک سال کے اندر خواتین کی چار یونیورسٹیوں کا قیام اتنا بڑا انقلابی پروگرام ہے جس کے لئے یہ حکومت مبارکباد کی مستحق ہے۔

جناب سپیکر! صحت کی بات کی جائے تو آپ غور کریں کہ ہمارے معاشرے کے اندر اگر کسی غریب کے گھر میں بیماری آ جائے تو وقت سے پہلے ان کی موت ہو جاتی ہے کیونکہ ادویات مہنگی ہیں، علاج مہنگا ہے اور عمومی طور پر لوگوں کی مالی استطاعت اتنی نہیں ہوتی کہ اس علاج کو afford کر سکیں۔ہماری حکومت نے اس مد میں 16۔ارب 30 کروڑ روپے خرچ کرنے کا اعادہ کیا ہے جس میں مفت ادویات کے لئے 5۔ارب 50 کروڑ روپے مستحق لوگوں کے لئے رکھے گئے ہیں، مفت ڈائیلسز بھی مسلم لیگ (ن) کی پچھلی حکومت کا credit ہے۔یہ سکیم suspend ہوئی تھی، اب الحمدللہ یہ سکیم دوبارہ بحال کی گئی ہے اور لوگوں کو دوبارہ زندہ رہنے کی امنگ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر! جنوبی پنجاب کے دوردراز علاقے جہاں ڈاکٹر ٹکتے نہیں کیونکہ وہاں دوردراز علاقہ ہونے کی وجہ سے ڈاکٹروں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہیں کے بڑے شہروں جیسے ملتان یا رحیم یار خان میں واپس آئیں۔اس طرح inoperative B.H.Us ہو گئے۔اس طرح مختلف ادوار میں حکومت کی ساری investment ضائع ہوتی رہی ہے۔موجودہ مالی سال کے اندر چھ موبائل ہسپتالوں کا وہاں پر قیام اہم قدم ہے، ایک موبائل ہسپتال چار سے پانچ سو مریضوں کو دیکھتا ہے، وہ ایک آبادی میں جاتا ہے وہاں پر تمام مریضوں کو دیکھتا ہے۔اس کے بعد آگے چلا جاتا ہے تو اس طرح وہاں کے لوگوں کو خاطرخواہ ریلیف ملا ہے۔آئندہ مالی سال میں ایسے پچاس موبائل ہسپتال ہوں گے جن کے اندر عملہ مکمل طور پر مشینری سے لیس ہو گا۔یہ ایک انقلابی قدم ہے۔

جناب سپیکر!میں دعویٰ سے بات کرتا ہوں اور میڈیا بھی یہ سن رہا ہے کہ کسی ایک سال میں چار میڈیکل کالج بنانا، شروع کرنا بہت بڑا انقلابی قدم ہے اور ہم اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔یہاں پر جب وزیراعلیٰ پنجاب بات کر رہے تھے تو دو تین کمیٹیاں بھی بنی تھیں۔یہاں کچھ لوگوں نے سستی روٹی کی بات بھی کی اور ڈیہر صاحب نے بھی فرمایا کہ سستی روٹی ناکام سکیم ہے۔ میں ان کی بڑے ادب کے ساتھ درستی چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ سستی روٹی سکیم کے ذریعے سے ہم نے عوام کو سستی روٹی کھانے کی سہولت پہنچائی۔وفاقی حکومت نے international funds کے ذریعے سے فوڈ سپورٹ سکیم شروع کی ہوئی ہے ہم نے اسے بھی شروع کیا تھا۔ہم نے switch over کیا ہے اور لوگوں کو ریلیف دیا، جب اس پر catharses اور غور و خوض کیا کہ ہم نے وہ switch over کدھر کیا ہے تو وہ ییلو کیب سکیم کی طرف کیا ہے۔

جناب سپیکر!حکومت صوبے کے ویٹرنری پوسٹ گریجویٹس اور زرعی پوسٹ گریجویٹس کو لیز پر زمینیں دے کر نو لاکھ روپیہ انفرادی طور پر قرض دے رہی ہے تاکہ جدید تقاضوں کے مطابق یہاں پر کاشت شروع ہو۔ ہم نے بالکل switch over کیا اور اس بات پر ہم پوری قوم کے سامنے یہ بات پورے وزن کے ساتھ کرتے ہیں کہ ہم نے اس ملک میں ایک لاکھ نوجوانوں کو بیس ہزار روپیہ فی کس قرض دینے کا عزم کیا ہے۔ ہم نے ان وسائل کو بہتر انداز میں استعمال کرنے کے لئے اور عوامی خدمت کے لئے متبادل سکیم دی ہے۔ آپ دیکھیں کہ یہاں پر اگر کسی شخص کے پاس دس لاکھ روپے گاڑی خریدنے کے لئے نہیں ہیں، ٹیکسی جو باعزت سواری ہے تو اس شخص کا یہ حق ضرور ہے کہ وہ کرایہ دے کر اپنی منزل تک پہنچ سکے۔وہ احباب جو ییلو کیب سکیم پر تنقید کرتے ہیں وہ سن لیں کہ پچھلے بارہ سالوں کے دوران شاید کسی نے پرائیویٹ سیکٹر میں ٹیکسی بنائی ہو لیکن پبلک سیکٹر میں کسی باعزت ٹرانسپورٹ کا اضافہ نہیں کیا گیا نتیجتاً آج لوگ چنگ چی کے اوپر لٹکنے پر مجبور ہیں۔ میں وزیراعلیٰ کے vision کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ جہاں پر پڑھے لکھے نوجوانوں کو روزگار ملا ہے وہاں پر white-collar لوگوں کو ایک سہولت بھی ملی ہے۔اس سہولت کو جتنا بھی سراہا جائے کم ہے۔

جناب سپیکر!ملک کو بہت گھمبیر challenges کا سامنا ہے لیکن بدقسمتی سے اس ملک کی وفاقی حکومت کی باگ ڈور جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے انھوں نے اپنی ذمہ داری کو اس انداز میں نہیں نبھایا جس کی قوم کو توقع تھی۔ عوام نے 18۔فروری2008 کے انتخابات میں جہاں آمرانہ طرز حکومت کی نمائندگی کرنے والوں کو مسترد کیا وہاں جمہوری قوتوں کو واضح اکثریت کے ساتھ کامیابی دی۔ یہ

کامیابی اس امید پر دی کہ اس ملک کے مفاد کے منافی war on terrorism کی پالیسی جو آمر کی پالیسی تھی اس کو تبدیل کیا جائے گا لیکن امریکی امداد کے حصول، اس کا دست شفقت اپنے سر پر قائم دائم رکھنے اور اپنے اقتدار کو طوالت دینے کے لئے اس پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ پارلیمنٹ یہ کہتی ہے کہ ڈرون حملوں کو بند کیا جانا چاہئے تو پارلیمنٹ کو supreme ادارہ کہنے والے لوگ خود ہی اس کی قرارداد کی اس طرح تذلیل کریں کہ 2007 تک ایک سال میں کبھی چار ڈرون حملے ہوتے تھے کسی سال میں چھ ڈرون حملے ہوتے تھے لیکن پچھلے سال 365 دنوں میں چار سو تک ڈرون حملے ہوئے ہیں اور اس طرح امریکیوں کے حوصلے بلند ہو گئے، جب اس کی تفصیلات میں جائیں کہ کتنے لوگ دہشت گردی میں ملوث تھے تو ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے، غیر ملکی کتنے تھے آپ کے 35 ہزار لوگ شہید ہو گئے Law Enforcing Agencies کے سات ہزار لوگ آپ کی غلط پالیسی کی وجہ سے قبرستانوں میں چلے گئے۔ یہاں پر عوامی مفادات کی لائن کو tow کرنے کی بجائے امریکی لائن کو tow کیا جاتا رہا۔ جب عوام میں اس کے اوپر تنقید ہونے لگی تو پھر یہاں پر کچھ ممبران اپنے آپ کو بچانے اور مستقبل میں عوام کو ایک نیا چکمہ دینے کے لئے جنوبی پنجاب کا نعرہ لگا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ چاہوں گا۔ یہاں پر اس خواہش کا اظہار کیا گیا کہ جمہوری حکومتوں کو ہاتھ سے ہاتھ ملا کر آگے بڑھنا چاہئے۔ ڈیہر صاحب کو ہم welcome کرتے ہیں لیکن آپ نے جس طرح چارٹر آف ڈیموکریسی کا حلیہ بگاڑا ہے اور جس طرح قومی ایجنڈے سے روگردانی کی ہے اس طرح کیا آپ نے ہمارے لئے کوئی space چھوڑی ہے کہ ہم آپ کے ساتھ چل سکیں؟ ہم تو ڈیموکریٹک سسٹم کو اس ملک کے لئے نجات کا سسٹم سمجھتے ہیں، ہم جمہوری لوگ پاکستان کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتے ہیں، ہم اس ملک کو خود مختار ریاست دیکھنا چاہتے ہیں اور ہم اس ملک کے اندر جس طرح غیر ملکی ایجنسیوں کا تسلط بڑھنے لگا ہے اس کے خلاف حکومت کو جھنجھوڑتے رہتے ہیں۔ میاں محمد نواز شریف صاحب نے ان کو کہا تھا کہ جوڈیشل کمیشن بنائیں مگر ہمارے ملک کے حکمران سوتے رہے، Law Enforcing Agencies کے نمائندے سوتے رہے اور ہماری خود مختاری کا مذاق اڑا۔ پارلیمانی کمیشن پر agree کیا لیکن اُس پر بھی ہمیں اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ ملک کو ان مسائل سے نکالنے کے فیصلوں پر غیر سنجیدہ رہ کر ہم ملک کی خدمت کیسے کر سکتے ہیں؟ میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ یہاں پر جنوبی پنجاب کی بڑی بحث ہوتی ہے جو میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ صرف اور صرف اشرافیہ کی بحث ہے۔ مجھے وہ وقت یاد ہے جب یہاں پر پچھلے سال جولائی اگست میں سیلاب آیا تھا۔ وہ سیلاب جب پنجاب میں داخل

ہوا تو میانوالی سے شروع ہوا تھا اور جنوبی پنجاب کے آخری ضلع تک گیا۔یہاں پر میرے ایک دوست نے کہا کہ اگر وہاں پر وزیر اعلیٰ صاحب کی مشینری یعنی کمشنر اور ڈی سی او صاحبان موجود تھے تو وزیر اعلیٰ صاحب کو وہاں پر دورے نہیں کرنے چاہیئں تھے مگر وفاقی حکومت کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔ مشینری موجود ہوتی ہے تو حکمران اپنی ایک commitment show کرتے ہیں۔ مشینری کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ ہر مسئلے کے حل کے لئے وہ مشینری کام کرے گی۔اگر عوام مشکل میں ہو اور لیڈر external دوروں پر ہو تو اِس سے commitment کا پتا چلتا ہے۔ملک کے اندر لاکھوں لوگ بے گھر ہو جائیں اور ہزاروں لوگ لقمہ اجل بن جائیں لیکن ہمارے حکمران اگر ملک سے باہر ہوں تو اس سے اُن کی commitment اور ترجیحات کا پتا چلتا ہے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! یہ پنجاب کے بجٹ پر بات کریں نہ کہ کوئی اور بات کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ اُن کا حق ہے جو مرضی بات کریں اور آپ بھی اپنی باری پر جو مرضی بات کریں۔ جی، اعجاز خان صاحب!

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! مجھے عیدالفطر کا موقع یاد ہے اور میں مسلم لیگ (ن) کے تمام ممبران کو مبارکباد ضرور دینا چاہوں گا کہ انہوں نے اپنے بچوں کے ساتھ عید نہیں کی بلکہ میاں محمد نواز شریف صاحب اور میاں محمد شہباز شریف صاحب کی خواہش پر متاثرین سیلاب کے ساتھ عید کی۔ میری اپنی ڈیوٹی خان گڑھ میں تھی۔ خدا جانتا ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میں نے وہاں کے sitting ایم پی اے جس کا حزب اختلاف کے ساتھ تعلق ہے اور sitting ایم این اے جس کا وفاق میں حزب اقتدار سے تعلق ہے، انہیں ہم نے کہیں بھی نہیں دیکھا۔ ہم اُن خیموں میں متاثرین کے ساتھ سارا دن رہے اور پورے دورانیے کے اندر میاں محمد نواز شریف صاحب اور میاں محمد شہباز شریف صاحب نے اپنی پوری ٹیم کے ساتھ خدمت کی جس کا آج یہ تسلسل ہے کہ میڈیکل کالج اور یونیورسٹیاں بنائیں اس کے علاوہ 70۔ارب روپے کا جو ترقیاتی بجٹ کے اندر equitable right ہے اُس سے بھی زیادہ ان کی یہ commitment ہے لیکن میں یہ سوچتا ہوں کہ یہ کیسے double standards ہیں کہ ماضی میں اسی جنوبی پنجاب کے بہت سارے لوگ وزرائے اعلیٰ بھی رہے اور گورنر بھی رہے لیکن کسی نے یہ غور نہیں کیا کہ وہ بھی انسان ہیں۔ وہاں سے ووٹ لینے کے بعد یہاں لاہور میں اپنے عالی شان محلات بنا کر ایک پُرآسائش زندگی گزارنے اور صرف اور صرف territorial

hegemony قائم کرنے کے لئے صوبوں میں اضافے کا ایک خواب دیکھتے ہیں۔ اگر صوبوں میں اضافہ مضبوط بنیادوں پر ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہوتا لیکن ملکی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے آج جو لوگ اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں وہ کوئی قومی خدمت نہیں کر رہے۔ جب وہاں پر 70۔ارب روپے کے ذریعے سے انقلاب آئے گا تو اِن سب کی خواہشات انشاء اللہ تعالیٰ دھری کی دھری رہ جائیں گی اور وہاں پر ممبران اور اشرافیہ کو عوام کی کوئی support حاصل نہیں ہوگی جو یہ خواب دیکھ رہے ہیں کہ ہم ملک کے مرکزی معاملات کو چھوڑ کر مزید صوبوں کی تقسیم کی طرف بڑھیں۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر اُس زرعی زمین کی پٹہ داری کی بات ضرور کروں گا جس سے صرف اور صرف غریب مستفید ہوئے تھے۔ یہ 2003 کی بات ہے جب پٹہ داروں کی مزید extension روک لی گئی تھی۔ اس حکومت نے دوبارہ سے اُن غریبوں کے سروں پر ہاتھ رکھا اور اُن کی پٹہ داری کی extension کو روکنے کے بعد جن کو زمینوں سے بے دخل کیا جا رہا تھا لیکن ہماری حکومت نے اُن کے سروں پر ہاتھ رکھ کر دوبارہ سے extension دینے کا عزم کیا ہے جس سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں لوگ مستفید ہوئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اُن دیہی علاقوں میں رہنے والے غریبوں کے ساتھ بہت بڑی support ہے۔

جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی یہ کہا تھا کہ اگر آج اس ملک کی ترقی کو کسی چیز نے بڑا مضبوطی سے روکا ہوا ہے تو پہلی چیز war on terrorism کے نتیجے میں دہشت گردی ہے اور دوسری energy crisis ہے۔ ہمیں یہ امید تھی کہ کوئی بھی آمر جو ہمیشہ سے یہ عزم کر کے قوم کے سامنے ایک تصویر پیش کر کے آتا ہے کہ جمہوری حکومت ناکام ہو گئی تھی، اُس آمر کو کوئی اچھا کام کرنے کی توفیق ملے لیکن یہاں آمروں نے ہمیشہ نفرت کے بیج بوئے ہیں، صوبائیت کو ہوا دی ہے، قومی لیڈروں کو قتل کیا ہے، جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے اندر دین اسلام کی بات کرنے والے لوگوں کو اپنی جانوں سے ہاتھ دھونے پڑے ہیں لیکن اس ملک کے اندر ایک میگاواٹ بجلی بھی پیدا نہیں کی۔ جمہوری حکومت کا claim کرنے والے لوگ بھی تو کچھ valuable add نہیں کر سکے۔ آپ کا اربوں روپے کا وفاقی بجٹ جو energy crisis کو ختم کرنے کے لئے ہے وہ صرف اور صرف rental power generation پر focused ہے لیکن کسی حکمران کی یہ خواہش نہیں کہ اس کے اندر hydal capacity موجود ہے لہذا اسے utilize کرتے ہوئے یہاں پر ڈیم بنائے جائیں۔ آپ دیکھیں کہ کالا باغ ڈیم بنانے کے حوالے سے ایک قدرتی جگہ ہے لیکن وفاقی حکومت کی ابھی بھی کوئی determination نہیں ہے بلکہ ہم نے یہاں پر

صوبہ پنجاب میں اس مقدس ایوان کے اندر بحث کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ اس کے اوپر سنجیدگی سے national consensus پیدا کیا جائے مگر اُس پر بھی کوئی کام نہیں ہوا۔ ANP کے لیڈر صرف اور صرف صوبہ خیبر پختونخواہ میں اپنی سیاست کو چمکانے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ کالا باغ ڈیم بنا تو یہ نوشہرہ ڈوب جائے گا۔ میں اُن سے پوچھتا ہوں کہ دنیا میں اس سطح کے کتنے ڈیم ہیں جو ٹوٹ گئے ہیں جس کے نتیجے میں انسانی آبادی متاثر ہوئی ہے لیکن میرے خیال میں پوری دنیا کے اندر ایک بھی مثال نہیں ہے، اللہ رب العزت نے اُن کو یہ ضرور دکھا دیا کہ اگر اس انتہائی قیمتی پانی کو استعمال نہ کیا گیا تو نہ صرف یہ پانی لوگوں کی جان و مال کو نقصان پہنچاتے ہوئے بحیرہ عرب میں گیا بلکہ اس سے ہمارے trillions of rupees بھی ضائع ہوئے ہیں۔ اگر آپ اس پانی کی حفاظت نہیں کریں گے اور اسے استعمال نہیں کریں گے تو نوشہرہ پھر بھی نہیں بچے گا۔ ہم نے اس پانی کے organized انداز میں Reservoirs نہیں بنائے اور نوشہرہ نہیں بچا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے ہوئے وسائل سے استفادہ نہ کر کے ہم قومی سطح پر روگردانی کر رہے ہیں جس پر عوام کبھی معاف نہیں کرے گی۔

جناب سپیکر! اٹھارہویں ترمیم کے بعد جب یہ فیصلہ ہوا کہ صوبائی حکومتیں بجلی پیدا کرنے کے منصوبے شروع کر سکتی ہیں تو وزیر اعلیٰ پنجاب نے فوری طور پر چین کے ساتھ 120 میگا واٹ کا تونسہ بیراج کے مقام پر معاہدہ کیا جسے پوری قوم ایک امید کی کرن کے طور پر لے رہی ہے۔ 500 میگا واٹ پرائیویٹ سیکٹر کے تعاون کے ساتھ بجلی پیدا کرنے کا عزم ہے اور ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ اگر 500 میگاواٹ بجلی پنجاب کی دستیاب بجلی میں شامل ہو گئی تو ہمارے کافی حد تک مسائل حل ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر! performance audit میں ایک دفعہ کوئی سرکاری ملازم induct ہو جائے تو پھر اس کی کارکردگی چیک کرنے کا کوئی مروجہ طریقہ نہیں تھا اور ACR's اس ملک کے اندر صرف ایک گھسی پٹی exercise بن کر رہ گئی تھیں۔ افسر تعلقات کی بنیاد پر ACR's لکھوا کر اپنی ترقی اور مدارج طے کرتے جا رہے تھے۔ میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ performance audit کے نظام کو نافذ کر کے انتہائی creative کام کیا گیا ہے اور اگر یہ مکمل طور پر نافذ ہو جائے تو ریاستی مشینری کے احتساب کا بھی ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا جس سے ان کی کارکردگی بہتر ہو جائے گی۔

جناب سپیکر! یہاں پر یہ بات کی گئی کہ development funds کے consumption میں انجینئرز کی سطح پر ہونے والی کرپشن کا اگر وزیر اعلیٰ صاحب کو پتا ہے تو اس کے لئے کیا اقدامات کئے گئے تو یہ وزیر اعلیٰ پنجاب ہی ہیں جنہوں نے پہلی دفعہ third party validation کے ذریعے audit

کا یہ سلسلہ شروع کیا۔آج کسی بھی تعمیراتی منصوبے کی چیکنگ کے لئے صرف صوبہ پنجاب میں اعلیٰ اداروں کے ساتھ پرائیویٹ ادارے جیسے نیسپاک وغیرہ سے third party validation کرائی جاتی ہے جو کہ کرپشن کے خاتمہ کے لئے وزیراعلیٰ کا عزم ہے۔

جناب سپیکر!آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کے خدوخال کے حوالے سے بھی بڑی تفصیلی بات ہو چکی۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر:اعجاز صاحب!آپ wind up کریں۔

جناب اعجاز احمد خان:جناب سپیکر!میں آپ سے امید رکھتا ہوں کہ آپ برابری کی سطح پر مجھے اپوزیشن لیڈر جتنا وقت دیں گے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر:قائد حزب اختلاف کا وقت fix نہیں ہوتا۔

جناب اعجاز احمد خان:جناب سپیکر!میں اپوزیشن کے ممبر کی بات کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر:ٹھیک ہے۔

جناب اعجاز احمد خان:جناب سپیکر!I am thankful میں یہاں پر دیہی علاقوں کے ان غریبوں جن کے پاس زمین نہ زر،ان کو پنجاب حکومت نے پانچ مرلہ کے پلاٹس دیئے ہیں اس طرح سے غریب لوگوں کو چھت مہیا کی ہے جس پر میں حکومت کو مبارکباد دیتا ہوں۔میرے پاس چند تجاویز ہیں جنہیں میں مختصراً آپ کے سامنے رکھ کر اجازت چاہوں گا۔اس بجٹ کے اندر میرے نزدیک بہتری اور improvement ہو سکتی ہے اس حوالے سے دس تجاویز ہیں جنہیں دو منٹ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر!ٹیکس نیٹ میں اضافے کے لئے ایف بی آر کہتی ہے کہ لاکھوں ڈالر ضائع ہو گئے کیونکہ ہم proper collection نہیں کر پاتے۔میں ذاتی طور پر یہ سمجھتا ہوں کہ اس ٹیکس نیٹ کو expand کرنے کے لئے یوٹیلٹی بلوں کی بنیاد پر اگر کسی بھی شخص کی آمدن کی assessment کریں تو آپ بہتر انداز میں ٹیکس recovery کر سکتے ہیں اور پوری دنیا کے اندر یہ طریق کار رائج ہے۔

جناب سپیکر!اس بجٹ میں ایک لاکھ پڑھے لکھے بے روزگار لوگوں کے لئے 20 ہزار روپے فی کس کے حساب سے حکومت نے loan رکھا ہے۔اس بات پر میرا ذاتی یقین ہے کہ آج گرانی کے دور میں اتنی رقم سے کوئی کاروبار شروع نہیں ہو سکتا اس لئے اگر 20 ہزار افراد کو ایک لاکھ روپے فی کس

کے حساب سے کاٹیج انڈسٹری کی طرف لے جایا جائے تو یہاں پر employers کے ساتھ ساتھ employment بھی پیدا ہو گی جس کے مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔

جناب سپیکر! پولیس ڈیپارٹمنٹ کے اندر انوسٹی گیشن آفیسرز کی تعداد کی کمی ہے اور ہزاروں مقدمات کی تفتیش نہ ہونے کی وجہ سے چودہ دن کے اندر ان کا چالان عدالتوں میں نہیں جا رہا تو میری تجویز یہ ہے کہ کانسٹیبلان کی بھرتی کم کر کے انوسٹی گیشن آفیسرز کی بھرتی کے لئے ترجیح رکھی جائے تاکہ کم از کم اس مسئلے پر قابو پایا جاسکے۔

جناب سپیکر! سرکاری افسروں کے پاس ایک سے زائد گاڑیاں رکھنے کی مکمل طور پر ممانعت ہونی چاہئے اور پورے پاکستان میں جہاں ان کی posting ہو صرف ایک گھر الاٹ ہونا چاہئے۔ سرکاری اراضی کسی بھی سیاستدان، فوجی یا سرکاری افسر کو کسی بھی صورت میں نہیں ملنی چاہئے اور فوجی جو اپنے تمغہ شجاعت سجائے ہوئے کہتے ہیں کہ انہیں دو دو مربع زمین الاٹ کر دی جائے اور ججوں و صحافیوں کو پلاٹس دیئے جائیں تو وفاق کے اندر اس قسم کے سیاسی ڈرامے کو مکمل طور پر ہر سطح پر بند ہونا چاہئے۔ صحافیوں کا بلاشبہ قوم کو guidance دینے اور رہنمائی کا ایک عظیم پیشہ ہے لیکن کسی بھی ایسے پیشے سے منسلک فرد کو جس کا otherwise کوئی بھی right نہیں ہے، میں نہیں سمجھتا کہ وہ کوئی بھی ہو جس میں سیاستدان بھی شامل ہیں۔

جناب سپیکر! مختلف محکموں کے لئے بجٹ میں دی جانے والی رقم کی مانیٹرنگ کے لئے سٹینڈنگ کمیٹیوں کو اختیار دیا جانا چاہئے کہ بجٹ کی consumption متعلقہ محکموں کی سٹینڈنگ کمیٹیوں کے ذریعے ہو۔ 12 ایکڑ سے زائد رقبہ پر زرعی ٹیکس عائد کیا جانا چاہئے اس کے بغیر ہم اپنے چیلنجز کا سامنا نہیں کر سکتے۔ محکمہ جنگلات کے پاس شجر کاری کے لئے مختص ہزاروں ایکڑ اراضی بالکل خالی پڑی ہے جو مقامی مستحق لوگوں کو دی جانی چاہئے تاکہ وہاں پر شجر کاری اور کاشت کاری ہو سکے۔ شکریہ

رپورٹیں
(جو پیش ہوئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: ایوان کا وقت دو گھنٹے بڑھایا جاتا ہے۔ جن key notes speakers کے لئے آدھا آدھا گھنٹہ رکھا گیا تھا وہ ختم ہو گئے ہیں۔ باقی دوستوں کے لئے پانچ پانچ منٹ مقرر ہیں اور شروع

کرنے سے پہلے چودھری ندیم عباس ربیرا صاحب مجلس قائمہ برائے مواصلات و تعمیرات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ رپورٹیں پیش کریں۔

مسودہ قانون لاہور رنگ روڈ اتھارٹی مصدرہ 2011 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مواصلات و تعمیرات کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

چودھری ندیم عباس ربیرا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں

The Lahore Ring Road Authority Bill 2011 (Bill No.28 of 2011)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مواصلات و تعمیرات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

(رپورٹ پیش ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: رپورٹ پیش کر دی گئی۔ اب جناب ارشاد احمد خان مجلس قائمہ برائے کلچر اینڈ یوتھ افیئرز کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹ پیش کریں۔

مسودہ قانون (ترمیم) آثار قدیمہ مصدرہ 2011 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے کلچر اینڈ یوتھ افیئرز کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

جناب ارشاد احمد خان: جناب سپیکر! میں

The Antiquities (Amendment) Bill 2011 (Bill No.25 of 2011)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے کلچر اینڈ یوتھ افیئرز کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

(رپورٹ پیش ہوئی)

سالانہ بجٹ بابت سال2011-12 پر عام بحث

(۔۔۔جاری)

جناب ڈپٹی سپیکر:اب بجٹ کی طرف آتے ہیں۔جی، جناب شیر علی خان!

جناب شیر علی خان: شکریہ۔سب سے پہلےChair کی طرف سے اور بزنس ایڈوائزری کمیٹی کی طرف سے یہ جو فیصلہ کیا گیاہے کہ چند ممبران کو آدھا گھنٹہ اور باقی ممبران کو پانچ منٹ دیئے جائیں گے میرے نزدیک یہ بہت بڑی ناانصافی ہے۔دوسری زیادتی یہ کی گئی ہے کہ شمالی اور وسطی پنجاب کے تمام سپیکروں کو ٹائم دیا گیااورnorthوالوں کا کوئی سپیکر ابھی تک نہیں بولا۔ میرا خیال ہے کہ بات کرنے والا میں پہلا سپیکر ہوں گا۔ میں بجٹ پر بات کرنے سے پہلے ملک کے جو حالات ہیں اس پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب ہوائی قزاق ہماری ملکی فضائی سرحدوں پر ڈاکا ڈالیں، بحری قزاق بحری اڈے پر ڈاکا ڈالیں اور بری قزاق گھنٹوں کارروائی کرکے چلے جائیں۔ کوئی ارباب اختیار ذمہ داری قبول کرنے کو تیار نہ ہوں، ملک کا وزیراعظم کشمیر کی پُر فضا وادی میں ایک سیاسی جلسے سے خطاب کر رہا ہو، جب تیرہ گھنٹے تک بحری اڈے کے محاصرے کو ہماری تمام قوم اپنے ٹی وی سکرین پر براہ راست دیکھ رہی ہو ایسے حالات میں شہر کا صرف اکیلا قاضی انصاف دینے کی کوشش تو کرتا ہے لیکن اس کی بات بھی سنی ان سنی کر دی جاتی ہے۔ان نامساعد حالات میں، میں وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کا اغیار کی امداد نہ لینے کے فیصلے کو پوری قوم کی آواز سمجھتا ہوں اور اس پر ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

انہوں نے جو شعر یہاں پڑھا وہ بالکل برحق ہے کہ:

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

میں کامران مائیکل صاحب کو بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد دیتا ہوں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کا حکومت سے علیحدگی کے بعد یہ پاکستان مسلم لیگ (ن) کا پہلا بجٹ ہے جو میاں محمد شہباز شریف اور پاکستان مسلم لیگ (ن) کیvision کی عکاسی کرتا ہے۔یہاں کہا گیا کہ ممبران کی تجاویز کو اس میں شامل نہیں کیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ممبران کی تجاویز کو اس میں بالکل شامل کیا گیا ہے۔ زراعت پر بات کرتے ہوئے میں یہ کہوں گا کہ یہاں پر ممبران نے جو تجاویز دیں ان کو پورا کیا گیا۔ سولر ٹیوب ویلوں پر سبسڈی اور سولر پمپ لفٹ اریگیشن کے لئے جو بارانی علاقے میں دیئے جانے ہیں۔ دو سوmini ڈیموں

کی تجویز دی گئی اس کے لئے 16 کروڑ روپے بھی رکھے گئے ہیں۔یہاں پر تعلیم اور صحت پر بہت بات ہوئی ہے لیکن میں اپنے آپ کو زراعت پر ہی محدود کروں گا۔یہاں پر کمانڈ ایریا ڈویلپمنٹ کے لئے ایک خطیر رقم مختص کی گئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جو وسائل دستیاب ہوں گے اس سے پانی کا بہتر استعمال اور ذخیرہ کرنے کے لئے ہمیں زیادہ گنجائش میسر ہو گی۔ ایک لاکھ ایکڑ پر دو ہزار laser levellers اور drip irrigation دینے کی تجویز ہے، یہ بھی بہت احسن اقدام ہے اور اس سے بھی پانی کا ضیاع ختم ہو گا۔ کہا جاتا ہے کہ ہم 2020 میں water scared countries میں شامل ہو جائیں گے۔ میں یہاں ہر دفعہ کی طرح یہ ضرور کہوں گا کہ ہم جتنے بھی ڈیم بنالیں یہ کالا باغ ڈیم کا نعم البدل نہیں ہو سکتے۔ ہمیں کالا باغ ڈیم بنانا ہوگا اور اس کے لئے ہمیں باقی تمام صوبوں سے بات کرنی چاہئے۔ کالا باغ ڈیم ایک نیشنل پراجیکٹ ہے جو سارے ملک کا پراجیکٹ ہے، صرف پنجاب کا پراجیکٹ نہیں ہے۔

جناب والا! بجٹ میں لائیو سٹاک کے لئے 2۔ارب 50 کروڑ روپے اور farm to market roads کے لئے 2۔ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ ان اقدامات سے بھی زراعت میں خاطر خواہ بہتری آنے کی توقع کی جا سکتی ہے۔ پھلوں کی supply chain کو بہتر بنانے کے لئے 2۔ارب روپے کا رکھنا زراعت کے اس شعبے کی ترقی میں اہم کردار ثابت ہو گا۔یہاں پر زرعی گریجویٹس کو زمین لیز پر دینے کے لئے اور ان کو فارم بنانے کے لئے قرضہ مہیا کرنے کی بات کی گئی ہے، یہ بھی بہت احسن اقدام ہے اس سے بے روزگاری میں انشاء اللہ ضرور کمی آئے گی۔

جناب والا! یہاں پر ییلو کیب سکیم کو بہت criticize کیا گیا ہے۔ یہ سکیم کل بھی اچھی تھی اور آج بھی بہت اچھی ہے۔ میں میاں محمد شہباز شریف کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے یہ سکیم دوبارہ شروع کی۔یہاں پر اگر criticize کرنا ہے تو اُن لوگوں کو کرنا چاہئے جنہوں نے اس سکیم کا ناجائز فائدہ اٹھایا اور اس کو غلط استعمال کیا۔ یہ سکیم اچھی ہے اور اس دفعہ چونکہ چھوٹی گاڑیاں ہی دی جائیں گی تو انشاء اللہ اس کا غلط استعمال ہونے سے بھی روکا جائے گا۔

جناب والا! بجٹ میں ریسکیو 1122 کو تحصیل ہیڈ کوارٹروں میں introduce کرنے کا کہا گیا ہے، یہ بھی بہت احسن اقدام ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت اچھا ہو گا کہ اگر پسماندہ تحصیلوں کو پہلے ترجیح دی جائے اور تحصیلوں میں ریسکیو 1122 پہلے مہیا کی جائے۔ جنوبی پنجاب کے لئے 70۔ارب روپے کا بجٹ رکھا گیا۔ جھنگ، خوشاب، میانوالی اور بھکر کے لئے خصوصی ترقیاتی پروگرام دیئے گئے ہیں۔ بجٹ میں ان کا تو ذکر ہے لیکن وہاں کے شمالی پنجاب کے پسماندہ ضلعوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اٹک،

چکوال اور جہلم بھی ان اضلاع کی طرح پسماندہ ہیں۔ میں درخواست کروں گا کہ جو سپیشل پیکج دیئے جا رہے ہیں ان میں ہمارے پسماندہ اضلاع کو بھی رکھا جائے۔ جنوبی پنجاب والے، یہاں پر ایک فاضل ممبر نے شیخ مجیب الرحمٰن کی اس مشہور بات کا ذکر کیا کہ جب اس نے کہا تھا کہ مجھے اسلام آباد کی سڑکوں سے مشرقی پاکستان کی پٹ سن کی بُو آتی ہے۔ کہیں جنوبی پنجاب والے یہ نہ کہیں کہ ہمیں لاہور کی سڑکوں سے ان کے کاٹن کی بُو آتی ہے۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ 70۔ارب روپے میں سے غازی بروتھا کا جو ہائیڈل پرافٹ ملتا ہے ہمیں کہیں اس کی بُو نہ آنے لگ جائے۔ جنوبی پنجاب کی پسماندگی اپنی جگہ مگر پنجاب کے جتنے بھی پسماندہ اضلاع ہیں ان میں بلاتفریق بہتر پیکج دینے کی ضرورت ہے۔ جنوبی پنجاب والے ہر دفعہ اپنا رونا ضرور روئیں اور ہر علاقے کو حق ہے کہ وہ اپنے علاقے کا رونا روئیں لیکن اس ملک پر حکمرانی بھی ان 63 سالوں میں سب سے زیادہ جنوبی پنجاب والوں نے کی ہے۔ میں نے پچھلی دفعہ پوری لسٹ جس کو آج میں دوبارہ دہرانا نہیں چاہتا کہ ان کے کتنے حکمران رہے ہیں اور آج بھی وزیراعظم پاکستان اسی خطے سے تعلق رکھتے ہیں۔ لہذا میری استدعا ہوگی کہ ہم نار تھ میں رہنے والوں اور جو KPK یعنی سابقا صوبہ سرحد کے بارڈر پر بسنے والے اضلاع کے لوگ ہیں ان کے لئے خصوصی اقدامات کئے جائیں، بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ حمیرا اویس شاہد صاحبہ!

محترمہ حمیرا اویس شاہد: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں سب سے پہلے تو یہ سمجھنا چاہتی ہوں کہ ہر سال ایک بجٹ پیش کر رہے ہیں، یہ میں پچھلے آٹھ، دس سال سے تو میں بھی دیکھ رہی ہوں اور ہر دفعہ بجٹ apparently بہت اچھا نظر آتا ہے اس کے develop estimates ہوتے ہیں اور پھر اس کے بعد اس کے consumptions کیا ہیں یا اس کا failure کہاں ہوتا ہے؟ مجھے سمجھ نہیں آئی اور مجھے سمجھ نہیں آئی کہ ہم کس قسم کے ایک economic trap میں پھنسے ہوئے ہیں تو

> I would like to start my speech by going back to the address of Quid-e-Azam Mohammed Ali Jinnah.

یہ یکم جولائی 1948 کو انھوں نے سٹیٹ بنک کی opening ceremony میں بات کی تھی، انھوں نے کہا تھا کہ:

> I shall watch with keenness, the work of your research organization, involving banking practices compatible with Islamic ideals of social and economic life. The

economic system of the West has created almost insoluble problems for humanity and to so many of us it appears that only a miracle can save it from a disaster that is now facing the world. It has failed to do justice between man and man and to eradicate friction from the international field. On the contrary, it was responsible for the two world wars in the last century. The Western World despite of its advantage of mechanization and industrial efficiency is today in a worst mess than ever before in history. .

میں یہ اس لئے repeat کر رہی ہوں کیونکہ یہ لائنیں بہت اہم ہیں، یہ وہ economic vision تھی جو ہمارے قائد نے ہمیں دیا اور ہم نے وہ تمام کام کئے جو اس vision کے opposite تھے، ہم نے ایسی economy create کی جس کے اندر ہم آج چاہے کچھ بھی کر لیں جس طرح کا بھی بجٹ لے آئیں وہ deliver کر ہی نہیں سکتا اس کی reason یہ ہے کہ جب آپ کا economic system سودی نظام پر ہو، جہاں پر کرنسی، کریڈٹ کارڈ، plastic money بہت بڑے instruments بن جائیں wealth theft کے تو آپ کیا کریں گے؟ آپ اس بجٹ کو جتنا مرضی develop کر لیں، ہیلتھ اور ایجوکیشن کو اوپر لے جائیں جب تک inflation کو کنٹرول نہیں کریں گے تو آپ کی بات پھر وہی پہنچ جائے گی، جب تک آپ electricity provide نہیں کر سکتے، energy provide نہیں کر سکتے، پٹرول کی قیمت کنٹرول نہیں کر سکتے تو آپ کی development بھی پر نہیں جائے گی، Foreign debt پر جو interest ہے اس بارے میں آپ سوچ سکتے ہیں کہ اس پر کتنا interest ہو گا، ہمارا domestic debt sixteen billion rupees یا internal debt ہے یہ وہ تمام چیزیں ہیں اور یہ وہ سزائیں قائداعظم کی economic vision follow نہ کرنے کی وجہ سے ہمارے اوپر مسلط ہوئی ہیں۔ ہمارا domestic debt کا interest 4.1 billion سے 4.5 billion پر جا رہا ہے اور ہر سال ہم اس میں چار سے پانچ بلین add کرتے جا رہے ہیں، اس کے علاوہ ہماری inflation 14.5 فیصد پر چلی گئی ہے اور ہماری purchasing power نیچے جا رہی ہے۔ آپ چاہے جتنا مرضی salaries میں اضافہ کریں لوگوں نے غریب ہونا ہی ہے کیونکہ جس نظام کے اندر آپ کا بجٹ ہے وہ

نظام آپ کو کچھ deliver نہیں کرنے دے گا۔ اگر میں آپ کو سٹیٹ بنک کی reports کی طرف لے کر جاؤں تو by the end of March, Rs.11.2 trillion ہمارا debt کی مد میں جاتا ہے، اگر میں اس کو further آگے لے کر جاؤں تو ہمارا جو G.D.P growth rate ہے وہ 4 فیصد ہے اور اگر ہم یہ sustain بھی کر لیں تو بڑی بات ہو گی لیکن یہ بہت مشکل ہو گا۔ اب اصل چیز بجٹ کے لئے یا بجٹ کو running کرنے کے لئے یا آپ کی economy کو revitalize کرنے کے لئے How do you generate revenue, اور آپ نے پیسے کہاں سے لانے ہیں؟ ہم سب کو پتا ہے کہ ایجوکیشن میں کم پیسا ہے، ہم سب کو پتا ہے کہ ہیلتھ کے لئے مزید پیسا چاہئے، ہمیں یہ بھی پتا ہے کہ ہمارے زرعی نظام کو مزید پیسے کی ضرورت ہے اور کو جو expenditures کریں گے اس کے لئے آپ پیسہ کہاں سے لائے گے؟ ابھی تو یہ estimates ہیں اور ہر دفعہ آپ کے estimates جو بجٹ میں allocate ہوئے ہوتے ہیں وہ اس سے کم ہوتے ہیں کیونکہ آپ کے targets meet نہیں ہو پاتے۔ آپ کے ٹیکس سسٹم کے اندر جو leakages ہیں، آپ کی بہت حد تک جو انکم ہے وہ tax net کے اندر نہیں آتی، آپ صرف 30 percent of national پر ٹیکس ادا کر رہے ہیں اور اس میں جو urban incomes میں 50 فیصد لوگ ہیں وہ ٹیکس دیتے ہیں تو جب تک آپ ٹیکس نیٹ ورک میں grow نہیں کریں گے آپ deliver نہیں کر پائیں گے۔

جناب والا! اس کے علاوہ آپ کا سب سے بڑا مسئلہ black economy ہے، آپ کی white economy صرف 30 فیصد ہے اور 70 فیصد black economy ہے، جب یہ وہ تمام purchase, sales اور transactions گورنمنٹ کے ریکارڈ پر نہیں ہے تو آپ ٹیکس وصول کیسے کر سکتے ہیں؟ اس کے علاوہ آپ black economy کے اندر اتنے بڑے leakages ہیں کہ اس کو on record نہیں لایا جا سکتا کیونکہ آپ کا drugs، آپ کا money lending business، آپ کا weapons کا سارا مافیا ہیں وہ ایک ہی مافیا آپ کی black economy کے اندر ہے اور یہ parallel economy کی جو growth ہے وہ آپ کی official economy سے تین گنا زیادہ ہے۔ آپ جتنا مرضی sustain کرنے کی کوشش کریں اور سبسڈی دینے کی کوشش کریں، subsidies ایک حد سے آگے نہیں جا سکتیں اور اس کا یہ حل نہیں ہے اس کے لئے میں نے ایک نظام "بیع سلم" کی تجویز دی تھی جو کہ ابھی بھی ایک کمیٹی میں ہے جب تک آپ اپنے کسان کو آڑھتی سے نہیں بچائیں گے، جب تک آپ اس کو کھڑا نہیں کریں گے، آپ اس کو جتنی مرضی سبسڈی دے دیں وہ

dependableرہے گا، جب آپ اس سے سبسڈیز withdraw کریں گے تو وہ دوبارہ weak ہو جائے گا اور وہ دوبارہ گر جاتا ہے۔"بیع سلم"نظام کا مطلب ہے کہ آپ بنکوں کو as a financer لے کر آئیں اور وہ کسانوں سے ایڈوانس میں crops purchase کریں۔اس سے آپ آڑھتی کو نہ صرف ہٹاتے ہیں بلکہ آپ بنکوں کو لا رہے ہیں جو ایڈوانس میں پر چیز کرے گا اور وہ بنک ان crops کی commodities کی trading کرے گا۔یہ نہ صرف ایک زاویے سے بلکہ دو تین زاویوں سے آپ کے کسان کو protection ملے گی،اس کو جب اکٹھے پیسے ملیں گے تو اس کی cultivation cost پچاس فیصد سے نیچے جائے گی کیونکہ ایک تو سود اس میں سے ہٹ جائے گا،دوسرا بروقت ادا کرنے سے اس کو اچھی قیمت پر agriculture products of supplies ملیں گی۔اس نظام کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ آپ کے لئے revenue generate کرے گا نہ صرف عُشر کے ذریعے بلکہ آپ کے banks کو expansion ملے گی،آپ کے کسان کو ایک financer ملے گا اور آپ کا آڑھتی جس نے کسان کی زندگی کو ایک عذاب بنایا ہوا ہے آپ اس کو اس کے چنگل سے چھڑا سکیں گے۔Recently ایک بڑی اچھی development ہوئی ہے،امریکہ کی ایک سٹیٹ Utah نے legislation pass کی ہے،انھوں نے کہا ہے کہ Utah کا تمام کاروبار سلور اور گولڈ coins میں ہو گا۔میں یہ اس لئے یہاں پر لے کر آئی ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کی ایک حدیث ہے کہ جس چیز کی intrinsic value نہیں ہے وہ کرنسی کے طور پر استعمال نہیں ہو سکتی اسی لئے آج paper money نے ہمیں ذلیل و خوار اور رسوا کر دیا ہے۔ یہ inflation آپ کے اور ہمارے کنٹرول سے باہر ہے کیونکہ یہ ایسے کرنسی کے نظام پر چلتی ہے جس کی intrinsic value نہیں ہے۔اس کو sound money کہتے ہیں جب آپ گولڈ اور سلور coins کے اوپر کاروبار کرتے ہیں، اس سٹیٹ کے گورنر نے کہا ہے کہ ہم inflation کنٹرول نہیں کر سکتے اس لئے We are coming back to the original system یہ legislation آٹھ سٹیٹس میں repeat ہونے والی ہے جو کہ ورجینیا، جارجیا، اوہائیو، مزوری، کلوارڈو، انڈیانا، مونٹینا، یہ میں اس لئے quote کر رہی ہوں کہ یہ بہت بڑا step ہے۔آپ اس نظام کو reject کر رہے ہیں کہ جس نظام نے آپ کو ایک vicious trap of debt اور usury میں پھنسایا ہوا ہے،اگر آج امریکہ اس نظام کو adopt کر سکتا ہے تو آج ہم بھی اس کو adopt کر سکتے ہیں۔جب ہمیں پتا ہے کہ inflation کی وجہ کیا ہے،جب ہمیں پتا ہے کہ ہمیں کون سا نظام غریب سے غریب تر کر رہا ہے تو کیا ہم

بھی گولڈ اور سلور coins کے اوپر کامرس ٹریڈنگ نہیں کر سکتے ہیں؟ یہ بھی ایک تجویز ہے، اس کو اپنانے کے لئے بڑا دل گردہ چاہئے اگر کوئی کرنے والا ہو، لیکن میری طرف سے یہ ایک تجویز ہے۔

اس کے علاوہ سب سے زیادہ کرپشن اور leakages گورنمنٹ کے ایڈمنسٹریٹو ڈیپارٹمنٹ ریونیو، پولیس، ایکسائز، پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ کے ذریعے ہوتی ہیں اور ان کی اپنی studies جو انٹی کرپشن establishment کی ہے۔ وہ خود یہ کہتی ہے کہ سول سروس نے بھی politicize کیا ہے۔ وقت کی کمی کی وجہ سے میں یہ بات کہوں گی کہ آپ کے administrative departments کبھی ٹھیک نہیں ہو سکتے جب تک ان میں سے political interference ختم نہیں ہو گی، جب تک آپ ان ڈیپارٹمنٹس کے structure میں interference بند نہیں کریں گے، آپ کو انہی ڈیپارٹمنٹس کے اندر accountability structures create کرنے پڑیں گے اور اس کے لئے ہم سیاستدانوں کو بھی اپنی power withdraw کرنی پڑے گی۔ ہمیں بھرتیاں کرنے کی ضرورت ہے، ہمیں پوسٹنگ کرنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی ہمیں ٹرانسفر کرنے کی ضرورت ہے جو پولیٹیکل ہوں، اس کے بعد ہمیں حق ہو گا کہ ہم سول سرونٹس کا احتساب کر سکیں۔ اس سے پہلے ہم نہیں کر پائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ جلدی wind up کریں۔

محترمہ حمیرا اویس شاہد: میرے پاس اور بھی بہت سی تجاویز تھیں لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے میں اپنی تقریر یہیں ختم کرتی ہوں۔ آپ کا بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ!

محترمہ نگہت ناصر شیخ: شکریہ۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں وزیر خزانہ جناب کامران مائیکل کو مبارکباد پیش کروں گی کہ ان کا انداز بیاں اور الفاظ پر گرفت جو تھی وہ یقیناً بے مثالی تھی۔ میں اپنی بات یہاں سے شروع کروں گی کہ پاکستان کی تاریخ میں بے شمار بجٹ پیش ہوئے۔ ہر سال بجٹ پیش ہوتا ہے اور فنڈز announce کر دیئے جاتے ہیں۔ اگر ہم زیادہ دور نہ جائیں اور گزشتہ چند دہائیوں کو ہی دیکھ لیں کہ آنے والے بجٹ، پیش کردہ بجٹ اور گزشتہ بجٹ میں فرق کیا ہے، حالات کیا ہیں تو آج ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ حالات پہلے کی نسبت خراب ہو رہے ہیں۔ حالات کیوں خراب ہو رہے ہیں شاید ہم اس بیماری تک نہیں پہنچ رہے جو حالات کا بگاڑ پیدا کر رہے ہیں۔ جب بجٹ announce ہو جاتا ہے، فنڈز ملنے شروع ہو جاتے ہیں، فنڈز announce ہونے سے فنڈز کا استعمال ہونے تک اور جن کاموں کے لئے وہ مختص کئے جاتے ہیں ان کے استعمال تک اور وہ کام شروع ہونے تک جو procedure ہے خرابی

اس میں ہے۔ ہمیں بیماری کوئی اور ہے اور ہم علاج کچھ اور کر رہے ہیں۔ ہمیں اس procedure کو ٹھیک کرنا چاہئے اور اس procedure سے متعلق جو لوگ ہیں ان کی نیت ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے۔ فنڈز announce ہو جاتے ہیں مگر ترقیاتی کام دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ کبھی سیکرٹری صاحب نہیں مل رہے، کبھی ڈی سی او صاحب نہیں مل رہے، میٹنگز نہیں ہو رہیں، نیا سال آ جاتا ہے اور اگلا بجٹ آنے میں ایک مہینہ رہ جاتا ہے تو کام شروع کر دیئے جاتے ہیں مگر وہ بھی نامکمل چھوڑ دیئے جاتے ہیں اور funds lapse ہو جاتے ہیں۔ میں تو اپنے تین سالوں میں یہی دیکھتی آ رہی ہوں کہ یہ اس سارے procedure میں funds lapse ہو جاتے ہیں اور جو کام شروع ہوتے ہیں وہ نامکمل رہ جاتے ہیں۔
اب اگر ان بیوروکریٹس اور اس سسٹم سے متعلق لوگوں کی بات کریں تو آپ ان کے اپنے روّیے اور کام دیکھیں، اس کی ایک مثال میں یہ دوں گی کہ GOR-I میں، میں اپنے بچپن سے وہاں ایک نرسری دیکھ رہی تھی، کافی بڑے area پر وہ نرسری تھی، اب ان بیوروکریٹس نے یہ announce کیا کہ وہ ناجائز قابضین ہیں اور وہ جگہ خالی کرا کر بیچی جائے گی اور جو رقم ہے وہ حکومت کے خزانہ میں جمع کرائی جائے گی۔ وہ جگہ خالی کرالی گئی اور وہاں پر سرکاری گھر تعمیر کرنے شروع کر دیئے گئے۔ آپ یقین کریں کہ ایک دو مہینے کے اندر وہاں پر بہترین کوٹھیاں تعمیر کر دی گئیں۔ اس سے ملحقہ سڑک جو شارع عام ہے وہ ایک عرصہ دراز سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی لیکن چونکہ وہ سڑک ان کے گھروں کی کالونی کو لگ رہی تھی لہذا صرف دو دِن میں وہاں پر carpeted roads تیار کر دی گئیں۔ جب ان کے اپنے کام اتنی تیزی سے ہو سکتے ہیں، جب ان کے اپنے کام اتنی جلدی ہو سکتے ہیں اُن گھروں کے جن میں انہوں نے رہائش اختیار کرنی ہے تو عوام کے منصوبے کس وجہ سے delay ہو جاتے ہیں، کیا وہ صرف اس وجہ سے late کر دیئے جاتے ہیں کہ ان پر ان کا اپنا کمیشن ہوتا ہے؟ ہم نے اس بیوروکریسی کو مقدس گائے بنا کر رکھا ہوا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ آج وقت کی اہم ضرورت ہے کہ ہم اس مقدس گائے کا احتساب کریں اور ہمیں چاہئے کہ ہم اس میں political لوگوں کو شامل کریں۔
جناب سپیکر! ایک اور ستم ظریفی دیکھیں کہ ان لوگوں کی جو ACR بنتی ہے وہ سینئر افسر کی رپورٹ پر بنتی ہے۔ آپ ریکارڈ اٹھا کر دیکھ لیں کہ جتنا کرپٹ افسر ہوگا اس کی ACR اتنی ہی بہترین ہو گی، اتنی ہی اچھی ہو گی کیونکہ جو جتنا کھاتا ہے وہ اتنا کھلاتا بھی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ان کی ACR ان کی کارکردگی پر بننی چاہئے، دورانِ ملازمت ان کی جو performance ہے اس کی base پر ان کی ACR بننی چاہئے۔ اس میں میری تجویز یہ ہے کہ اس سارے سسٹم کو بہتر کرنے کے لئے stakeholders کو

شامل کیا جانا چاہئے اور جو عوام کے منتخب نمائندے ہیں، جن تک عوام کی رسائی ہے ان کو شامل کیا جائے۔ کسی افسر، کسی سیکرٹری تک منتخب نمائندوں کی رسائی نہیں ہے تو عام عوام ان کو کہاں ڈھونڈتے پھریں گے؟ اس سسٹم میں منتخب نمائندوں کو شامل کیا جانا چاہئے ایسی کمیٹیاں تشکیل دی جائیں جن میں stakeholders ہوں، منتخب نمائندے ہوں اور وہ ان بیوروکریٹس سے کام لیں۔ یہ جو اپنی ملازمتوں، اپنے منصب کو ٹھنڈے کمروں اور گاڑیوں میں بیٹھ کر enjoy کر رہے ہیں، جو عوام کے لئے کام نہیں کر سکتے ہیں ان سے کام لینے کا وقت ہے۔

بجٹ میں، میں سب سے پہلے تعلیم پر بات کروں گی اور منسٹر صاحب سے کہوں گی کہ وہ اس بات پر توجہ دیں جو اس وقت بہت اہم مسئلہ بنتا جا رہا ہے۔ پرائیویٹ سکول اور پرائیویٹ کالجز کی بڑھتی ہوئی فیسوں نے والدین کو پریشان کر کے رکھ دیا ہے اس سے پہلے کہ حالات قابو سے باہر ہو جائیں اس مسئلہ کا کچھ حل نکال لینا چاہئے۔ میری حکومت سے گزارش ہے کہ وہ اس مسئلہ کو سنجیدگی سے لے کر اس مسئلہ کا حل نکالیں اور پرائیویٹ سکول اور کالجز نے جو لوٹ مار مچائی ہوئی ہے اس کو ختم کریں۔ اب گرمیوں کی چھٹیاں شروع ہوئی ہیں تو والدین سے demand کر دی گئی ہے کہ تین ماہ کی فیس advance جمع کرا دی جائے۔ آپ مجھے بتائیں کہ جس شخص کا گھر ماہانہ تنخواہ پر چلتا ہے وہ اپنے بجٹ کو خراب کر کے تین ماہ کی فیس کیسے advance دے سکتا ہے، وہ کہاں سے دے گا؟ اس پر دھمکی یہ دی گئی ہے کہ اگر فیس نہ جمع کرائی گئی تو آپ کے بچے کو سکول سے نکال دیا جائے گا اور اگر آپ چھٹیوں کے بعد بچے کو سکول بھیجیں گے تو اس کی Admission Fees دوبارہ دینی پڑے گی اس لئے میں چاہتی ہوں کہ حکومت اس پر خصوصی توجہ دے اور اس مسئلہ کا حل نکالے۔ پرائیویٹ سیکٹر میں جو چند بڑے سکول ہیں ان میں صرف لاہور کے سکولوں کی آمدن 4۔ارب روپے ہے تو ان کا کچھ کر لینا چاہئے کہ ان پر بھی ٹیکس لگے اور یہ جو آئے دن فیسیں بڑھا دیتے ہیں اس کا بھی کچھ ہو۔ اس کے علاوہ پرائیویٹ سیکٹر جو اس قوم کے بچوں کا سب سے بڑا نقصان کر رہا ہے وہ ان کی اپنی Academies ہیں۔ صبح کے وقت یہ سکول ہوتے ہیں، شام کے وقت اسی سکول کو انہوں نے اکیڈمی کا نام دیا ہوا ہے۔ جو بچہ صحیح بھی پڑھ رہا ہو اس کو بھی یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ اس کی گھر میں پڑھائی ٹھیک نہیں ہے آپ اسے یہی اکیڈمی join کرا دیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے سکول میں ہی یونیفارم اور بک شاپس بنائی ہوئی ہے۔ اگر ایک پنسل بازار میں -/5 روپے کی ہے تو ان کی اُس سٹیشنری شاپ پر یہ -/15 روپے سے کم کی نہیں ہے۔ ان کے یونیفارم کی شرٹ اگر بازار میں -/100 روپے کی ہے تو اس پر سکول کا ایک چھوٹا سا اسٹکر لگ جاتا ہے اس کے بعد

وہ -/500روپے سے کم کی نہیں دیتے ہیں۔ اس طرح سے یہ لوٹ مار کر رہے ہیں۔ والدین پریشان ہیں، اس مسئلہ کا کوئی حل ضرور نکالنا چاہئے۔ پرائیویٹ سیکٹر کے ساتھ ساتھ میں سرکاری سکولوں کی حالت پر بھی مختصر سی بات کرنا چاہوں گی۔ سکول کی maintenance اور نئے سکول و کالج بنانے کے لئے ایک ارب 20 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ میں کہتی ہوں کہ نئے سکول اور کالج ضرور بننے چاہئیں مگر ان علاقوں میں جہاں پر ان کی ضرورت ہے محض اپنے نام کی تختی لگوانے کے لئے نہیں کہ ہم نے یہ سکول یا کالج بنایا ہے۔ یہ کام کرنا چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ ایسے سکول بھی ہیں جہاں پر استاد تو سولہ ہیں لیکن شاگرد بارہ ہیں۔ سکولوں پر لاکھوں روپے خرچ ہوتے ہیں وہاں پر ٹرانسپورٹ ہے، ہر چیز ہے لیکن رزلٹ کیا آرہا ہے میٹرک، ایف اے، بی اے، سب میں صفر اور یہ ایک سال، دو سال کی بات نہیں ہے، ہر سال تقریباً صفر فیصد رزلٹ ہے۔ اس کے ساتھ میں "Dawn" اخبار کی ایک خبر کا حوالہ دیتی چلوں کہ اس میں ایک بڑی تصویر کے ساتھ پچھلے دنوں ایک خبر چھپی جس میں دکھایا گیا کہ سکول کے بچے یونیفارم میں ایک زمیندار کے کھیت میں گندم کی کٹائی کے موقع پر کام کر رہے ہیں اور مزدوری کر رہے ہیں، نیچے تفصیل میں بتایا گیا تھا کہ چونکہ سکول کا ہیڈ ماسٹر زمیندار کا رشتہ دار تھا اور وہ بچوں سے مزدوری کرانے کے لئے بچوں کو یہاں پر لے آیا۔ سرکاری سکولوں کی حالت کو بہتر کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ وہاں پر خصوصی توجہ دی جانی چاہئے اور ان کی missing facilities کو پورا کیا جانا چاہئے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں ایک اور اہم بات کرنا چاہوں گی جو کہ میرا خیال ہے کہ اس بجٹ میں سب سے زیادہ زیر بحث رہی وہ "آشیانہ"۔ "روٹی کپڑا اور مکان" کا نعرہ لگانے والے عوام کو خواب دکھانے والے، جن لوگوں نے عوام کو یہ خواب دکھایا آج وہ اس پر سب سے زیادہ تنقید اس لئے کر رہے ہیں کہ چالیس سال سے عوام کو اپنے گھر کا خواب تو وہ دکھا رہے ہیں لیکن اس کو پورا کوئی اور کر رہا ہے۔ یہ خواب تھا کسی اور کا اور پورا کر رہا ہے کوئی اور یہ وزیر اعلیٰ پر تنقید کرتے ہیں اور یہاں ایک بات کی گئی کہ چار پانچ لاکھ روپے میں گھر مل رہا ہے۔ میں آپ کے توسط سے گزارش کروں گی کہ میں 10 لاکھ روپے دینے کے لئے تیار ہوں مجھے آشیانہ ہاؤسنگ سکیم سے کم سہولیات والا، آدھی سہولیات والا گھر دے دیں۔ یہاں پر میں ایک figure quote کرنا چاہوں گی کہ وفاقی حکومت کی اس سلسلے میں PHA پاکستان ہاؤسنگ اتھارٹی کے نام سے ایک سکیم announce کی گئی ہے جو کہ وفاقی کالونی لاہور میں اور اسلام آباد میں introduce کی گئی ہے۔ اب آپ اس کی قیمتیں سن لیجئے۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ عام عوام کے لئے یہ کالونی نہیں ہے صرف سرکاری ملازمین کے لئے ہے اور کن سرکاری ملازمین کو نوازا گیا

ہے اس کا اندازہ آپ ان کی قیمتوں سے کرلیں گے کہ اس کالونی میں ایک فلیٹ، گھر نہیں ایک فلیٹ کی قیمت 65لاکھ روپے سے 75لاکھ روپے تک ہے۔ آپ خود اندازہ کر لیجئے کہ یہ گھر کن لوگوں کے لئے ہیں اور آشیانہ کے اوپر تنقید کرنے والوں کو یہ نہیں معلوم کہ آشیانہ میں تین مرلے کا ڈبل سٹوری گھر 11لاکھ 90ہزار میں دیا جارہا ہے۔ وفاقی حکومت کی جو سکیم ہے اس کی فیس 10ہزار روپے ہے جبکہ آشیانہ کی فیس -/900روپے ہے۔

جناب سپیکر! میں ایک اور مختصراً بات کروں گی کہ posh areas میں جتنے بیوٹی پارلر، بیوٹی سیلون ہیں میں وزیر خزانہ سے کہوں گی کہ وہ میری اس تجویز کو دیکھیں اور غور کریں کیونکہ اس میں یقیناً حکومت کو فائدہ ہوگا۔ جتنے posh areas ہیں ان میں across the board sitting hours turn کی بنیاد پر ٹیکس لگنا چاہئے لیکن یہ ٹیکس low income areas پر نہیں لگنا چاہئے کیونکہ ان areas میں بہت سی ایسی خواتین اور لوگ ہیں جن کا روزگار چھوٹے چھوٹے بیوٹی پارلر سے چل رہا ہے۔ یہ ٹیکس صرف ان بیوٹی پارلر اور بیوٹی سیلون پر ہونا چاہئے جہاں پر ایک دن دلہن تیار ہونے جاتی ہے اور 60 سے 70ہزار روپے دے کر آتی ہے۔

جناب سپیکر! آخر میں، میں سی این جی سلنڈر پر بات کروں گی۔ اس کے پھٹنے سے جو ہلاکتیں ہو رہی ہیں اور خصوصاً کمرشل گاڑیوں میں ہو رہی ہیں۔ Motor Vehicle Examiner Department جو ہے آپ یقین کریں، آپ مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ یہ محکمہ وہ محکمہ ہے جو بغیر تصدیق کے چند ہزار روپے کے عوض Fitness Certificate جاری کر دیتا ہے اور اس گاڑی کو بھی جاری کر دیتا ہے جس کے سپیئر پارٹس شاید کسی ورکشاپ میں پڑے ہوں۔ آئے دن حادثات ہو رہے ہیں ابھی 12۔ فروری کو راولپنڈی میں اور 2۔ مارچ کو گوجرانوالہ میں ہلاکتیں ہوئیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! بہت شکریہ

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب والا! میں اپنی بات ختم کر رہی ہوں۔ سی این جی سے جو حادثات ہو رہے ہیں حکومت کو اس پر ضروری اقدامات کرنے چاہئیں۔ میں ایک منٹ میں اپنی بات کو ختم کروں گی، اگر میں خواتین کے حوالہ سے بات نہ کروں تو زیادتی ہوگی۔ خواتین کے لئے جو 13۔ارب روپے رکھے گئے ہیں، عموماً خواتین کے لئے جو پروگرام شروع کئے جاتے ہیں ان میں صحت، ہیلتھ یونٹ، جیسے پروگرام شروع کر دئیے جاتے تھے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اگر ہم نے پاکستان کو ترقی دینی ہے، خواتین کو ترقی کے دھارے میں لانا ہے تو ان کو بر سر روزگار بنایا جائے، ان کو اپنے پاؤں پر کھڑا کیا جائے جو 13۔ارب

روپے مختص کئے گئے ہیں اس میں ایسے پروگرام شروع کئے جانے چاہئیں جن میں handicrafts اور hand made چیزیں شامل ہوں۔ خواتین کو ہنر گھر بنا کر دیئے جائیں اور ایسی products ان سے لی جائیں اور ان کو اس قابل کیا جائے کہ ان products کو بین الاقوامی سطح پر فروخت کیا جا سکے اور زرمبادلہ بھی کمایا جا سکے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جناب طارق امین ہوتیانہ!

جناب محمد طارق امین ہوتیانہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ ہمارا House اس ملک کی ٹوٹل آبادی کا 56 فیصد ہے اور اس کی یہ نمائندگی کرتا ہے۔ ملک کی more than fifty percent آبادی کے ہم نمائندے ہیں اور یہ House اس کا نمائندہ House ہے۔ آپ کی وساطت سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر ممبران جس انداز سے اپنے علاقوں کی نمائندگی کرتے ہیں یا جو language یہاں پر استعمال کرتے ہیں میری تمام ممبران سے دست بستہ درخواست ہے کہ اگر اپنی عزت ہم خود نہیں کریں گے تو قوم سے ہم کیا expect کریں گے، لوگ ہماری عزت پھر کس طرح کریں گے ؟ اب میں بجٹ کی طرف آتا ہوں۔

جناب سپیکر! Good governance کا مقصد یہ ہے کہ ہم جو بجٹ پیش کر رہے ہیں اس کو مشاورت سے پاس کیا جائے کیونکہ ہمارے ملکی حالات ایسے ہیں کہ وسائل کم اور مسائل زیادہ ہیں۔ ان مسائل کے حل کے لئے ہم جو بھی بجٹ بنائیں اسے باہمی مشاورت سے بنائیں۔ اس میں سابقہ کوتاہیاں مدنظر رکھیں اور ہمارے بجٹ کے جو سابقہ اہداف تھے ان کو چیک کیا جائے کہ وہ کون سے اہداف تھے جو ہم achieve نہیں کر سکے یا ان کے کیا اسباب تھے ؟ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر ہم اپنے آئندہ اہداف مقرر کریں گے تو انہیں achieve کرنا میرے خیال میں بہتر ہوگا۔ اب اگر ہم سابقہ بجٹ میں دیکھیں کہ ہمارے ملک میں law and order کی صورتحال کیا ہے، ہمارے ملک میں کرپشن کی صورتحال کیا ہے، ہمارے ملک میں تعلیم کی صورتحال کیا ہے، صحت کی صورتحال کیا ہے اور ہسپتالوں کے حالات کیا ہیں؟ واٹر سپلائی کے متعلق عرض کروں گا کہ آج کل زیادہ تر جو بیماریاں ہیں ان میں Hepatitis سرفہرست ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہاں پر لوگوں کے لئے پینے کا صاف پانی میسر نہ ہے۔ اس میں ہمیں اپنی صورتحال کو دیکھنا چاہئے۔ اسی طرح farm to market roads کی جو ہمارے دیہی علاقوں میں صورتحال ہے اس کی کیا صورت ہے ؟ پھر جو پچھلے سال کے بجٹ کے اہداف تھے، ہماری جو allocation funds تھی اس میں سے کتنا fund utilize ہوا؟ اس کے علاوہ پچھلے Budgets میں

جو مختلف سکیمیں تھیں جس طرح سستی روٹی ہو گئی، فوڈ سپورٹ پروگرام ہو گیا وہ کیوں بند ہوا، اس کی ناکامی کے کیا اسباب تھے؟ اسی طرح NFC Award جس میں مرکز سے صوبے اپنی آبادی کے لحاظ سے اور اپنی پسماندگی کے لحاظ سے جو فنڈ صوبوں کو تفویض ہوتے ہیں اسی طرح ہم نے صوبائی فنانس کمیشن کیوں نہیں بنایا اور کیوں نہیں اپنایا، اسی طرح NFC ایوارڈ کی بنیاد پر PFC بن جاتا تو ہمارے مختلف اضلاع میں، ہمارے مختلف علاقوں میں بھی فنڈ اسی بنیاد پر تقسیم کئے جاتے جس بنیاد پر NFC کے فنڈز تقسیم ہوئے ہیں۔ اس سے بھی لوگوں کے مسائل حل ہو سکتے تھے۔ جس طرح ہمارے وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ تقریر میں کہا بلکہ بجٹ پڑھا، انہوں نے تو لکھی ہوئی تقریر ہی پڑھی ہو گی۔ پنجاب جس کو food basket کہا گیا ہے کیا ہم نے اپنے کسانوں سے گندم سرکاری طے شدہ نرخوں پر خریدی، 9 لاکھ ٹن گندم جس کا ذکر وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر میں بھی کیا گیا ہے اس کو بروقت export کیوں نہیں کیا گیا؟

جناب سپیکر! پچھلے سال ہم نے پولیس کے لئے 49-ارب 20 کروڑ روپے کا فنڈ مختص کیا تھا اس سال اس کو بڑھا کر 52-ارب روپے کر دیا گیا ہے۔ کیا ہم نے پولیس والوں سے کبھی پوچھا ہے، کبھی حساب لیا ہے کہ پچھلے سال جو ہم نے ان کے فنڈ میں اضافہ کیا تھا اس کی output کیا ہے، کیا Law and Order کی صورتحال بہتر ہوئی، کیا ملک میں ڈاکے بند ہوئے، کیا پولیس والوں نے رشوت کھانی کم کی؟ یہ صورتحال میرے خیال میں انتہائی منفی ہے اور انتہائی frustration کی صورتحال ہے۔ اب کرپشن کی طرف آ جاتے ہیں، آڈیٹر جنرل آف پاکستان نے پچھلے دو سالوں میں ہمارے صوبے میں جو مالی کرپشن ہوئی ہے اس کی جو رپورٹ دی ہے وہ 70-ارب روپے ہے یعنی جنوبی پنجاب کو جتنا فنڈ دیا گیا ہے اس کے برابر ہمارے مختلف محکموں کے ملازمین اور افسران نے کرپشن کی ہے۔ آئندہ جو ہمارا بجٹ ہے اس میں ہم نے اس کو ختم کرنے کے لئے کیا لائحہ عمل طے کیا ہے، اس کرپشن کو بند کرنے کا ہم نے کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟ مجھے تو اس بجٹ میں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی۔ اس میں آپ یہ دیکھیں کہ اس 70-ارب روپے میں پولیس کی کرپشن شامل نہیں ہے، Revenue Department کی کرپشن شامل نہیں ہے، یہ صرف ہمارے مالیاتی اداروں میں جو کرپشن ہوئی ہے اس کی رپورٹ ہے۔ اسی طرح جو funds utilization کی بات ہے، پچھلے بجٹ میں ہمارے جنوبی پنجاب کے لئے 50-ارب روپے رکھے گئے تھے جو خرچ ہوئے وہ 10-ارب روپے ہیں۔ اس دفعہ ہمیں کیا یقین ہے کہ جو 73-ارب روپے کی ہمیں خوشخبری سنائی گئی ہے کیا واقعی یہ 73-ارب روپیہ ہمارے جنوبی پنجاب پر خرچ ہو گا؟

جناب سپیکر! ہیلتھ کے لئے انہوں نے پچاس موبائل یونٹس کا اعلان کیا ہے ان کی جگہ جو موجودہ BHUs اور RHCs ہیں ان پر یہ رقم خرچ کر دی جاتی تو کتنا ہی بہتر ہوتا۔ کچھ عرصہ بعد ہمارے ان موبائل یونٹس کی حالت بھی ایسی ہی ہو گی جیسی عام گاڑیوں کی ہے۔ یہ چلنے کے قابل نہیں ہوں گے، ان کے پٹرول کے پیسے بھی کرپشن کی نذر ہو جائیں گے۔ میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ اس کو reconsider کیا جائے اور یہ جو پچاس موبائل یونٹوں کا idea دیا ہے اس کی جگہ جو موجودہ infrastructure ہے ہمارے ہسپتال ہیں، ہماری ڈسپنسریاں ہیں ان پر رقم خرچ کر دی جائے۔

جناب سپیکر! ییلو کیب سکیم کا بھی دوبارہ اجراء کیا گیا ہے، پچھلی دفعہ ییلو کیب سکیم کی وجہ سے ہمارے دو بنک دیوالیہ ہو گئے تھے، ان میں ایک حبیب بنک تھا اور ایک یونائیٹڈ بنک تھا۔ اس دفعہ دوبارہ اس سکیم کا اجراء کیا گیا ہے تو پچھلی کوتاہیوں کو ضرور مد نظر رکھا جائے۔ پچھلی دفعہ یہ تھا کہ یہاں کی ییلو کیب افغانستان تک سمگل ہو کر استعمال ہوتی رہی ہے۔ اگر ہم نے اپنی youth کو financial independence دینی ہے تو اس کی کوئی اور سکیم بنالی جائے یا لوگوں کو پبلک ٹرانسپورٹ، جیسے ویگن ہے وہ supply کی جائیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ 40 فیصد ییلو کیب جنوبی پنجاب میں جائیں گی۔ میں عرض کرتا ہوں کہ جنوبی پنجاب میں ان کی افادیت نہیں ہے، یہ ییلو کیب ultimately لاہور اور بڑے شہروں میں آ جائیں گی جہاں پر ہم پہلے ہی overhead and underpasses بنا رہے ہیں اس سے ٹریفک میں مزید اضافہ ہو جائے گا لہذا میری گزارش ہے کہ اس کو بھی reconsider کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ اس میں یہ نہیں لکھا گیا کہ پچھلے سال جو چھ دانش سکول بنے ہیں ان پر کل کتنا پیسا خرچ ہوا اور جو آئندہ سال آٹھ سکول بننے ہیں ان پر کتنا پیسا خرچ ہونا ہے۔ یہ ہماری بھی خواہش ہے کہ اس ملک کا ہر بچہ اچھے اداروں میں پڑھے لیکن اچھے اداروں سے مراد یہ ہے کہ ہم ان بچوں کو اچھی تعلیم مہیا کریں لیکن یہاں پر یہ صورتحال ہے کہ دس دس مربعوں کی چار دیواری بنائی گئی ہے وہاں پر کارپٹڈ روڈ بنائے گئے ہیں، وہاں کار پارکنگ بنائی گئی ہے۔ میرے ضلع بہاولنگر کے دانش سکول میں ڈیڑھ کروڑ کے پودے لگائے گئے ہیں۔ یہ فنڈز کا ضیاع ہے اسے روکا جائے۔ ہم ان فنڈز کے امین ہیں، ہم ان کی بہتر utilization کریں، ہم انہی پیسوں سے گورنمنٹ کے موجودہ سکولوں کی پوزیشن بہتر کر سکتے ہیں اور ان میں جو سہولتوں کا فقدان ہے انہیں improve کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! اب جو فارم ہاؤسز پر ٹیکس لگانے کی بات کی گئی ہے اس میں انہوں نے یہ زیادتی کی ہے کہ ٹیکس کو covered area پر رکھا ہے۔ امراء لوگ ایکڑوں میں اپنے فارم ہاؤسز بناتے ہیں لہذا اگر covered area کی بجائے total area کو بنیاد بنا کر ٹیکس لگایا جائے گا تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

جناب سپیکر! ہمارا جو ضمنی بجٹ آتا ہے اس کی کچھ سمجھ نہیں آتی چونکہ ہمیں بجٹ میں تو کچھ اور اعداد و شمار بتائے جاتے ہیں اور actually funds کچھ اور utilize ہوتے ہیں۔ اگر ہم ضمنی بجٹ کی لعنت ختم کر دیں اور جتنی بھی رقوم خرچ ہوں وہ اس House کو اعتماد میں لے کر اس کی منشاء سے خرچ کی جائیں تو یہ ایک احسن اقدام ہو گا۔ پھر ہمارے فنڈز lapse ہو جاتے ہیں چونکہ سارا سال ٹھیکیدار کام نہیں کرتے، جون میں پیسے آتے ہیں تو اس سے ٹھیکیداروں اور افسران کی چاندی ہو جاتی ہے۔ کام substandard ہوتا ہے اور ہم اسے check بھی نہیں کر سکتے لہذا میری استدعا ہے کہ جون میں جو فنڈز lapse ہوتے ہیں انہیں change کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہوتیانہ صاحب! اب آپ wind up کر دیں۔

جناب محمد طارق امین ہوتیانہ: جناب سپیکر! ہمیں financial management کو improve کرنا چاہئے چونکہ پنجاب میں اکثر یہ تاثر ہوتا ہے کہ ہمارے پاس تنخواہیں دینے کے لئے پیسے نہیں ہیں۔ ہماری حکومت سٹیٹ بنک سے زیادہ rate of interest پر loan لیتی ہے، اگر ہم اپنی عادتیں ٹھیک کر لیں، اپنے اطوار ٹھیک کر لیں تو شاید ہمیں یہ loan لینے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ میری دعا ہے کہ میرا صوبہ، میرا ملک ہمیشہ خوش و خرم رہے، آباد رہے اور اس کے باسی خوش و خرم رہیں۔ بڑی مہربانی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: ہوتیانہ صاحب! بہت شکریہ۔ شگفتہ شیخ صاحبہ!

محترمہ شگفتہ شیخ: جناب سپیکر! میں آپ کا بہت زیادہ شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے مجھے مالی سال 12-2011 کے بجٹ پر اظہار خیال کا موقع دیا۔ میں سب سے پہلے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے بابائے قوم بانی پاکستان حضرت قائد اعظمؒ کے اس فرمان کو حقیقی معنوں میں ثابت کر دیا کہ اقلیتوں کو بھی مساوی حقوق حاصل ہیں۔ اس کی زندہ مثال صوبہ کی اہم وزارت خزانہ کا قلمدان اقلیتی ممبر جناب کامران مائیکل کو سونپا جنہوں نے چوتھے مالی سال کا بجٹ بڑی دانشمندی اور فہم و فراست سے پیش کیا جس پر میں پورے ایوان کی طرف سے وزیر اعلیٰ کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتی ہوں۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) کی غریب دوست حکومت نے حقیقی معنوں میں عوامی

فلاحی اور ترقیاتی بجٹ پیش کیا ہے، کوئی ٹیکس لگائے بغیر ٹیکس فری بجٹ پیش کر کے حقیقی معنوں میں غریب دوست حکومت ہونے کا ثبوت دیا ہے ۔

جناب سپیکر! اغیار کی امداد پر چلنے والی حکومتیں کبھی ترقی نہیں کر سکتیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے پہلی بار بڑی جرأت اور جذبہ حب الوطنی سے سرشار ہو کر غیر ملکی امداد نہ لینے کا فیصلہ کر کے ثابت کر دیا ہے کہ قومیں خود مختاری، استحکام اور ترقی کے لئے دوسروں پر بھروسہ کرنے کی بجائے بڑے بڑے فیصلے بھی کر سکتی ہیں۔ میاں محمد شہباز شریف کا امداد نہ لینے کا فیصلہ بھی ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ تنقید کرنا بڑا آسان ہوتا ہے اگر تنقید برائے اصلاح کی جائے تو حکومت خوش دلی سے اس پر عمل کرتی ہے اور اگر تنقید صرف اخباری بیانات چھپوانے کے لئے کی جائے تو یہ کوئی قوم کی خدمت نہیں ہے۔

جناب سپیکر! آشیانہ ہاؤسنگ سکیم اور دانش سکول پر تنقید کرنے والے غریب عوام کے دشمن ہیں۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) کی حکومت نے ہمیشہ اپنے صوبے کی عوام کا تحفظ کیا ہے، صوبے میں بسنے والے کروڑوں عوام کے حالات زندگی کو بہتر بنانے کے لئے تنقید کی پرواکئے بغیر مسلم لیگ (ن) اپنا مشن جاری رکھے گی۔

جناب سپیکر! پنجاب کی عوام کے لئے مختلف اشیائے خورد و نوش پر 17۔ارب روپے کی سبسڈی ایک احسن قدم ہے اس سے کروڑوں غریبوں اور مستحق افراد کو فائدہ پہنچے گا۔ پنجاب حکومت نے نوجوانوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے اور ان کے حالات زندگی کو بہتر بنانے کے لئے جو مختلف پروگرام شروع کرنے کا اعلان کیا ان میں ییلو کیب، زرعی گریجویٹس کے لئے ساڑھے بارہ سے پچیس ایکڑ زمین پندرہ سالوں کے لئے lease پر دینا اور ایک لاکھ تعلیم یافتہ اور ہنر مند نوجوانوں کو بیس ہزار روپیہ فی کس بلاسود قرضہ فراہم کرنا ایک احسن قدم ہے۔

جناب سپیکر! تعلیم، صحت، زراعت اور توانائی حکومت کی اوّلین ترجیح ہے اس کے لئے اربوں روپے کے فنڈز مختص کرنا غریب دوست اور کسان دوست حکومت ہی کر سکتی ہے۔ سرکاری ملازمین حکومتی مشینری کا اہم حصہ ہوتے ہیں مہنگائی کی وجہ سے جہاں دوسروں پر اثر پڑتا ہے وہاں یہ لوگ بھی متاثر ہوتے ہیں۔ بجٹ میں ان کی تنخواہوں اور پنشن میں اضافہ کر کے ایک مثبت قدم اٹھایا ہے اس سے لاکھوں ملازمین کو معاشی فائدہ ہوگا۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) کی حکومت نے خواتین کے حقوق کو تسلیم کرتے ہوئے 13۔ارب روپے کی کثیر رقم مختص کر کے انقلابی قدم اٹھایا ہے۔ اگر گزشتہ سال سیلاب نہ آتا

تو ہمارے صوبے کا ہر شہر مثالی اور ماڈل ہوتا، سیلاب ایک قدرتی آفت تھی اور یہ انسانی بس کی بات نہ تھی اس کے باوجود حکومت نے سیلاب زدگان کی بحالی اور ان علاقوں میں دوبارہ زندگی کو معمول پر لانے کے لئے تمام وسائل استعمال کئے اور وزیراعلیٰ پنجاب بذات خود اور ہر ممبر اسمبلی نے مصیبت زدہ بھائیوں کے ساتھ مصیبت کی گھڑی میں ساتھ دیا۔ میں خود وزیراعلیٰ کی ہدایت پر ڈیرہ غازی خان کے سیلاب زدہ علاقوں میں امدادی سامان لے کر گئی تھی۔ حکومت نے نامساعد معاشی حالات کے باوجود پنجاب میں تعمیر و ترقی کا عمل جاری رکھا اور انشاء اللہ جاری رہے گا۔

جناب سپیکر! میں میاں محمد شہباز شریف صاحب کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ ان کی ذاتی دلچسپی سے قصور کے عوام کی 63 سالہ محرومیوں کا ازالہ ہوا اور آج قصور ایک ماڈل شہر بن گیا ہے۔ میں ان سے اپیل کرتی ہوں کہ مزید تھوڑی سی توجہ دے دیں تو یہ مثالی شہر بن جائے گا۔ تیس لاکھ کی آبادی کے اس تاریخی شہر کے ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال کو upgrade کر کے اسے big city کا درجہ دے دیا جائے تاکہ جو ڈاکٹر تنخواہوں کی کمی کی وجہ سے قصور نہیں جاتے ان کی کمی کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ ترقیاتی فنڈز میں خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک ختم کیا جائے چونکہ خواتین ممبران اسمبلی بھی دیگر ممبران اسمبلی کی طرح حکومت کا حصہ ہیں اور مسلم لیگ (ن) کے لئے اپنا اپنا کردار ادا کر رہی ہیں اس لئے استدعا ہے کہ ان کے ترقیاتی فنڈز میں اضافہ کیا جائے تاکہ یہ اپنے اپنے حلقوں میں کام کروا کر مسلم لیگ کے پیغام کو گھر گھر پہنچا سکیں۔ خواتین کو دیئے گئے فنڈز میں حائل دشواریاں دور کرنے کے لئے احکامات جاری کئے جائیں تاکہ خواتین دفتری چکروں سے بچ سکیں۔

جناب سپیکر! میں آخر میں وزیراعلیٰ پنجاب، ان کی حکومت اور خاص طور پر وزیر خزانہ جناب کامران مائیکل کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ جنہوں نے بڑی خندہ پیشانی، دانشمندی اور باوقار انداز میں یہ بجٹ پیش کیا جس کی گزشتہ تین سالوں میں مثال نہیں ملتی۔ آپ کا بھی بہت بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے چند الفاظ کہنے کا موقع عنایت فرمایا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، مہربانی۔ اب جناب شاہجہان احمد بھٹی!

جناب شاہجہان احمد بھٹی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! اس وقت میرے ہاتھ میں ایک کتاب ہے۔ جب یہ موجودہ اسمبلی constitute ہوئی تھی تو اس وقت ہمیں اسمبلی سیکرٹریٹ کی طرف سے یہ مہیا کی گئی تھی۔ اس کا title "Hand Book for Members" ہے اور اس کے صفحہ نمبر 42 پر Functions of the Assembly میں جو کچھ لکھا ہوا ہے میں اس کو quote کرنا چاہوں گا:

The Assembly performs the following functions-

a) Overseeing the Government;

b) Legislation; and

c) Financial Accountability.

آگے صفحہ نمبر 49 پر Financial Accountability کے بارے میں درج ہے:۔

The Assembly exercises its control over the financial affairs of the Government in two ways; viz, consideration as well as approval of the budget and consideration of the Reports of the Auditor General of Pakistan.

جناب سپیکر! اسی کتاب کے preface میں موجودہ سیکرٹری اسمبلی نے لکھا ہے کہ:

In a democratic setup, Legislature is one of the three pillars of State along with the executive and the judiciary. Legislatures derive their strength from the efficient performance of the legislators. It is, therefore, essential that they are fully acquainted with the functioning of the House of which they are the component.

جناب سپیکر! بجٹ 12-2011 میں اگر آپ Annual Budget Statement کے صفحہ نمبر 28 پر دیکھیں تو اس اسمبلی کے لئے جو بجٹ مختص کیا گیا ہے voted and charged expenditures combined وہ تقریباً 853 ملین روپے بنتے ہیں اگر آپ اس کا موازنہ پنجاب کے Forest Department کے ایک شعبہ Regional and Field Establishment کے ساتھ کریں تو معلوم ہو گا کہ اس کا بجٹ ایک ارب روپے ہے جو کہ پنجاب اسمبلی کے بجٹ سے زیادہ ہے۔یہ بات میں اس لئے کرنا چاہتا ہوں کہ میڈیا میں یہ عام تاثر پایا جاتا ہے کہ somehow پنجاب اسمبلی پر بہت زیادہ اخراجات ہوتے ہیں۔میں آپ کے سامنے ایک اور figure پیش کرتا ہوں کہ General Public Services کے لئے جو expenditure پیش کیا گیا ہے وہ 245 بلین روپے کا ہے جبکہ پنجاب اسمبلی جس کا مقصد government کو oversight کرنا ہے اور یہ حکومت کا ستون

ہے اس کا بجٹ اس کے مقابلے میں انتہائی کم ہے۔ پچھلی حکومت نے اس اسمبلی کی نئی عمارت کے لئے 35 کروڑ روپے مختص کئے تھے۔ موجودہ حکومت نے پچھلے بجٹ میں 65 کروڑ روپے دیئے اور اس سال کے بجٹ میں اس نئی تعمیر ہونے والی عمارت کے لئے کوئی رقم نہیں رکھی گئی حالانکہ اس کی نئی عمارت ابھی مکمل نہیں ہو سکی۔ ہاں، البتہ یہ سنا ہے کہ اس میں فرنیچر مہیا کرنے کی خاطر پیسے دے دیئے گئے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس اسمبلی اور legislators کی capacity کو بڑھایا جائے تاکہ یہ اپنے functions بخوبی سرانجام دے سکیں اگر آپ اس اسمبلی کو strengthen کریں گے تو پھر حکومت خود بخود درست ہو جائے گی۔

جناب سپیکر! اسمبلی کی مختلف کمیٹیاں ہیں لیکن ان میں سے بہت کم functional ہیں۔ اس کمیٹی سسٹم کو strengthen کیا جائے۔ اخراجات کا جائزہ اور موازنہ میں نے اس لئے پیش کیا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ اسمبلی پر زیادہ اخراجات نہیں ہوتے۔ یہاں اخباروں میں آتا ہے کہ اسمبلی ممبران اور اجلاس پر اتنے اخراجات آ گئے ہیں۔ میں نے آپ کو 853 ملین روپے کی جو رقم بتائی ہے اس میں office of the Mr Speaker سے لے کر باقی تمام اخراجات شامل ہیں۔ بجلی کے بل اور دوسرے تمام اخراجات جو کہ اسمبلی سیکرٹریٹ پر اٹھتے ہیں وہ سب اس میں شامل ہیں۔ یہ ہماری government expending کا ایک چھوٹا سا fraction ہے۔ لہذا میں سمجھتا ہوں کہ ہماری ترجیحات اس لحاظ سے درست نہیں ہیں۔ ممبران کی ٹریننگ اور اس اسمبلی کو strengthen کرنے کے لئے دوسرے بہت سے اقدامات ہم کر سکتے ہیں۔ میری حکومت سے درخواست ہے کہ اس معاملے کو consider کریں اور آئندہ سال اس اسمبلی کی capacity کو بڑھانے کے لئے زیادہ سے زیادہ رقم مختص کی جائے۔

جناب سپیکر! میں اس بارے میں optimistic ہوں کہ یہ موجودہ اسمبلی انشاء اللہ تعالیٰ اپنا پانچواں بجٹ بھی پیش کرے گی۔ اب میں چند خیالات اس بجٹ کی composition پر پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ وائٹ پیپر دیکھیں تو اس کے صفحہ نمبر 29 پر Current and Development Expenditure کا ایک گراف دیا گیا ہے اور جو medium term budgetary framework ہے اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ current and development expenditure کو برابر لائیں یا development expenditure پر زیادہ سے زیادہ اخراجات کریں۔ وائٹ پیپر پر جو گراف دیا گیا ہے وہ actually misleading ہے کیونکہ اگر آپ actual figures دیکھیں تو معلوم ہوگا

کہ موجودہ صورتحال میں ہماراcurrent expenditure, development expenditureکو out-passکر رہاہے اور یہ دوبارہ2005-06کے levelپر پہنچ چکاہے لہذا حکومت کو اس بارے میں سوچنا چاہیئے۔یہ گراف واپس پرانی سطح پر اس لئے جا رہاہے کہ جو Annual Development Plan presentکیا جاتاہے اس کی صحیح utilizationنہیں ہو رہی۔وہ utilizationاس لئے صحیح نہیں ہوتی کیونکہ حکومتی functionsمیں inefficiency and corruptionنظر آتی ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لئے مختلف محکموں کی capacityکو بڑھنا ازحد ضروری ہے تاکہ یہ اپنے functionsکو بہتر طریقے سے performکر سکیں۔حکومتی functionsکو بہتر کرنا کوئی جادو نہیں ہے۔ہمیں اس میں innovationلانی پڑے گی۔ہمیں حکومتی functionsمیں out of the box thinkingلانی پڑے گی۔میں آپ کو field level officersکی تین مثالیں دیتا ہوں جو کہ innovators measuresکے ساتھ اپنے محکموں میں بہتری لائے ہیں۔سب سے پہلے میں جھنگ ماڈل کا ذکر کروں گا۔جھنگ کے ایک ڈی سی او مسٹر زبیر بھٹی تھے انہوں نے اپنے ضلع میں ریونیو ڈیپارٹمنٹ کے اندر کرپشن ختم کرنے کا ایک انوکھا انداز اپنایا۔انہوں نے زمین کی جتنی بھی transactionsہوتی تھیں ان سے relatedلوگوں کے ٹیلیفون نمبر مانگنے شروع کر دیئے۔وہ شہریوں کو خود کال کر کے معلوم کرتے تھے کہ آیا ان سے کسی اہلکار یا آفیسر نے کسی transactionپر کوئی پیسے تو ڈیمانڈ نہیں کئے؟اس عمل سے اتنی بہتری آئی کہ اب یہی جھنگ ماڈل دوسرے تمام اضلاع میں اپنایا جارہاہے۔یہ ایک چھوٹی سی innovationتھی کہ جس سے اتنی بڑی تبدیلی آگئی۔دوسرے نمبر پر ایک ڈی سی او خانیوال راشد محمود صاحب ہیں۔انہوں نے اپنے پورے ضلع میں energy conservationکے لئے ایک مہم شروع کی ہوئی ہے۔صوبہ پنجاب کے چھتیس اضلاع ہیں اگر تمام ڈی سی او صاحبان energy conservationکے حوالے سے اسی طرح کی مہم شروع کر دیں تو ہم اس energy crisisکو اگر ختم نہیں تو کم از کم curtailضرور کر سکتے ہیں۔Thirdly میرے اپنے ضلع ننکانہ صاحب میں ایک ڈی سی او آئے۔اس حکومت کی formationکے بعد انہوں نے ایک ماڈل اپنایا جسے business community or retail storesمیں shopper modelکہتے ہیں۔وہ بھیس بدل کر، passengerکا بھیس بدل کر بسوں میں سوار ہونا شروع ہو گئے۔اُن سے جب کرایہ یہ مانگا جاتا تھا، ظاہری بات ہے کہ بسوں والے overchargingکر رہے تھے تو وہ انہیں کرایہ دے دیتے تھے اور اگلے سٹاپ پر اُن کا سٹاف کھڑا ہوتا تھا تو اُس بس والے کو پھر جرمانہ ہوتا تھا تو اس سے

اُن کو اتنی تلقین ہوئی کہ اس ضلع میں overcharging پر کنٹرول ہو گیا۔ میں نے آپ کو یہ تین مختلف مثالیں اس لئے دیں کہ اس سے کرپشن ختم ہوتی ہے اور ہمارے revenues میں enhancement ہو سکتی ہے۔

جناب والا! میں اس بجٹ کی دو چیزیں appreciate کرنا چاہتا ہوں۔ ایک چیز یہ ہے کہ پنجاب ایجوکیشن انڈوومنٹ فنڈ کی continuity ہے اس مرتبہ پھر وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں 6۔ارب روپیہ لکھا ہے لیکن actually اس سال 2۔ارب روپیہ دیا جا رہا ہے، 6۔ارب روپیہ پہلے پہنچ چکا ہے اور اب وہ ٹوٹل 8۔ارب روپیہ تک پہنچ جائے گا۔ یہ ایک بہت اچھا پروگرام ہے جس کو continue کیا جا رہا ہے۔ دوسری چیز Terrorism Department کا قیام ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک اچھا اقدام ہے کیونکہ آج کے حالات میں ہمیں terrorism کو fight کرنے کے لئے ایک concerted effort چاہئے۔ hopefully اس effort سے بہتری آئے گی اور ہم اپنی Law Enforcement Agencies کو جہاں تک support کر سکتے ہیں وہ ہمیں کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر! اس بجٹ میں تشویشناک بات یہ سامنے آئی ہے کہ ماحولیات پر صرف 35 کروڑ روپیہ مختص کیا گیا ہے۔ ایک study کے مطابق لاہور ایشیا کا most polluted city بنتا جا رہا ہے۔ آپ ماحولیات کے لئے 35 کروڑ روپیہ مختص کریں تو ہمیں یہی لگتا ہے کہ environment ہماری priority نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج کے حالات میں Environment should be one of the top most priorities. اس کا impact آپ کے health budget پر ہوتا ہے، اس کا impact آپ کی labor productivity پر ہوتا ہے اور اس کا impact آپ کو ہر جگہ نظر آتا ہے تو اس کے لئے ہمیں اپنی سوچ بدلنی ہے کہ environment پر ہم زیادہ سے زیادہ ترجیحات لائیں۔ اب ایک study یہ بھی آ رہی ہے کہ pollution نہ صرف انسانوں کے لئے خراب ہے بلکہ agriculture productivity کو بھی hurt کر رہی ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت کے ساتھ آخر میں دو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں پر Agriculture کی بات ہوتی ہے تو ہم سب نے ایک fable سُنی تھی کہ:

"A man who killed the goose that laid golden eggs."

جناب سپیکر! زراعت وہ goose ہے جو نہ صرف اس صوبہ کے لئے بلکہ اس ملک کے لئے ہمیشہ golden eggs lay کرتی ہے۔ میں اس زراعت کی بہتری کے لئے جو باتیں سنتا ہوں تو اس

سال صرف 3.4۔ارب روپیہ رکھا گیا ہے اور مجھے لگتا ہے کہ اس پر بھی ماضی کی طرح cut لگ جائے گا، پچھلے سال بھی 3.2۔ارب روپیہ رکھا گیا اور اُس میں سے 50 فیصد کاٹ لیا گیا تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں زراعت کے حوالے سے بھی اپنی ترجیح درست کرنی چاہئے اور ہمیں زراعت کو سب سے پہلی ترجیح کے طور پر رکھنا چاہئے۔

جناب سپیکر! آپ نے اس بجٹ اجلاس پر بحث کے لئے establish rules کئے ہیں کہ Adjournment Motions ہو سکتی ہیں اور نہ پوائنٹ آف آرڈرز آ سکتے ہیں اور میں کوشش کرتا ہوں کہ رولز کے مطابق چلوں۔ میرے شہر ننکانہ صاحب کا ایک انتہائی اہم اور immediate مسئلہ ہے جو میں آپ کے توسط سے حکومت پنجاب تک پہنچانا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ وہاں ریلوے روڈ واقع ہے جس کے ارد گرد ہزاروں دکانیں اور مکان ہیں۔ چار پانچ سال قبل اُس روڈ کو کشادہ کرنے کا ایک منصوبہ بنایا گیا، اُس وقت ایک آمرانہ حکومت تھی لیکن جب عوام نے اپنے خدشات کا اظہار کیا اور ہم وہاں پر اپوزیشن میں تھے تو میں نے کہا کہ ان لوگوں میں سے کئی لوگوں کے مکان اور دکانیں partition سے بھی پہلے کے بنے ہوئے ہیں۔ میری پیدائش بھی اُسی شہر کی ہے میں نے وہ مکان بنے ہوئے دیکھے ہیں۔ اُن مکانوں کے سامنے ایک ڈرین ہے، ڈرین کے بعد electricity poles ہیں، پھر جا کر ایک سڑک آتی ہے۔ اب حال ہی میں موجودہ ڈی سی او نے اس سڑک کو کشادہ کرنے کے لئے دوبارہ منصوبہ بنایا اور چیف منسٹر پنجاب نے اُس منصوبہ کے لئے بڑے graciously پیسا دیا۔ انہوں نے وہاں پر اعلان کیا ہے کہ ہم نے ان مکانوں اور دکانوں کو demolish کرنا ہے، کہیں پر 6 انچ کا نشان لگا ہوا ہے، کہیں پر ایک فٹ کا نشان ہے اور وہاں اوپر تک لوگوں کی buildings بنی ہوئی ہیں۔ میں نے اُن سے درخواست کی اور میرے ہمراہ پاکستان مسلم لیگ (ن) کے ٹکٹ ہولڈر قومی اسمبلی رائے منصب علی خان جو کہ ایک سینئر پارلیمنٹیرین تھے، ہم نے request کی کہ ایک فٹ یا آدھے فٹ سے سڑک میں کچھ زیادہ فرق نہیں پڑے گا تو ان لوگوں کا کیا قصور ہے؟ آج میں آشیانہ سکیم کی باتیں سُنوں، جو آشیانہ بناتے ہیں وہ آشیانہ گراتے نہیں، میں نے اُن کو یہ request کی کہ آپ اس کو reconsider کریں اور اس طرح تو شاید فلسطینی علاقوں میں اسرائیلی فورسز بھی نہیں کرتیں۔ انہوں نے Saturday کی deadline دی ہے کہ لوگ خود بخود اپنی عمارتیں گرا دیں یا ہم آکر گرائیں گے۔ میں آپ کو اس Floor پر کھڑے ہو کر کہہ رہا ہوں کہ اگر وہ ان لوگوں کے گھر گرانے کے لئے بلڈوزر لائے تو میں سب سے پہلے اُس بلڈوزر کے سامنے کھڑا ہوں گا۔ ہم نے قطعاً یہ نہیں ہونے دینا، میں آپ کے توسط سے حکومت پنجاب کو کہتا

ہوں کہ اس معاملے پر اُن کو سمجھائیں کہ ہمیں اس طرح کی چیز نہیں چاہئے۔اس سے پہلے انہوں نے بابا نولکھ ہزاری کے شہر شاہ کوٹ کا جو حال کیا ہے وہاں انہوں نے اتنے زیادہ گھر demolish کئے اور اب وہاں پر پھر دوبارہ ایسا کرنا شروع کر دیا ہے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں ایک اور بات کرنا چاہتا ہوں کہ آج 16۔جون ہے اور میں اس حوالے سے history correct کرنا چاہتا ہوں کہ کل میرے ایک دوست نے پاکستان پیپلز پارٹی کے بانی شہید ذوالفقار علی بھٹو کے ایوب خان کا Foreign Minister ہونے کا حوالہ دیا تو میں بتاتا ہوں کہ exactly 45 years ago ذوالفقار علی بھٹو Foreign Minister تھے انہوں نے ایوب خان کی کیبنٹ سے استعفیٰ دیا اور انہوں نے اپنی ایک جماعت form کی، انہوں نے قید کاٹی، اُن پر قاتلانہ حملے ہوئے اور اُن کی ایوب خان کے خلاف struggle کے نتیجہ میں تین سال سے کم عرصہ میں ایوب خان کو حکومت سے علیحدہ ہونا پڑا تو Zulfiqar Ali Bhutto was a class in his own. پاکستان زندہ باد۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ میاں نصیر احمد صاحب!

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں اس بجٹ کے حوالے سے سب سے پہلے تو جناب کامران مائیکل کو وزیر خزانہ بننے اور اس اسمبلی کے اندر بجٹ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنے پر مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اگر اس بجٹ کے حوالے سے دیکھا جائے تو اس بجٹ کے اندر دو مقاصد بڑے واضح ہیں جو اس پورے بجٹ کے مقصد، اس کی حمیت اور اس کو پیش کرنے کی سوچ اور فکر کو اجاگر کرتے ہیں۔ اُس میں سب سے پہلا مقصد جس پر اسمبلی میں پہلے بھی بہت بات ہوئی، اغیار کی امداد نہ لینے کا عزم ہے۔ وہ امداد جسے صرف پنجاب کے عوام نہیں بلکہ آج پورے پاکستان کی قوم یہ سمجھتی ہے کہ اغیار کی یہ مشروط امداد جو ہماری قوم کی عزت اور حمیت کے بدلے لی جاتی ہے، جو ہمیں اغیار کے سامنے جھکنے پر مجبور کرتی ہے اور وہ امداد جس کے بارے میں عوام یہ سمجھتی ہے کہ شاید یہ ایوان اقتدار سے نیچے نہیں آتی، اُمراء اور بڑے بڑے ناموں سے نیچے یہ امداد عوام تک نہیں پہنچتی تو عوام یہ سوچتی ہے کہ ہمیں یہ امداد نہیں لینی چاہئے۔ عوام اس بات پر بھی یقین رکھتی ہے کہ یہ کیسی امداد ہے، یہ کیسے قرضے ہیں جو ہمیں اتنا حقیر بناتے ہیں کہ پاکستان کی سرحدوں کے اندر دو گھنٹے تک بیرونی طاقتیں آپریشن کرتی ہیں اور یہ اغیار کی امداد ہمیں اتنا بے بس بناتی ہے کہ ہمارے ریڈار بند رہتے ہیں اور ہمیں پتا بھی نہیں چلتا۔ یہ اغیار کی کیسی امداد ہے کہ پانچ سالوں میں پوری دُنیا میں اڑھائی سو ڈرون حملے پاکستان پر ہوتے ہیں، ہماری املاک

تباہ ہوتی ہیں، ہمارے لوگ شہید ہوتے ہیں۔ یہ کیسی امداد ہے جس نے ہماری آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے، یہ کیسی امداد ہے جو ہمارے حکمرانوں کو، وہ کسی بھی پارٹی سے تعلق رکھتے ہوں، اُن کو اُن کے سامنے جھکنے پر مجبور کرتی ہے؟ امریکہ میں بیٹھے ہوئے لوگ کہتے ہیں کہ یہ چند ڈالروں کے عوض اپنی عزتوں کا بھی خیال نہیں کرتے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس بجٹ کے حوالے سے اغیار کی مشروط امداد نہ لینے کا جو فیصلہ کیا گیا ہے یہ ایک بہترین فیصلہ ہے۔

جناب سپیکر! اس بجٹ میں دوسری اہم بات بڑے گھروں پر ٹیکس لگانے کی ہے۔ Swimming Pools, Community Clubs, Farm Houses پر ٹیکس لگایا گیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہاں پر بہت سے دوستوں نے پہلے بھی بات کی کہ آپ بڑی گاڑیوں پر ٹیکس لگائیں گے تو یہ گاڑیاں اسلام آباد، کراچی اور کوئٹہ سے رجسٹرڈ ہوں گی تو لاہور سے یہ گاڑیاں رجسٹرڈ نہیں ہوں گی تو پنجاب حکومت کا revenue کم ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات انہیں بڑی اچھی طرح معلوم ہے کہ شاید یہ revenue بھی کم ہو، شاید اتنے پیسے اکٹھے نہ ہو سکیں لیکن یہ معاملہ revenue اکٹھا کرنے کا نہیں ہے، یہ معاملہ آج پنجاب کے لوگوں میں پیدا ہونے والا وہ احساس محرومی ہے جو پنجاب کے 90 فیصد لوگوں کے اندر ہے، یہ معاملہ اُس احساس محرومی کو ختم کرنے کا ہے۔ یہ پُر آسائش زندگی جو پنجاب کے عام لوگوں کے اندر احساس محرومی پیدا کرے ہمیں وہ بڑے بڑے فارم ہاؤسز نہیں چاہئیں۔ اسی صوبہ کے اندر ہزاروں، لاکھوں اور کروڑوں لوگ ایسے بھی ہیں جن کو دو مرلے کی چھت مہیا نہیں ہے اور دوسری طرف چند فیصد ایسے لوگ بھی ہیں جو بڑے بڑے گھروں میں ایکڑوں کے فارم ہاؤسز میں رہتے ہیں۔ ایک طرف تو پبلک ٹرانسپورٹ کے لئے لوگ سارا سارا دن دھکے کھاتے ہیں اور دوسری طرف بڑی بڑی گاڑیاں ان سڑکوں پر پھرتی ہیں جو معاشرے کے اندر احساس محرومی کا باعث بنتی ہیں۔ پاکستان کے اندر ایک پاکستانی یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ یہ پاکستان شاید اُمراء کا پاکستان ہے، یہ پاکستان شاید ان بڑے بڑے محلات اور بڑے بڑے گھر والوں کا پاکستان ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ پھر اسی پاکستان میں ایسی پالیسیاں بننی چاہئیں کہ یہ تمام فارم ہاؤسز، یہ تمام بڑی گاڑیاں ان سے ویسے ہی چھین لینی چاہئیں جو پاکستان کے اندر رہنے والے لوگوں میں احساس محرومی پیدا کرتی ہیں۔

جناب سپیکر! یہاں پر کالا باغ ڈیم کے حوالے سے بھی بات ہوئی۔ اگر دیکھا جائے تو اٹھارہویں ترمیم کے بعد پاکستان کے تمام صوبوں نے اپنے اپنے resources خود generate کرنے کے لئے پالیسیاں بنائی ہیں جس طرح کہا جاتا ہے کہ سندھ کے اندر تھر کول کے مقام پر دو سو سال کے ذخائر

موجود ہیں اور انہوں نے وزیر اعلیٰ سندھ کو چیئر مین بناتے ہوئے ایک بارہ ممبری کمیٹی بنائی اور یہ فیصلہ کیا کہ وہاں سے جتنے بھی ذخائر نکلیں گے انہیں سندھ کی گورنمنٹ استعمال کرے گی، اسی طرح سرحد کے اندر بھی جتنی بجلی ان کے سسٹم میں add ہوئی ہے اُسے وہاں کے لوکل لوگ استعمال کر رہے ہیں، بلوچستان کے لوگ بھی یقیناً گوادر سے فائدہ حاصل کریں ہمیں اُس سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اسی طرح میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب وقت آ گیا ہے کہ کالا باغ ڈیم کو بھی پنجاب کا ایک بہت بڑا معاشی resource سمجھتے ہوئے اس کو بنانے کی طرف توجہ دینی چاہئے ورنہ یہ پنجاب جس کو تنقید کا نشانہ بھی بنایا جاتا ہے لیکن مجھے بتائیں کہ اگر تین تین ہفتے اس صوبہ کو پٹرول کی shortage رہے گی، گیس نہ ملنے کی وجہ سے انڈسٹری بند رہے گی، بجلی نہ ملنے کی وجہ سے انڈسٹری بند رہے گی تو مجھے بتائیں کہ یہ صوبہ کیسے ترقی کرے گا اور اس صوبہ کے اندر معاشی حالات کیسے بہتر ہوں گے؟ سب سے خطرناک بات یہ ہے کہ پچھلے تین مہینے سے حکومت پنجاب ہر مہینے وفاقی حکومت کو خط لکھ رہی ہے کہ پنجاب کے اندر یوریا کھاد کی shortage ہے لہذا اُس کی درآمد کا فوری بندوبست کیا جائے، تین ماہ میں تین خط لکھے جا چکے ہیں لیکن یوریا کھاد درآمد کرنے کا ابھی تک کوئی منصوبہ نہیں بنایا گیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب ایک صوبہ سے امتیازی سلوک برتتے ہوئے اُس کی معاشی سرگرمیوں کو دانستہ بند کرنے کی کوشش کی جائے گی تو اُس کے بعد وہ صوبہ جو پاکستان کی معاشی ترقی کی ریڑھ کی ہڈی ہے ہمیں اس زیادتی کے حوالے سے بھی آواز اٹھانا پڑے گی۔ پنجاب کے اندر گیس نہ ملنے کی وجہ سے شیخوپورہ سے لے کر صادق آباد تک یوریا کھاد بنانے والے تینوں کارخانے بند پڑے ہیں اور سندھ کے اندر سارے کے سارے کارخانے پوری طرح چل رہے ہیں اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر سیاسی دشمنی کا انتقام لینا ہے تو وہ سیاسی جماعتوں سے لیا جائے، سیاسی بات کرنی ہے تو وہ سیاسی جماعتوں سے کی جائے لیکن کاروباری طبقے کو اس طرح ditch نہ کیا جائے اور کاروباری طبقے کو اس طرح پریشان نہ کیا جائے کہ پنجاب کے اندر لاکھوں کروڑوں مزدوروں کی روٹی روزی بند کرنے کی کوشش کی جائے۔

جناب سپیکر! یہاں پر بارہا دفعہ آشیانہ سکیم کے حوالے سے بات ہوئی۔ پنجاب کے اندر سالانہ ساٹھ ہزار گھروں کی shortage ہے اگر ہم صوبہ پنجاب میں ہر سال ساٹھ ہزار گھر دس سال تک بنائیں تو تب پنجاب کے رہنے والے لوگوں کے گھروں کی یہ shortage پوری ہوتی ہے اور ابھی تو ہم نے آشیانہ کی صورت میں صرف آٹھ سے دس ہزار گھر دینا شروع کئے ہیں اور سالانہ پچاس ہزار گھروں کی آج بھی کمی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت کا یہ منصوبہ بنیادی طور پر آج سے کئی سال پہلے شروع ہو جانا

چاہئے تھا جو کہ اب شروع ہوا ہے اور جہاں جہاں پر یہ منصوبہ کامیابی سے چل رہا ہے وہاں پر لوگوں کو اس پر صبر کرنا چاہئے لیکن صبر کیوں نہیں ہوتا اُس کی بڑی مثال میرے حلقہ کے ساتھ جو آشیانہ سکیم بنی ہے، بڑی خوفناک مثال ہے کہ ایک سوایکڑ جگہ پر یہ آشیانہ سکیم بنائی گئی ہے، یہ ایک سو ایکڑ جگہ سالانہ ایک لاکھ 75 ہزار روپیہ کے حساب سے لیز پر دی گئی تھی اور وہ بھی پچاس سالہ لیز تھی۔ اصل تکلیف تو یہ ہے کہ سرکار اپنی عوام کی جگہ واپس بھی کرواتی ہے اور اُسی جگہ پر دو اور تین مرلے کے عمدہ گھر بنا کر اگر لوگوں کو دیتی ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت خواہ کسی کی بھی ہو یہ اُس کا بنیادی فرض ہے کہ پنجاب کے اندر رہائشی سہولتوں کے فقدان کو پورا کرے۔ جہاں جہاں پر یہ آشیانہ ہاؤسنگ سکیم شروع کی گئی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہاں تین ہزار سے بڑھا کر دس ہزار گھروں کا یونٹ بنانا چاہئے۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے ہیں کہ آج پاکستان کے اندر آگہی کے حوالے سے میڈیا کا بہت بڑا کردار ہے۔ میں اس بجٹ میں جناب کامران مائیکل سے خصوصی طور پر گزارش کروں گا کہ ہمیں پنجاب کے اندر میڈیا کے حوالے سے ایک مخصوص بجٹ رکھنا چاہئے کہ جس سے ہر ضلع میں پریس کلبوں کے لئے پیسے رکھے جائیں، وہاں پر آئی ٹی کی سہولتیں دی جائیں تاکہ جن علاقوں کے لوگ آج کی اکیسویں صدی میں بھی دنیا سے خبردار نہیں ہو سکے ہمارے میڈیا کے بھائی اُن کو آگہی دینے کے لئے ان سہولتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ آج بھی پنجاب کے بہت سے اضلاع ہیں جہاں پر پریس کلب کی سہولتیں موجود نہیں ہیں۔ وہاں بلڈنگ ہے، آئی ٹی کی سہولت ہے اور نہ وہاں پر information حاصل کرنے اور information کو disperse کرنے کی سہولت ہے۔ میرے خیال میں ایک مخصوص بجٹ بنانا چاہئے اور پریس کلبوں کے ساتھ ٹریننگ سنٹر بھی ہوں جو صحافی بھائیوں کی ٹریننگ بھی کریں اور اُن کا کنٹرول بھی صحافیوں کے پاس ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! پنجاب جس میں بارہا دفعہ دانش سکولوں پر بات کی گئی اور کہا گیا کہ ساٹھ ہزار سکول ایسے ہیں جن میں missing facilities ہیں۔ ایک ایم پی اے کے حلقے میں بیس، پچیس یا پینتیس سے زیادہ سرکاری سکول نہیں ہوتے اس لئے میں یہاں پر چیلنج سے کہتا ہوں کہ اگر ہر ایم پی اے چاہے وہ حکومتی یا اپوزیشن بنچوں سے ہے وہ صرف توجہ کے ساتھ اُن تیس، پینتس سکولوں کا visit ہی کر لے تو وہ وہاں سے missing facilities ختم کر سکتا ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایک ایم پی اے نے کہا کہ میرے حلقے میں تیس سکول ہیں اور میں تین سالوں میں صرف بیس ہی visit کر سکا ہوں، میرے خیال میں اس سے زیادہ شرم کی بات کوئی نہیں ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ بطور عوامی نمائندہ

ہمارا پہلا بنیادی فرض ہی یہ بنتا ہے کہ سکولوں اور صحت کے یونٹوں کو visit کرنا ہے۔اس میں وزیر اعلیٰ کے کسی خصوصی فنڈ کی ضرورت نہیں پڑتی یا کسی ADP کی ضرورت نہیں پڑتی۔اگر ہم نیت سے جا کر اُن سکولوں کا visit خود کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ وہاں کی missing facilities نہیں رہیں گی۔

جناب سپیکر!اس کے ساتھ ساتھ یہاں پر زراعت کے حوالے سے بارہا دفعہ بات ہوئی۔میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج اٹھارہویں ترمیم کے بعد پنجاب کی power generation policy کا فوری طور پر سامنے آنا بڑا ضروری ہے اور وہ power generation policy ہر ادارے، محکمے اور محکمہ فنانس سے تعلق رکھنے والے ہر فرد کے پاس ہونی چاہئے اور ہمارا ہنگامی بنیادوں پر یہی فیصلہ ہونا چاہئے کہ ہم نے پنجاب کے اندر power shortage کو کیسے پورا کرنا ہے؟ ہمیں چاہے Solar Energy, Hydal Power یا wind پر جانا پڑے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہنگامی بنیادوں پر پنجاب میں اس پر بھی کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

جناب سپیکر!اس کے علاوہ یہاں پر بارہا دفعہ الزام لگا کہ ہمارا بجٹ چند ایک سرکاری افسر بناتے ہیں۔مان لیا کہ سیکرٹری بھی بیٹھتے ہیں، مان لیا کہ تین چار افراد بیٹھتے ہوں گے لیکن میں یہ آپ کو گارنٹی سے کہتا ہوں کہ اللہ کے فضل و کرم سے پنجاب میں کرپشن کا الزام کسی پر نہیں لگے گا یا کرپشن کے سات سات کیس سپریم کورٹ کے پاس نہیں جائیں گے چاہے وہ کرپشن حج کی ہو، سٹیل مل کی ہو، پی آئی اے کی ہو یا واپڈا کی ہو ہم انشاء اللہ پنجاب کے اندر کرپشن نہیں کرنے دیں گے۔جس طرح پوری دنیا حتیٰ کہ یورپین پارلیمنٹ کے اندر بھی حکومت پنجاب کی good governance کو سراہا گیا تھا۔ایک چیز ضرور جس پر ہم سب اعتماد کر سکتے ہیں کہ اللہ کے فضل و کرم سے پنجاب کے اندر کرپشن کے ریکارڈ نہیں توڑے جائیں گے، پنجاب میں پنجاب کی عوام کے پیسے کو بطور امانت استعمال کیا جائے گا اور جس حد تک ہو گا یہ امانت پنجاب کے 9 کروڑ لوگوں کے گھروں تک پہنچانے کی کوشش کی جائے گی۔شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔جناب طاہر نوید چودھری!

جناب طاہر نوید چودھری: خدا باپ، خدا بیٹے اور خدا الروح القدس کے نام میں آمین۔جناب سپیکر!آپ کا شکریہ

معتبر کس کی گواہی ہے میں کس کو مانوں
حاکم شہر کا بیاں ظالم سے ملتا ہے

جناب سپیکر! میں سب سے پہلے کامران مائیکل صاحب کو بجٹ پیش کرنے پر مبارک پیش کرتا ہوں اور یہاں پر یہ بات بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میرے بہت سے معزز ممبران اسمبلی نے یہاں پر قائداعظم کے vision کی بات کی کہ ایک اقلیتی ممبر کامران مائیکل سے یہ بجٹ پیش کروایا گیا ہے لیکن یہ سارا credit کسی قیادت کو نہیں بلکہ میڈیا کو جاتا ہے کہ جب اندر کی خبر باہر نکلی کہ اگر ایک اقلیتی وزیر بجٹ پڑھے گا تو پتا نہیں کون سی قیامت آ جائے گی۔ میں پوری قوم کی طرف سے اور تمام اقلیتوں کی طرف سے مبشر لقمان، نجم سیٹھی اور عبدالمنان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو یہ اندر کی بات باہر لے کر آئے تو اُس جگ ہنسائی کے خوف سے یہ بجٹ کامران مائیکل صاحب سے پڑھوایا گیا۔ یہ بھی ہمیں پتا ہے اور ہم اقلیت والے یہ توقعات لگائے بیٹھے ہیں کہ جیسے ہی بجٹ پاس ہو گا تو یہ ایک ایسا دلہا ہے جو بغیر دلہن کے گھر جائے گا کیونکہ یہ وزارت اِن سے واپس لے لی جائے گی۔ میرا اُن دوستوں سے سوال ہے جنہوں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ کامران مائیکل کے بجٹ پیش کرنے سے کون سی قیامت آ گئی ہے یا اقلیتی افراد کی صلاحیتوں میں کیا کمی ہے اور کیا وہ اپنے فرائض منصبی پوری ایمانداری اور دیانتداری سے ادا نہیں کرتے جبکہ ہمارے خون کا ایک ہی رنگ ہے اور رہن سہن بھی ایک ہے؟ بجٹ تقریر میں کم از کم دو تین سطروں میں یہ بات تو مانی گئی کہ اقلیتوں کا پاکستان بنانے میں ایک کردار ہے۔ میں آج اس floor پر یہ بھی کہتا ہوں کہ پاکستان بچانے میں بھی سب سے زیادہ کردار اقلیتوں کا ہو گا۔ مجھے بڑا دکھ ہوا کہ میرا اقلیتی وزیر جو بجٹ پیش کر رہا ہے جو شاید اس budget process میں خود تو موجود نہ تھا کہ اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے جو رقم رکھی گئی ہے وہ صرف 22 کروڑ روپے ہے۔ پچھلی دفعہ بجٹ اجلاس سے پہلے سیڑھیوں پر کڑی دھوپ میں بیٹھ کر جناب پرویز رفیق، نجمی سلیم اور میں نے جب یہ احتجاج کیا کہ اتنی تھوڑی سی رقم سے اقلیتوں کی فلاح و بہبود کیا ہو سکتی ہے تو خادم اعلیٰ نے مہربانی فرماتے ہوئے بجٹ کو 30 کروڑ کر دیا لیکن اتحادی ہونے کے ناتے میں آج یہ بھی کہوں گا کہ ان تین سالوں میں اُس وقت ہم اتحادی تھے لیکن ہمیں ایک single pen ہی نہیں ملا۔ آج میں یہ دیکھتا ہوں کہ پنجاب میں اقلیتوں کی ایک کروڑ کی آبادی ہے تو ان 22 کروڑ روپوں سے اُن کی کیا ڈویلپمنٹ ہو گی؟ یہاں پر میرے فاضل دوست جو اقلیتی امور کے پارلیمانی سیکرٹری ہیں وہ بڑی اچھی تقریر کر لیتے ہیں انہوں نے پرسوں جب اپنی speech deliver کی تو وہ حکومت پنجاب کے کارنامے گنوا رہے تھے۔ میرا اُن سے بھی یہ سوال ہے کہ آج تک تین سال کے بجٹ پیش ہوئے ہیں اُن میں چاہے جناح آبادی کی سکیم ہو، گرین ٹریکٹر کی سکیم ہو، بے زمین لوگوں میں 12 ایکڑ زمین کی تقسیم ہو لیکن مجھے اقلیتی فرد کا نام تو بتائیں کہ کون سا

آدمی اُن سکیموں سے مستفید ہوا ہے؟ میں آج بھی یہ دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اقلیتی افراد جو زیادہ تر بے گھر ہیں انہیں اگر پلاٹ ملے ہیں تو بھٹو سکیم میں ملے ہیں باقی کسی سکیم میں نہیں ملے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہی فرق وفاقی حکومت اور پنجاب حکومت میں ہے۔یہاں پر میرے دوستوں نے بڑی باتیں کی ہیں لیکن میں چونکہ اقلیتی نمائندہ ہوں اور اقلیتوں کے حوالے سے انہیں جو مسائل پیش ہیں اور موجودہ بجٹ میں اُن کے ساتھ جو کچھ کیا گیا ہے اُسی حوالے سے ہی بات کروں گا۔یہاں پر آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کی بات ہوئی تو سب سے پہلے میں یہ بتاؤں گا کہ اٹاری میں میرے مسیحی قبرستان کو مسمار کر کے یہ ہاؤسنگ سکیم بنائی جارہی ہے۔ سرگودھا کے حوالے سے میرے بہت سے ساتھیوں نے بات کی تو وہاں پر بے کار زمین کو آج بھی اگر کوئی دیکھے تو کوئی آدمی وہاں پر مفت گھر بنانے کو تیار نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت پنجاب کے نزدیک غربت کا یہ معیار ہے کہ شاید کوئی 11 لاکھ 90 ہزار روپے کا گھر لے گا۔ یہ تو اسی طرح سے ہے کہ امریکہ میں کسی کو ایک دفعہ بچوں کو ایک مضمون poor man لکھنے کا کہا گیا تو انہوں نے یہ لکھا کہ ایک آدمی بڑا غریب تھا اور اس کا چوکیدار غریب تھا، اس کا مالی غریب تھا، اس کا باورچی غریب تھا اور اس نے اس کے بیس ملازمین کے نام لئے کہ وہ غریب ہیں۔ کیا کوئی غریب 12 لاکھ روپے میں گھر خرید سکتا ہے؟ غریب کو تو ایک وقت کی روٹی نصیب نہیں۔یہاں میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ وہاں پر بیواؤں، یتیموں اور شہداء کے لئے کوٹا ہے تو اقلیتوں کے لئے بھی کوٹا ہونا چاہئے تھا۔

جناب سپیکر! ییلو کیب سکیم اور پنجاب روزگار سکیمیں سب بڑی اچھی باتیں ہیں لیکن میں یہ بات بتاؤں کہ کبھی بھی Christian یا اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی ییلو کیب نہیں نکلی اور کبھی کوئی پلاٹ نہیں نکلا۔ میرے بھائی نے یہاں پر بڑی بات کی کہ دانش سکول دیکھیں تو یوحنا آباد جو ایشیاء کی سب سے بڑی اقلیتی آبادی ہے جہاں پر دو لاکھ کے قریب اقلیتوں کے لوگ قیام پذیر ہیں لیکن وہاں پر کوئی سرکاری سکول نہیں ہے۔ میرے بھائی نے یہاں پر ملازمتوں میں 5 فیصد کوٹا کی بات کی تو میں انہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ credit شہید حق شہباز بھٹی اور پاکستان پیپلز پارٹی کی وفاقی حکومت کو جاتا ہے کہ جن کی بدولت یہ ہوا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ قائداعظم کا vision کیا ہے، یہ 5 فیصد کوٹے کا نوٹیفکیشن 26۔ مئی 2009 کو ہوا اور یہ بھی واضح کر دوں کہ پانچ ماہ کے بعد اکتوبر 2009 کو پنجاب حکومت نے جو لولا لنگڑا نوٹیفکیشن جاری کیا اس میں سب سے پہلے پنجاب پبلک سروس کمیشن کے تحت آنے والی پوسٹیں exempt کر دی گئیں مگر پھر ہمارے احتجاج پر شامل کی گئیں۔ وفاقی حکومت کے

نوٹیفکیشن میں واضح لکھا ہے کہ وہ سیٹیں جو fill نہیں ہوں گی جہاں پر qualified یا موزوں امیدوار نہیں آئیں گے تو وہ next recruitment تک خالی رہیں گی لیکن پنجاب میں اپنے لوگوں کو بھرتی کرنے کے لئے یہ نام نہاد لولا لنگڑا نوٹیفکیشن جاری تو کر دیا گیا لیکن اس میں ہوتا یہ ہے کہ اگر موزوں امیدوار نہیں آئیں گے تو وہ سیٹیں open merit کے ذریعے fill ہوں گی۔ یہی وجہ ہے کہ ٹیسٹوں اور انٹرویوز میں ہمارے امیدواروں کو فیل کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ سیٹیں اقلیتوں کو نہ مل سکیں۔

جناب سپیکر! یہاں پر میرے دوست نے گوجرہ کے issue کے متعلق کہا کہ وفاقی حکومت نے سزا نہیں دی۔ پنجاب حکومت نے کیا کیا ہے؟ پنجاب حکومت کی ہمدردی کی بات بھی بتاتا چلوں کہ میرے (ن) لیگ کے وزیر سمیت چار ایم پی ایز نے وہاں پر چوتھے دن پریس کے سامنے آکر یہ احتجاج کیا کہ اگر یہاں پر خادم اعلیٰ نہیں آئے تو ہم استعفے دے دیں گے تب خادم اعلیٰ وہاں گئے اور ڈائس پر ہاتھ مار کر کہا کہ ان مظلوموں کو میں انصاف دلاؤں گا۔ آج یہ انصاف دلایا جا رہا ہے کہ وہی احمد رضا طاہر جو وہاں پر آر پی او تھا، جھنگ میں ٹرین جلتی ہے، کوریاں کا گاؤں جلتا ہے اور نو زندہ مسیحیوں کو گوجرہ میں جلایا جاتا ہے اور جوڈیشل کمیشن کے جسٹس اقبال حمید الرحمٰن کی رپورٹ کے بعد اسی آر پی او کو پہلے سی سی پی او لاہور لگایا گیا تو لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس نے از خود نوٹس لیا لیکن آج پھر اسے دوبارہ لگا دیا گیا جس نے اپنی پہلی پریس کانفرنس میں کہا کہ ہم گولی کا جواب گولی سے دیں گے اور گیارہ افراد اس کے بعد جعلی پولیس مقابلے میں پار کر دیئے گئے کیا یہ انصاف ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: طاہر صاحب! آپ اپنی تقریر wind up کریں۔

جناب طاہر نوید چودھری: جناب سپیکر! ایک منٹ میں wind up کر رہا ہوں۔ یہ اقلیتوں کے ساتھ ہمدردی ہے کہ آج وہ بندہ نو مسیحیوں کو جلا کر انعام کے طور پر سی سی پی او لاہور بنا بیٹھا ہے۔ میں چیف جسٹس افتخار چودھری سے بھی اپیل کروں گا کہ عتیقہ اوڈھو کا تو از خود نوٹس لیتے ہیں اس کا بھی از خود نوٹس لے لیں۔ میں اپنے دوستوں کو صرف اتنا کہوں گا جو کہ بڑی خوشی سے پھولے ہوئے ہیں کہ:

ان عقل کے اندھوں کو الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ افشاں فاروق!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں، جناب محمد حسین ڈوگر!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، رانا عبدالروف صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، جناب افتخار علی کھیتران صاحب!

جناب افتخار علی کھیتران: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! post budget speech پر گفتگو سے پہلے میں خراج تحسین پیش کرنا چاہوں گا پنجاب میں نئے منتخب وزیر خزانہ جناب کامران مائیکل صاحب کو، اس کے بعد اس سلسلے کو پارلیمانی خوبصورتی کے ساتھ جاری رکھنے کے حوالے سے اپوزیشن کی پارٹیوں جس میں پاکستان پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ق) کے ممبران کو جنہوں نے پنجاب کے عوام کی بہتری کے لئے اپنی تجاویز دیں اور اس function کو smooth چلنے دیا۔ پنجاب میں حکمران جماعت کی قومی اسمبلی میں نمائندہ اپوزیشن جیسا رد عمل ظاہر نہیں کیا اور یہاں وہ مثال قائم کی جو محترمہ کے vision کے مطابق تھی کہ Democracy is the best revenge (نعرہ ہائے تحسین) بحیثیت پاکستان پیپلز پارٹی کا ممبر کے اس پارلیمنٹ کے تقدس کا احترام اور اس پارلیمنٹ کے فیصلوں کا احترام محترمہ نے اپنی جان دے کر ہمیں وہ درس دیا جس پر ہم دل کی گہرائیوں سے عمل کر رہے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ایڈوائزری کمیٹی کے فیصلے کو obey کرتے ہوئے میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ میرا تعلق جس ضلع سے ہے وہ پنجاب کا پسماندہ ترین ہے جہاں چونکہ بہت کم فنڈز رکھے گئے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ میرا input اتنا اہم نہیں ہے اور ان اضلاع کے ممبران کو زیادہ share کرنا چاہئے جہاں فنڈز زیادہ دیئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! اٹھارہویں ترمیم 9 کروڑ آبادی، اس کی انتظامی، اقتصادی اور انسانی ترقی کے لئے جو vision اس بجٹ میں پیش کیا گیا ہے بحیثیت اپوزیشن ممبر میں اس حوالے سے اپنا input بیان کروں تو سب سے پہلے یہاں utilization کا issue discuss ہوا۔ جنوبی پنجاب کے لئے overall 40 percent shortfall discuss ہوا لیکن جنوبی پنجاب میں shortfall of utilization 70 percent سے زائد ہے۔ پہلے سال 5۔ارب روپیہ، دوسرے سال 7۔ارب روپیہ اور اس سال تو انتہا کر دی کہ 70۔ارب روپیہ ہو گیا۔ 70 percent shortfall کے حوالے سے اندازہ ہے کہ جنوبی پنجاب کو کتنا حصہ دیا جائے گا اس لئے ہم کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہیں لیکن جب جنوبی پنجاب کی بات کی جاتی ہے تو کسی نے کبھی یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ جنوبی پنجاب کا مسئلہ کیا ہے اور کیا جنوبی پنجاب کے لوگوں نے کوئی overhead یا underhead bridge کی توقع کی ہے؟ کبھی نہیں بلکہ جنوبی پنجاب کے لوگوں کا مسئلہ بے روزگاری اور بھوک ہے۔ اس بجٹ کی statement میں پیرا نمبر 60 میں ایک لفظ استعمال کیا گیا ہے کہ "صنعتیں خوش حال زندگی کی ضمانت ہیں" اور اس

کے بعد موٹروے کے اوپر 2۔ارب 50 کروڑ روپے کی لاگت سے ایک صنعتی شہر بسانے کا ذکر کیا گیا۔ میں اس ایوان سے اور وزیر اعلیٰ پنجاب سے یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا جنوبی پنجاب کے لوگ خوشحال زندگی کی ضمانت نہیں چاہتے اور کیا انہیں روزگار نہیں چاہئے؟ جب سیلاب کے دوران انہوں نے وہاں visit کئے تو کیا انہیں بغیر کپڑوں کے ہیلی کاپٹر کے پیچھے بھاگتے ہوئے لوگ نظر نہیں آئے؟ یقیناً اگر انہیں وہاں نظر آئے ہیں اور وہ political mileage لینا چاہتے ہیں تو ہمارے پسماندہ اضلاع کے اندر شہر میں چھوٹی چھوٹی انڈسٹریل بستیاں کیوں نہیں آباد کر دیتے اور economists اس بات کو جانتے ہیں کہ صنعتی پہیے کا economic acceleration concrete mixture machine اور road roller کی investment سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! شاید وہ colonial approach کہ labor کہاں سے آئے گی؟ اگر جنوبی پنجاب کو labor colony declare کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں کیونکہ ہمارے مزدور روزی کی تلاش میں چونیاں، رائے ونڈ اور سندر میں آتے ہیں اور یقیناً اپنے بچوں کو چھوڑ کر آتے ہیں۔ سیلاب کے اندر یقیناً جو کام ہونے چاہئیں جن کی بہت سی تفصیلات ہیں لیکن میں زیادہ تفصیلات میں نہیں جاؤں گا مگر وہ بند ابھی تک ٹوٹے ہوئے ہیں جنہوں نے تباہی پھیلائی اور ان پر کوئی کام نہیں ہوا۔ انفراسٹرکچر اسی طرح ٹوٹا ہوا ہے جس طرح سیلاب اپنی تباہی کے بعد چھوڑ کر گیا تھا۔ ground realities اور ان کا paper work جو بیوروکریٹس ان boxes میں بیٹھے ہوئے ہیں اس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مالیاتی وسائل کے حوالے سے taxing ہونی چاہئے۔ امیر سے غریب کو وسائل منتقل ہونے چاہئیں اور امیر علاقوں سے غریب علاقوں کو بھی وسائل منتقل ہونے چاہئیں۔ اس کے بعد میں ان issues پر بات کرنا چاہوں گا جو اس بجٹ سے متصادم ہیں۔ سب سے اہم مسئلہ کرپشن ہے اور اس کو پنجاب کے اندر صرف اکیلا انٹی کرپشن محکمہ ہی deal کرتا ہے جس کی بہت limited capacity ہے۔ فائل دبانے، ٹرانسفر کرنے کے پیسے لینے کے لئے decisions نہیں کئے جاتے۔ کبھی کسی نے اس عورت کا درد محسوس کیا ہے جس کے بھائیوں اور گھر والوں نے اس کی مشترکہ جائیداد پر قبضہ کیا ہوتا ہے اور وہ سالہا سال ریونیو افسران کے پاس اپنی زمین کی تقسیم کے لئے ایڑھیاں رگڑتی ہے؟ اس عورت کی کہیں کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ کیا یہ کرپشن جو delaying performance ہے اور وزیر اعلیٰ پنجاب اس آڈٹ میں commitment کرتے ہیں کہ ڈیپارٹمنٹ کا performance آڈٹ ہوگا۔ Public Service Performance Audit کیوں نہیں کیا جاتا، کیوں نہیں ان لوگوں کو اس دائرے

میں لایا جاتا جو اپنی ڈیوٹی کی ادائیگی کی قیمت وصول کرتے ہیں؟ یہ figure اچھا خاصا ہے اور یہ 654۔ارب67کروڑروپے ہے۔کیا فنانس ڈیپارٹمنٹ والے بتائیں گے کہ releases کس بنیاد پر ہوتی ہیں؟یہ 0.2سے0.5فیصد کمیشن پر ہوتی ہیں۔پھر یہ سلسلہ اوپر تک چلتا ہے۔یہاں پر کون سا وہ good governanceکا معیار ہے جوadoptکیا جارہا ہے؟

جناب والا!دانش سکول as a single unit اچھا ہے لیکن ہمیں 63ہزار گورنمنٹ کے سکولوں سے موازنہ کرنا چاہئے۔وزیراعلیٰ صاحب زین العابدین کا نام لے رہے تھے، ہم کہتے ہیں کہ جو لاکھوں زین العابدین ہیں ان کو اچھی تعلیم چاہئے۔چند زین العابدین کو اچھی تعلیم یقیناً ملنی چاہئے لیکن لاکھوں کو نہیں چھوڑا جانا چاہئے۔(نعرہ ہائے تحسین)

فنی تعلیم کے بارے میں، میں کہوں گا کہ ہماری طاقت work force ہے، ہماری9کروڑ آبادی ہے۔ اگرcapacity building نہیں کی گئی،9کروڑ آبادی کے لئے صرف ایک ہی ٹیکنیکل بورڈTEVTA ہے۔وہاں پر چودہ سال پرانے کورس پڑھائے جارہے ہیں جوoutdated ہیں۔مجھے بتائیے کہ مارکیٹ میں جو بچہ پڑھ کر جائے گا اس نے انٹرنیشنل مارکیٹ میں کون ساstatus achieve کرنا ہے؟ چیئرمین TEVTA اور سیکرٹری انڈسٹریز کو اس کے لئے کام کرنا چاہئے۔ Agriculture کے اندر ہمیں چائنا ماڈل کو کاپی کرنا چاہئے۔Computerization of Land ہمارا مسئلہ ہے اس کو جلد سے جلد کرنا چاہئے۔

جناب والا!سب سے آخر میں یہ ہے کہ پارلیمنٹ کا احترام ہونا چاہئے۔یہ debating club نہیں ہے، لوگ اس ایوان سے توقع رکھتے ہیں اور یہاں پر ادا کئے گئے لفظوں کی پاسداری ہونی چاہئے۔ ہمارا پچھلا بجٹ ریکارڈ کوئی اتنا قابل تحسین نہیں ہے۔میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر خزانہ کو کہنا چاہوں گا کہ کم از کم جو الفاظ اس ایوان میں کہے جاتے ہیں، جن کو اجتماعیت کی تائید حاصل ہو جاتی ہے ان کو تسلیم کیا جانا چاہئے ورنہ شاید وقت ہمیں بہت پیچھے لے جائے۔بہت شکریہ۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا!

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر!میں اپنی بجٹ تقریر شروع کرنے سے پہلے علامہ اقبال کا شعر پڑھنا چاہوں گی۔

جہاں اور بھی ہیں ابھی بے نمود

کہ خالی نہیں ہے ضمیرِ وجود

یہ ہے مقصدِ گردش روزگار
کہ تیری خودی تجھ پہ ہو آشکار

مبارکباد کے مستحق ہیں وزیر خزانہ اور ان کی ٹیم جنہوں نے ایک متوازن، انسان دوست، غریب دوست اور ترقیاتی بجٹ پیش کیا۔ صرف پیش ہی نہیں کیا بلکہ بہت خوبصورت انداز میں پیش کیا۔ ڈھیروں مبارکباد ہو ہمارے قائد میاں محمد شہباز شریف کو جنہوں نے عوامی امنگوں کی ترجمانی کی۔ وہ تمام طبقہ فکر کو ساتھ لے کر چلے ہیں۔ کامران مائیکل کو فنانس منسٹر بنا کر قائداعظم کے دور کی یاد تازہ کرا دی کہ جب اقلیتوں میں سے ڈپٹی سپیکر دیوان بہادر صاحب کو بنایا گیا۔ اس بجٹ میں عوامی مسائل کو ہر طرح سے address کیا گیا ہے۔ وہ چادر سے لے کر چار دیواری تک، صحت سے لے کر تعلیم تک یا اشیائے خورد و نوش سے لے کر تنخواہوں تک کا مسئلہ ہو ہر ایک کو سمجھ کر اس کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مجھے یہ بتاتے ہوئے بہت خوشی ہوتی ہے کہ تمام وسائل کا رخ غریب عوام کی طرف کر دیا گیا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ غریب عوام پر کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا۔ مجھے فخر ہے اس بات پر کہ آج پنجاب حکومت نے غیر ملکی امداد نہ لے کر وہ کشکول جو ہمیشہ سے ہمارے گلے میں طوق بن کر پڑا تھا آج وہ کشکول ہم نے توڑ دیا ہے۔ ہم نے خون میں ڈوبے ہوئے چند ٹکڑوں کی خیرات کو ٹھکرا دیا ہے اور خود انحصاری کی طرف ہمارا پہلا قدم ہے۔ میرے قائد نے کیا خوب بات کہی کہ "یہ ممکن نہیں کہ ہم اغیار کے ڈالر تو اپنی جیب میں ڈالیں لیکن احکامات کا لفافہ واپس کر دیں"۔ ایک مقروض ملک کا صوبہ ہونے کے ناتے ایک متوازن بجٹ بنانا یقیناً ایک مشکل کام تھا۔ اس کے لئے جو چیز سب سے ضروری تھی وہ اخراجات میں کمی کی تھی۔ ریونیو کا رخ بڑھا کر وسائل کا رخ غریبوں کی طرف کیا جائے۔ جب اخراجات میں کمی کی بات کی گئی تو سب سے پہلے پنجاب حکومت نے اپنے آپ کو ایک مثال بنایا۔ ہمارے وزراء کی تنخواہوں میں 25 فیصد کٹوتی کی گئی۔ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے اخراجات میں 25 فیصد کمی کی گئی اور تمام محکموں میں تنخواہوں کے علاوہ 20 فیصد کمی کی گئی۔ یہ خوبصورت مثال ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ پرائم منسٹر سیکرٹریٹ اور Presidency بھی اس کی تقلید کرتے لیکن وہاں تو معاملہ ہی بالکل الٹ ہے۔ Presidency کو دیکھیں تو اس کے اخراجات میں 5½ کروڑ روپے کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اگر پرائم منسٹر ہاؤس کی بات کرتے ہیں تو وہاں تو اس سے بھی زیادہ یعنی ساڑھے چھ کروڑ روپے کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ جو figures اب میں دینے لگی ہوں ان پر غور کیجئے گا کہ ایک ارب 60 کروڑ روپے ایک اکیلے وزیر اعظم کے غیر ملکی دوروں کے لئے مختص کر دیئے گئے ہیں۔ صدر صاحب بھی اس سے کوئی پیچھے

نہیں ہیں، ان کے لئے ایک سال میں 48 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ ہمارا ملک جو ہر طرف سے قرضے کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے، جس ملک میں وسائل کی بجائے مسائل ہی مسائل ہوں وہاں کے صدر اور وزیراعظم کے یہ حالات ہوں۔ بجٹ تو فیڈرل گورنمنٹ اور باقی صوبوں نے بھی پیش کیا۔ روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ لگانے والوں نے بھوک، ننگ اور افلاس دیا۔ ہم اس ملک کے باسی ہیں جہاں پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لئے دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں۔ ہمارے فیڈرل گورنمنٹ بشمول صدر، وزیراعظم اور بعض محکموں کے اداروں کے سربراہان کے پاس بائیس جیٹ طیارے ہیں۔ آج ہمارے وزیر داخلہ جو بھیک مانگنے جاتے ہیں تو وہ بڑی شان سے ایک جیٹ طیارے سے اترتے ہیں۔ یہ جیٹ طیارہ برطانیہ کے وزیراعظم کے پاس بھی نہیں ہے۔ لوگ بھیک مانگنے کے اس نئے طریقے کو دیکھ کر فرار ہو جاتے ہیں۔ ہم باسی ہیں اس ملک کے جہاں لوگوں کی اکثریت کو پینے کے لئے صاف پانی میسر نہیں لیکن وہاں کے صدر اور وزیراعظم کا روز کا خرچہ صرف سیر سپاٹے کے لئے 55,55 لاکھ روپے رکھ دیا گیا ہے۔ ہم اُس ملک کے رہنے والے ہیں جہاں کے لوگوں کے سروں کے اوپر چھت کی بجائے آسمان ہے، جہاں اکثریت کے پاس گھر نہیں ہیں لیکن اس ملک کے حکمران غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے اپنی جغرافیائی سرحدوں کی خلاف ورزی کرواتے ہوئے اپنے ہی لوگوں پر ڈرون حملے کرواتے ہیں۔ کیا یہ بات کسی اچنبے سے کم نہیں کہ پاکستان ایک اٹامک پاور ہے اور اس کے اٹامک پاور ہونے کے باوجود یہاں پر توانائی کا بحران ہے جو دن بدن شدت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اگر ایک مثال میں آپ کو دوں کہ KESC کا بحران،

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے بس بس کی آوازیں)

میرے محترم دوست جو مجھے بس بس کرنے کے لئے کہہ رہے ہیں ان کو بھی بہت اچھی طرح سے اندازہ ہے کہ کراچی میں لوگوں کے کیا حالات ہیں۔ اگر میں ان کو صرف ایک مثال دے دوں تو میرا خیال ہے کہ ان کو میری بات سمجھ آ جائے گی کہ KESC میں صرف لوگوں کو نوازنے کے لئے نوکریاں دی گئی ہیں۔ ایم این اے، ایم پی اے اور وزراء کے بھائی، بھانجوں کو نوکریاں دی گئی ہیں جن کی تنخواہیں پانچ لاکھ سے پچیس لاکھ روپے ماہوار تک ہیں۔ ہمایوں اختر کے بھائی کو پچیس لاکھ روپے کی نوکری صرف نوازنے کے لئے دی گئی ہے، اسی طرح خوش بخت شجاعت کے بیٹے کو پانچ لاکھ روپے کی نوکری دی گئی ہے اگر میں ہر ایک کا نام لوں گی تو یہ ایک لمبی فہرست بن جائے گی۔ اس پر طُرہ یہ کہ medical fitness کے criteria کا خیال بھی نہیں رکھا گیا اور یہاں صرف اس لئے time waste کیا جاتا ہے تاکہ ان کو یہ

باتیں نہ سننی پڑیں۔ ہماری حزب اختلاف کو صرف اس بات کا دُکھ ہے کہ آج پنجاب نے توانائی کے بحران پر قابو پانے کے لئے کوشش شروع کر دی ہے۔ وفاقی حکومت کی پالیسیوں نے پنجاب کی صنعتوں کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔ آج مجھے اس بات پر فخر ہے کہ پنجاب حکومت نے توانائی کے بحران اور لوڈ شیڈنگ پر قابو پانے کے لئے 9۔ ارب روپے کے منصوبے شروع کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے 500 میگاواٹ بجلی اس سال صوبہ پنجاب میں پیدا کی جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ

ڈاا کٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! خدا کرے کہ ہم جلد اپنے صوبہ میں توانائی کے بحران پر قابو پانے کے بعد باقی صوبوں کی مدد بھی کر سکیں۔ میں یہاں جو تجاویز دینے جا رہی ہوں وہ عوام کے مفاد میں ہیں میرا اس میں کوئی ذاتی benefit نہیں ہے اس لئے مجھے بولنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! اب آپ wind up کر لیں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میں اپنی باقی تقریر wind up کر لیتی ہوں لیکن میری کچھ تجاویز آپ مہربانی کر کے سُن لیں کیونکہ وہ لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے ہیں اور اس میں میرا ذاتی کوئی مفاد نہیں ہے۔ یہاں پر Pro-poor Scheme, Self-employment Scheme, Yellow Cab Scheme اور زرعی گریجویٹ کو فی کس 25 ایکڑ زمین لیز پر دینے کی باتیں کی جاتی ہیں۔ یہ سب وہ تجاویز ہیں جو کہ لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے دی گئی ہیں۔ میری آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ سے درخواست ہے کہ جو بیس ہزار روپے فی کس بلا سود قرض دیا جا رہا ہے وہ اس مہنگائی کے لحاظ سے بہت کم ہے۔ اگر اس قرض کی رقم بڑھا دی جائے تو پھر کوئی بھی شخص اس مہنگائی کے دور میں اپنے گھر کے لئے روزگار کما سکے گا۔ اس رقم کو بڑھا کر اگر پچاس ہزار روپے کر دیا جائے تو پھر شاید کوئی شخص بہتر روزگار کما سکے گا۔

جناب سپیکر! پنجاب میں صحت کی سہولتیں فراہم کرنے کے لئے کوشش کی جا رہی ہے۔ چار نئے میڈیکل کالجز operational ہو رہے ہیں جن کی وجہ سے گیارہ سو نئے ڈاکٹر بن جائیں گے۔ بہاولپور میں کڈنی سنٹر، فیصل آباد، رحیم یار خان میں برن یونٹ، ملتان میں کارڈیالوجی سنٹر اور راولپنڈی میں یورالوجی سنٹر کا قیام اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ مجھے فخر ہے کہ ہمارے صوبہ میں موبائل سروسز یونٹ قائم کئے جا رہے ہیں کیونکہ یہاں پر Maternal Mortality Rate and Infant Mortality Rate بہت زیادہ ہے اور ہماری عورتیں ہسپتالوں میں پہنچنے سے پہلے ہی مر جاتی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔اب تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میری تجاویز تو سُن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں،آپ وہ لکھ کر دے دیں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! صرف ایک منٹ دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بس،اب آپ wind up کر دیں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میں موبائل سروسز یونٹس کی بات کر رہی تھی،ان یونٹس کی تعداد چھ سے بڑھا کر پچاس کر دی گئی ہے اور لوگوں کو ان کے گھر کی دہلیز پر صحت کی سہولتیں فراہم کی جا رہی ہیں یقیناً اُس کو بہت appreciate کیا جانا چاہئے لیکن اس کے باوجود میرا یہ خیال ہے کہ اس شعبہ صحت پر maximum توجہ دی جائے اور ان موبائل سروس یونٹس کی تعداد بڑھا کر سو کر دینی چاہئے۔میں Tertiary Care Centre کی بات کروں گی۔اس وقت صوبہ پنجاب میں Tertiary Care Centres پر بہت زیادہ رش ہے۔میو ہسپتال، جنرل ہسپتال یا گنگا رام کے Tertiary Care Centres پر لوگوں کا بہت زیادہ رش ہوتا ہے اس لئے ہمیں پرائمری اور سیکنڈری سنٹرز پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔میری اس سلسلے میں تجویز ہے کہ ان سارے Tertiary Care Centres کے اطراف میں ایمرجنسی یونٹس قائم کر دیئے جائیں تاکہ مریضوں کی وہیں پر ہی valuation کی جائے اور آگے صرف وہی لوگ جا سکیں کہ جن کو واقعی ہسپتال میں داخلے کی ضرورت ہے۔اس طرح لوگوں کو صحت کی بہتر سہولتیں مل سکیں گی۔

جناب سپیکر! میں اپنی باقی تقریر چھوڑ دیتی ہوں لیکن مہربانی کر کے میری ایک دو تجاویز سُن لیں۔ہمارے صوبہ میں پرائیویٹ سکولز کاروبار کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ان کے آڈٹ کی حقیقتاً ضرورت ہے کیونکہ وہ فیسوں کی مد میں لاکھوں روپے کما رہے ہیں جو کہ پنجاب کے بچوں اور ان کے والدین کے ساتھ زیادتی ہے۔مہربانی کر کے ایسے سکولوں کا احتساب کیا جائے۔اسی طرح غیر معیاری اشیاء کی فروخت عام ہے۔فوڈ انسپکٹروں کو ان کی چیکنگ کرنی چاہئے۔ہمارے ملک میں جو دُہرا نظام تعلیم رائج ہے وہ مثبت تعلیم کی راہ میں ایک رکاوٹ ہے۔پورے ملک میں ایک ہی نظام تعلیم رائج ہونا چاہئے۔اگر ہم نے اپنی معیشت کو مستحکم کرنا ہے تو پھر definitely ہمیں کالا باغ ڈیم بنانا ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،اب آپ بیٹھ جائیں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! آپ نے میری پوری تجاویز تو نہیں سنیں لیکن ایک آخری شعر تو سن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شعر سنا دیں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! یہ شعر میں اپنے قائد کی نذر کرنا چاہ رہی ہوں۔

میرے ساتھی تو میرے سر سے الگ ٹھہرے ہیں
اپنے حق میں کسی دشمن کی گواہی دیکھوں
میرے محسن تیرا معیار نظر کچھ بھی سہی
میں تو انسان کے پیکر میں خُدا ہی دیکھوں

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ کرنل (ر) شجاع خانزادہ!۔۔۔وہ موجود نہیں ہیں۔ جناب محمد عباس راں!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب جلال الدین ڈھکو!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ جناب اویس اسلم مڈھیانہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ حاجی عمران ظفر صاحب!

حاجی عمران ظفر: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الصّلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یاحبیب اللہ۔ یہ سب تمھارا کرم ہے آقا ﷺ کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر! شکریہ۔ سب سے پہلے تو میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کے صدقے ہمیں پنجاب میں خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب کی شکل میں ایک ایسا حکمران دیا ہے کہ جن کو جتنا بھی خراج تحسین پیش کیا جائے وہ کم ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پچھلے سال سیلاب کے دنوں میں خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب نے جس طرح پنجاب کے سیلاب زدہ عوام کی بے لوث خدمت کی ہے اسے آنے والی نسلیں انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ یاد رکھیں گی۔ الحمد للہ ہماری حکومت نے سیلاب زدہ علاقوں میں جتنے کام کئے ہیں وہ کسی کو دکھانے کے لئے نہیں بلکہ میرے قائد نے اپنے vision کے تحت کئے ہیں۔ میرے قائد نے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو راضی کرنے کے لئے غریب عوام کی خدمت کرنے کا مشن اُٹھایا ہے۔ ہم اپنے قائد میاں محمد شہباز شریف صاحب کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم ان کے اس مشن میں ان کے ساتھ ہیں۔ بجٹ کے حوالے سے میں اپنے بھائی کامران مائیکل کو غریب عوام دوست بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری پوری پنجاب حکومت مبارکباد کی مستحق ہے اور جتنے لوگوں نے

اس بجٹ کی تیاری میں حصہ لیا ہے میں ان سب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس بجٹ میں خصوصی طور پر تعلیم، صحت اور بے روزگاری کے حوالے سے بے شمار ایسی چیزیں ہیں کہ جن سے صحیح معنوں میں پنجاب کی غریب عوام کو فائدہ ہوگا۔

جناب سپیکر! میں تعلیم کے حوالے سے ذکر کروں گا۔ اس بجٹ میں تعلیم کے لئے اربوں روپے کے funds رکھے گئے ہیں۔ یہ میرے قائد میاں محمد شہباز شریف کا تعلیم کے ساتھ دوستی کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاؤس کا وقت مزید 2 گھنٹے بڑھایا جاتا ہے۔

حاجی عمران ظفر: جناب سپیکر! سائنس لیبارٹریوں کا قیام، سکولوں کی اپ گریڈیشن اور موجودہ سکولوں کی پرانی عمارتوں کے لئے اربوں روپے رکھے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے قائد خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کے بہت بڑے کارنامے ہیں۔ انتخابی نتائج میں اچھی کارکردگی دکھانے والے سکول و کالج کے اساتذہ کی حوصلہ افزائی کے لئے ایک ارب 20 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے۔ اعلیٰ تعلیمی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے ہونہار طالب علموں کے لئے ایک لاکھ لیپ ٹاپ دیئے جائیں گے جس کے لئے تقریباً 2۔ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان طالب علموں کے لئے ایک بہت بڑا انعام ہوگا، جو بچے محنت کریں گے ان کو تحفتاً لیپ ٹاپ دیئے جائیں گے۔ یہاں پر دانش سکول کے حوالے سے بڑی باتیں ہوئیں اور اعتراضات اٹھائے گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے قائد خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کا وہ قدم ہے جس کو قیامت تک آنے والی نسلیں یاد رکھیں گی۔ میں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ پچھلے دِنوں جب چشتیاں کے مقام پر دانش سکول کا افتتاح ہوا اور مجھے بھی یہ سعادت حاصل ہوئی جب میں اپنے قائد خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کے ساتھ چشتیاں میں دانش سکول کے افتتاح کے موقع پر گیا تو میں نے وہاں پر وہ یتیم بچے دیکھے جن کا اچھے سکولوں میں داخلہ تو بہت دور کی بات ہے، وہ بڑے سکولوں کے گیٹ کے اندر بھی داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ میں نے وہاں پر ایک ایسا بچہ دیکھا جو دونوں ہاتھوں سے معذور تھا، اس بچے نے اپنے ٹوٹے ہوئے بازوؤں کے ساتھ سٹیج پر آ کر بلیک بورڈ کے اوپر یہ الفاظ لکھے "خادم اعلیٰ تیرا شکریہ"۔ خدا کی قسم اپنے قائد کا یہ وژن دیکھ کر ہم میں بھی ہمت پیدا ہوئی۔ دانش سکول کے افتتاح کے موقع پر میرے قائد نے چشتیاں کے مقام پر جو تقریر کی اس میں میرے قائد نے کہا کہ قیامت کے روز اگر اللہ تعالیٰ کی ذات مجھ سے پوچھے گی کہ شہباز شریف تو کیا لے کر آیا ہے تو میں کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ میرے پاس دانش سکول سے بڑھ کر اور کوئی چیز

نہیں ہے۔ یہ دُکھی انسانیت کی خدمت ہے اُن بچوں کے لئے جن کے والدین نہیں ہیں، جن کا کوئی سہارا نہیں ہے۔ یہ ہماری حکومت کا بہت بڑا کارنامہ ہے اور اس کارنامے پر خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کو جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے وہ کم ہے۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ سے درخواست کروں گا کہ جس طرح اس بجٹ میں آنے والے سال میں آٹھ نئے دانش سکول رکھے گئے ہیں ہمارے ضلع گجرات میں بھی دانش سکول رکھا جائے تاکہ گجرات کی عوام بھی اس سے مستفید ہو سکے۔

جناب سپیکر! صحت کے حوالے سے بھی میں کچھ بات کرنا چاہتا ہوں، یہ بھی ہماری حکومت کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جس نے صحت کی طرف بہت زیادہ توجہ دی اور اربوں روپے کے فنڈز صحت کے لئے اور مفت ادویات کے لئے رکھے۔ آج میں اپنے قائد پاکستان میاں محمد نواز شریف کو جتنا خراج تحسین پیش کروں وہ کم ہے جنہوں نے اپنے سابقہ دور حکومت میں فری ڈائیلسز کے لئے اربوں روپے کے فنڈز دیئے اور جب ڈکٹیٹر مشرف نے ہماری حکومت پر شب خون مارا تو اس کے آتے ہی فری ڈائیلسز کی سہولت ختم ہو گئی۔ آج میرے قائد میاں محمد شہباز شریف نے ڈائیلسز کے لئے 30 کروڑ روپے رکھے ہیں۔ میری اس حوالے سے وزیر خزانہ صاحب کو تجویز ہے کہ اس مد میں مزید پیسے رکھے جائیں۔ یہ ایک ایسا مرض ہے جس میں مریض کو بار بار ڈائیلسز کرانا پڑتا ہے، کسی کو دِل کا مرض ہو تو وہ ایک دفعہ دل کا آپریشن کرا لے تو صحت یاب ہو جاتا ہے لیکن ڈائیلسز ایسی تکلیف ہے کہ جس بندے کے گردے فیل ہو جائیں تو وہ جب تک زندہ رہتا ہے اسے بار بار ڈائیلسز کرانا پڑتا ہے۔ اس کے لئے ہم جتنے زیادہ سے زیادہ فنڈز رکھ سکیں ہمیں رکھنے چاہئیں۔

(اس مرحلہ پر جناب چیئرمین ڈاکٹر اسد اشرف کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

اس کے علاوہ ہیپاٹائٹس کے لئے 20 کروڑ روپے رکھے گئے۔ اس وقت ہمارے ملک میں ہیپاٹائٹس کی وباء پھیلی ہوئی ہے اس کے لئے بھی ہمیں بہت زیادہ پیسے رکھنے چاہئیں۔ میں الحمدللہ اپنے قائد کے وژن کے مطابق آپ کو اس ہاؤس میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرے حلقہ میں ستائیس ہزار طالب علم ہیں اور ستاون سکول ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ چھٹیوں کے بعد میں نے اپنے تمام سکولوں میں ستائیس ہزار بچوں کے لئے free Hepatitis B, C Screening Programme بنایا ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس میں ہم گورنمنٹ کا ایک پیسا بھی خرچ نہیں ہونے دیں گے۔ میں اپنے سارے بھائیوں سے

بھی یہی اپیل کروں گا اور وزیر خزانہ صاحب سے بھی یہی درخواست کروں گا کہ سکولوں میں فری ہیپاٹائٹس ٹیسٹ کرائے جائیں۔

جناب چیئرمین! بے روزگاری ختم کرنے کے لئے ہماری حکومت نے یہ جو بیس ہزار ییلو کیب دینے کا پروگرام بنایا ہے اس سے بیس ہزار لوگ نہیں بلکہ چالیس ہزار لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔یہاں پر بات کی جاتی ہے کہ پڑھے لکھے نوجوانوں کو ٹیکسی ڈرائیور بنایا جائے گا، وہی پڑھے لکھے نوجوان ایک ڈرائیور بھی تو رکھ سکتے ہیں جس سے بیس ہزار کی بجائے چالیس ہزار افراد فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔اس کے علاوہ ہمارے ملک میں جو energy crisis ہیں، بجلی اور گیس کی بندش ہے اس کی وجہ سے بھی بے روزگاری بڑھ رہی ہے۔ ہمارے قائد خادم اعلیٰ پنجاب نے آنے والے سال میں 120 میگا واٹ اور 500 میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کا پروگرام دیا ہے۔ میرا تعلق Ceramic Industry سے ہے مرکزی حکومت ہمارے ساتھ بہت بڑا ظلم کر رہی ہے، ہماری انڈسٹری کو گیس نہیں مل رہی، میری گزارش یہ ہے کہ ایک تو جب پنجاب اپنی بجلی پیدا کرنی شروع کرے تو ہماری انڈسٹری کو بھی دے۔

جناب چیئرمین: حاجی صاحب! مہربانی کر کے wind up کریں۔

حاجی عمران ظفر: جناب چیئرمین! مجھے صرف ایک منٹ اور دے دیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ Ceramic Industry and Cottage Industry گیس سے چلتی ہے، وہ بجلی پر بھی شفٹ ہو سکتی ہے اگر ہم ان کو سستی بجلی مہیا کر دیں تو یہ بہت بڑا احسان ہو گا لہذا میری وزیر خزانہ صاحب سے یہ گزارش ہے کہ اگر پنجاب بجلی پیدا کرے تو جو انڈسٹری گیس پر ہے اس کو بجلی پر شفٹ کر دیا جائے اور اس انڈسٹری کو سستی بجلی مہیا کی جائے۔

جناب چیئرمین: مہربانی کر کے جلدی wind up کریں۔

حاجی عمران ظفر: جناب سپیکر! آخر میں، میں صرف ایک شعر اپنے قائد کی نذر کرنا چاہتا ہوں کہ:

جل رہا ہے محمد ﷺ کی دہلیز پر
دل کو طاقِ حرم کی ضرورت نہیں

میرے آقا کے مجھ پر ہیں اتنے کرم
اب کسی اور کے کرم کی ضرورت نہیں
شکریہ

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ جناب اویس اسلم مڈھیانہ صاحب!

چودھری محمد اویس اسلم مڈھیانہ: جناب سپیکر! میں سب سے پہلے اپنے دوست کامران مائیکل صاحب کو جنہوں نے توجہ اور concentration سے بجٹ پڑھا صرف پڑھنے کی حد تک ان کو مبارکباد دینا چاہتا ہوں۔ یہ جب وزیر نہیں تھے تو تب بھی ہمارے دوست تھے، چار دِن بعد وزیر نہیں ہوں گے تو تب بھی انشاء اللہ تعالیٰ ان سے سلام دعا ہوتی رہے گی۔ جب انہوں نے بجٹ پیش کیا تو میں ان کے پیچھے بیٹھا تھا اور یہ دیکھ رہا تھا کہ عرقِ ندامت کے کچھ قطرے ان کے چہرے سے لباس پر گر رہے تھے۔ میرا خیال ہے کہ یہ اپنے تذبذب کو چھپا نہیں سکے، کافی بارِ گراں تھا اس بجٹ کا جسے پڑھنے کا فریضہ اِن کو سونپا گیا میرے بھائی سادہ لوحی میں اسے ایک honor سمجھ کر کہ تاریخ کا حصہ بنے گا پڑھتے ہی چلے گئے۔ بہر حال موجودہ بجٹ، میں اسے خون آشام بجٹ کہوں گا پیش کیا جا چکا ہے۔ اس بجٹ کے پیش ہونے کے بعد صوبہ پنجاب کے عوام کرب ناک چیخوں اور سسکیوں کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہو چکے ہیں کہ:

اِک شہنشاہ نے دولت کا سہارا لے کر
ہم غریبوں کی محبت کا اُڑایا ہے مذاق

جناب سپیکر! مقامِ استعجاب و حیرت ہے کہ جس صوبے کی آدھی سے زیادہ آبادی خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہی ہے، جہاں پر ہر نئے جنم لینے والے دن میں لوگ فاقہ کشی اور خودکشیاں کرنے پر مجبور ہیں اور اپنے چھوٹے بچے اور بچیوں کو financially support مہیا نہ کرنے کی بناء پر ذبح تک کر ڈالتے ہیں۔ تمام شہروں کے حالات ناگفتہ بہ ہیں تو ایسے میں سفاکیت کی انتہا دیکھئے کہ ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب ایک نئے صنعتی شہر کو بسانے کا سوچ رہے ہیں جس کے لئے 2-ارب 50 کروڑ روپے کی رقم مختص کی جا چکی ہے۔ کیا ان حکمرانوں کو روزِ حشر خدا کے سامنے جواب دہ نہیں ہونا؟ کیا انہیں partition کے وقت کے المناک سانحات بھول چکے ہیں کہ جب کئی آنچل پامال ہوئے، جب بے قصور لوگوں کو سڑکوں پر تلواروں اور بھالوں سے روند دیا گیا، اسی لاہور شہر کے واقعات ہیں۔ کیا یہ ان حادثاتِ زمانہ کو بھول گئے کہ جب مسلمانوں سے بھری ہوئی ٹرینوں کی ٹرینیں کاٹ دی جاتی تھیں، جب گھروں کے اندر جا کر باعصمت خواتین کو اٹھا لیا جاتا تھا اور جو راستے میں آتا تھا اسے ذبح کر دیا جاتا تھا۔ یہ خواب خرگوش کے

مزے لوٹ رہے ہیں، خدارا اس رقم کو جو عوام کی امانت ہے، یہ کافی بڑا mandate ہے جو شومئی قسمت پنجاب کی عوام نے elected حکمرانوں کو دیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسے اس طرح سے پامال کرنے کا کوئی حق نہیں۔

اس زلف پہ پھبتی شب دیجور کی سوجھی
اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی

اس صنعتی شہر کی رقم کو اگر کسی اور مصرف میں لایا جاتا، کئی گھرانوں کے چشم و چراغ جو دہشت گردی کی نذر ہو جاتے ہیں ان کے لئے، کوئی فنڈز کوئی ادارہ قائم کیا جاتا، بیواؤں کے لئے کچھ کیا جاتا اور صحیح ہاتھوں سے وہ رقم ان تک پہنچائی جاتی تو میرا خیال ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔ سیلاب زدگان کی امداد کے حوالے سے اپنے کارناموں کا ذکر تو کیا گیا لیکن سیلاب کے حوالے سے جو کرپشن ہوئی، جو گھپلے ہوئے کبھی ان کا شائبہ تک پڑنے دیا گیا؟

(اذان عصر)

جناب چیئرمین سپیکر: جی، مڈھیانہ صاحب!

چودھری محمد اویس اسلم مڈھیانہ: جناب سپیکر! اور نہ ہی آنے والے سیلاب سے نمٹنے کے لئے کوئی واضح حکمت عملی تیار کی گئی۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب سے on the floor of the House یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ سیلاب زدہ جگہوں پر کبھی سائیکل پر بیٹھ کر جانا، کبھی ریڑھیوں اور تانگوں پر بیٹھ جانے سے اپنی شخصیت کو arise کرنے، ابھارنے اور شخصیت کے اجاگر ہونے کے مواقع تو کافی ملتے ہیں لیکن میرا یہ خیال ہے اور حقیقت پسندانہ خیال ہے کہ اس میں عوام کے دکھوں کا مداوا نہیں ہو سکتا۔ محترم میاں صاحب! اس سے تو بہتر تھا کہ وہ نشیمن بہہ جاتے جن پر آپ اپنی خود نمائی کا سکہ جما کر اور آئندہ الیکشن کے لئے راہ ہموار کر رہے ہیں۔

لوگ ٹوٹ جاتے ہیں ایک گھر بنانے میں
تم ترس نہیں کھاتے بستیاں جلانے میں

"روٹی کپڑا اور مکان" کے نعرہ کا بجٹ میں طنزاً ذکر کیا گیا۔ میری اس ضمن میں گزارش یہ ہے کہ ماضی بعید میں جائیں، قائد عوام نے صرف یہ نعرہ نہیں لگایا تھا بلکہ انہوں نے reality کے طور پر اسے implement کر کے بھی دکھایا، اس کی زندہ مثال بھٹو کالونیاں ہیں جن میں بلا تفریق جماعت

لوگوں کو بسایا گیا اور آج بھی جب ہم الیکشن کے دنوں میں رات کے دو بجے بھی وہاں گئے تو کئی آنچل ہمیں دعائیں دیتے دکھائی دیئے، کئی ضعیف عورتوں اور بوڑھے آدمیوں نے ہمارے سر پر دستِ شفقت رکھا اور ہمیں اپنی بھرپور دعاؤں سے نوازا۔

جناب سپیکر! آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کے متعلق عرض کروں گا کہ یہ تو ابھی ابتدائی مراحل میں ہے، ابھی تو کافی ٹائم لگے گا اور اگر وہ اس دست برد سے بچ گئی جو ورکروں کی خوشحالی کے لئے ہوتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی بہت بڑی achievement ہوگی لیکن مجھے یہ نظر نہیں آ رہا، آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کا راز وقت فاش کرے گا کہ اس میں کس طرح دوست نوازی اور جماعت نوازی کو ہر چیز پر مقدم رکھا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! دوسری بات ییلو کیب سکیم کی آئی اس مقصد کے لئے 4۔ارب 50 کروڑ روپے کا فنڈ بد قسمتی سے مختص کر دیا گیا ہے۔ کیا ماضی کی سکیم کی ناکامی سے کوئی سبق حاصل نہ ہو سکا؟ اب گریجویٹ کی شرط ہے تو میرے خیال میں یہ گریجویٹس بھی کہیں سے منگوا لئے جائیں گے اور پھر اسی الیسے کا مظاہرہ ہوگا اور ایک المناک کھیل کھیلا جائے گا اس میں صرف اپنی پارٹی کو activate کیا جائے گا، اپنے ورکروں کو خوش کیا جائے گا۔ میاں صاحب! خدارا اس صوبہ پر رحم کیجئے۔ یہ اب اپنے ناتواں کندھوں پر اتنی عیاشیوں کا بوجھ اٹھانے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! چیف منسٹر سیکرٹریٹ نے تو مغلیہ سلطنت کے عیاش حکمرانوں کو بھی مات دے دی، ان کے تخیل میں بھی نہیں ہوگا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ لوگ ہم سے بھی دو قدم بلکہ کئی قدم آگے بڑھ جائیں گے۔ چیف منسٹر سیکرٹریٹ کے سیکرٹری صاحبان پورے پنجاب میں اپنی پارٹی کو activate کرنے میں لگے ہوئے ہیں جن کا مطمع نظر صرف یہ ہے اور انہیں یہ اہداف سونپ دیئے گئے ہیں کہ اپنی پارٹی کو build up کیا جائے، تھانے کی سیاست ہو، علاقائی سیاست ہو، ڈویلپمنٹ کی بات ہو یا طبی سہولیات ہوں ہر حوالے میں ہر جگہ پر انہیں یہ indicator دے دیا گیا ہے اور انہیں یہ goal دے دیا گیا ہے کہ یہ achieve کرنا ہے اور اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ شاہانہ طرز رہائش اور لگژری گاڑیاں ان کے پاس ہیں۔ یہ عوام کا پیسا ہے اور ایک دن عوام اس کی پائی پائی کا حساب لیں گے اور یقیناً ایک دن ایسا ہوگا۔

غریب شہر تو فاقوں سے مر گیا امجد
امیر شہر نے ہیرے سے خودکشی کر لی

جناب سپیکر! ہمارے صوبہ میں افسر شاہی کا راج ہے، bureaucratic system کا راج ہے---

جناب چیئرمین: No cross talk please. مڈھیانہ صاحب! ذرا wind up کریں۔ آپ نے شعر تو پہلے سنا دیا اب wind up پر end میں کیا سنائیں گے؟

چودھری محمد اویس اسلم مڈھیانہ:

نالہ بلبل تو سنا ہنس ہنس کر
اب جگر تھام کے بیٹھو کہ میری باری ہے

معزز ممبران: صرف شعروشاعری ہونی چاہئے اور کچھ نہیں۔

چودھری محمد اویس اسلم مڈھیانہ: جناب سپیکر! میں یہ بات مانتا ہوں کہ میری یہ باتیں صدا بصحرا ثابت ہوں گی اور ان پر کوئی implementation نہیں ہو گی اور جوں کا توں چلتا رہے گا لیکن میں کیا کروں مجھے راتوں کو وہ کربناک چیخیں نہیں سونے دیتیں کہ جن میں عوام کا لہو چھلکتا ہے۔ میں کیا کروں؟ میں ان معصومیت کے پیکروں سے کس طرح بات کروں کہ جنہوں نے آپ کو اتنا بڑا mandate دے دیا اور اب رو رہے ہیں۔ ہمارے صوبہ میں افسر شاہی کا راج ہے کیا اس بجٹ میں کوئی ایسی تجویز بھی رکھی گئی اور اگر نہیں رکھی گئی تو کیوں نہیں رکھی گئی کہ بڑے سرکاری افسران کی جو ایکڑوں پر پھیلی ہوئی رہائش گاہیں ہیں انہیں مختصر کیا جائے اور باقی ماندہ اراضی کو عوامی فلاح و بہبود کے مصرف میں لایا جائے۔ کیا حکمرانوں کے terms عوامی وابستگی، ملی اور ملکی فلاح سے بڑھ کر ہیں؟

جناب سپیکر! دانش سکول سسٹم متعارف کروایا گیا میں یہ نہیں کہتا کہ یہ سسٹم غلط ہے۔ اگر یہ سسٹم اس طرح implement ہو جائے جو اس کی اساس ہے تو یہ بہت بڑی achievement ہے لیکن ان سکولوں اور عمارتوں کا کیا قصور ہے، ان حلقوں کا کیا قصور ہے کہ جہاں پر تمام عمارات تکمیل کے مراحل سے گزر چکی ہیں، SNEs بن چکی ہیں لیکن جب محکمہ فنانس والوں کو ملتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ آپ متعلقہ ضلع میں جائیں، جب ڈی سی او سے ملتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ فنڈز ادھر سے آنے ہیں اور مسلسل دو سال سے یہ سلسلہ چلتا آ رہا ہے؟ بھرتی کے لئے فنڈز نہیں ہیں اور کروڑوں روپے کی لاگت سے تیار شدہ یہ عمارات جن میں مال مویشی بندھے ہوئے ہیں وہ تباہی کا نمونہ پیش کر رہی ہیں لیکن ان کے لئے کوئی تجویز نہیں رکھی گئی ہے اور انہیں بالکل فراموش کر دیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین: مڈھیانہ صاحب! پلیز wind up کریں۔

چودھری محمد اویس اسلم مڈھیانہ: جناب سپیکر! صرف چند منٹ اور لوں گا۔ کیا ان کی بھرتی میرٹ پر ہو گی یا پارٹی وابستگی کی بنیاد پر، غریبوں کو حق ملے گا یا ورکروں کو؟ نئے کالجز کے قیام کے لئے ایک ارب 20 کروڑ روپے مختص کئے گئے، گزشتہ دنوں میاں محمد نواز شریف صاحب میرے ضلع سرگودھا میں آئے اور انہوں نے وہاں ایک کالج کا افتتاح کیا اور اسے میاں محمد نواز شریف کالج کے نام سے منسوب کیا گیا۔ مجھے کالج پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میری صرف یہ گزارش ہے کہ اگر انہیں اپنی انا کی تسکین اور اپنی شخصیت کے پرچار کا اتنا ہی خیال ہے تو یہ اپنی پارٹی کے فنڈز سے کالج کھول لیں۔ ادھر لوگوں کا جم غفیر لے جانا اور اس علاقے کو یا اپنے آپ کو ایک پارٹی کے حوالے سے benefit دینا کوئی اچھی علامت یا کوئی اچھا نیک شگون نہیں ہے۔ اس کھوکھلی خود نمائی پر افسوس کے سوا کیا کیا جا سکتا ہے؟ یہ تو وہ ناعاقبت اندیش حکمران ہیں کہ جنہوں نے سستی روٹی سکیم کے تنوروں میں عوام کا مستقبل جلا ڈالا، خس و خاشاک کے تنکوں کی طرح عوام کو اس کرپشن کے سیلاب میں بہا ڈالا۔ اس عوام کو جو چوراہوں، چوکوں اور ہر جگہ پر رات کو دو اڑھائی بجے اپنے گھروں سے نکل کر ان کی آواز پر سینہ تان کر باہر نکلے اور دوپہر کی دھوپ میں پولنگ سٹیشنوں پر کھڑے رہے جب تک کہ ووٹ کاسٹنگ مکمل نہیں ہوئی کہیں پر تو لوگوں نے صرف خلوص اور ہمدردی میں جعلی ووٹ بھی کاسٹ کئے ہوں گے، یہ ان سے کس بات کا بدلہ لیا جا رہا ہے؟ شاید انہوں نے ہماری جماعت کو تو ووٹ ہی نہ دیئے ہوں لیکن میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان سے کس بات کا بدلہ لیا جا رہا ہے؟

جناب چیئرمین: مڈھیانہ صاحب! شکریہ

چودھری محمد اویس اسلم مڈھیانہ: جناب چیئرمین! صرف دو منٹ مزید دے دیں۔ فوڈ سٹیمپ سکیم میں پارٹی ورکروں کو نوازا گیا، میرے یہ بھائی خوف خدا کو بھول گئے۔ میری استدعا ہے کہ سستی روٹی پر بھی کمیٹی بنائی جائے، فوڈ سٹیمپ پر بھی کمیٹی بنائی جائے اور check and balance کی فضا قائم کی جائے اور implement کروایا جائے۔

جس دور میں لٹ جائے فقیروں کی کمائی
اس دور کے سلطان سے کوئی بھول ہوئی ہے

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ!

محترمہ صغیرہ اسلام: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب چیئرمین! آپ نے اس وقت ٹائم دیا جس وقت میری ہمت بھی جواب دے چکی ہوئی ہے ویسے میں یہ عرض کروں گی کہ یہاں معزز بھائی تو بیٹھے ہی رہیں تو کوئی بات نہیں لیکن کم از کم معزز خواتین کا تو خیال کر لیا کریں۔

جناب چیئرمین: آپ بات کریں۔ آپ بڑی باہمت ہیں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: اس وقت میری ساری ہمت جواب دے گئی ہے۔ وزیر خزانہ کامرن مائیکل صاحب نے جس خود اعتمادی کے ساتھ بجٹ تقریر پڑھی میں ان کو مبارکباد دیتی ہوں۔ انہوں نے بجٹ تقریر لکھی نہیں بلکہ صرف پڑھی ہے۔ میں حیران ہوں کہ عوام کی نمائندگی کے دعویدار معزز ممبران اسمبلی بے جان پتلی تماشے کے کھیل کا حصہ بن کر اعداد و شمار کی بازی گری اور لفظوں کے ہیر پھیر پر کس طرح تالیاں بجا رہے تھے۔ جب اس House میں صوبے کی ترقی اور اس کے حکمرانوں کے نہ نظر آنے والے کارناموں پر داد دی جارہی تھی اس وقت کس طرح ڈیسک بجائے جارہے تھے اس لمحے ملک کے سب سے بڑے صوبے میں غربت کی لکیر کے نیچے رہنے والی 64 فیصد آبادی لفظوں کی جادوگری اور کھوکھلے اعداد و شمار سے اپنے معمول کی سسکتی زندگی، غربت اور بے بسی پر کڑھ رہی تھی، اس دن نہ جانے کتنے انسان بھوک کے بے رحم دیوتا کی بھینٹ چڑھ کر اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔

جناب سپیکر! کہتے ہیں کہ ہمیشہ کسی نہ کسی دور میں کوئی نہ کوئی ایسا حکمران گزرتا ہے۔ جسے تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ محمد شاہ تغلق تاریخ کا ناکام بادشاہ تھا اس لئے کہ اس کا کام صرف منصوبے بنانا تھا۔ وہ راتوں رات منصوبے بناتا تھا اور دن کو اس پر عمل کرتا تھا اور اس کے نااہل مشیر اس کے ناکام منصوبوں کے ذمہ دار تھے۔ اسی طرح میں یہ سمجھتی ہوں کہ پنجاب میں تاریخ کا دوسرا محمد شاہ تغلق شہباز شریف ہے۔ اس کے نااہل مشیر راتوں رات اس کو منصوبے بنانے کے مشورے دیتے ہیں اور پھر یہ منصوبے جس بُری طرح ناکام ہوتے ہیں اس پر افسوس کا اظہار ہی کیا جاسکتا ہے۔

جناب سپیکر! فوڈ سٹیمپ پروگرام دراصل شہید جمہوریت محترمہ بے نظیر بھٹو انکم سپورٹس پروگرام کی نقل کرتے ہوئے بنایا گیا تھا۔ ہمیں ایک کاغذ دیا اور کہا گیا کہ اس کی فوٹو کاپیاں کرالیں۔ راتوں رات اس پروگرام کو پھیلایا گیا اور اس پر عمل کرانے کی کوشش کی گئی لیکن ہوا یہ کہ انہوں نے اپنے ہی لوگوں کو نوازنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے یہ فوڈ سٹیمپ پروگرام بُری طرح ناکام ہو گیا۔ اس پروگرام پر

ایک کثیر رقم لُٹائی گئی لیکن غریبوں کو اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ غریبوں کی غربت کا مذاق اُڑایا گیا۔ان کے اپنے چہیتوں کی وجہ سے یہ فوڈ سٹیمپ پروگرام ختم ہو گیا۔

جناب سپیکر!اسی طرح سستی روٹی سکیم کے تحت کروڑوں اور اربوں روپے تنوروں میں جُھونک دیئے گئے یہ بھی حکومت کا ایک ناقص اور ناکام منصوبہ تھا۔اس سے بہتر تھا کہ لوگوں کو سستے داموں گندم فراہم کر دی جاتی۔لوگوں کی تنوروں پر لائنیں لگوا کر تذلیل کی گئی ہے۔اسی طرح حکومت کی طرف سے تیسرا منصوبہ "دستر خوان" بھی ناکام ہوا۔اب انہوں نے پیلو کیب سکیم شروع کرنے کا اعلان کیا ہے۔یہ سکیم دیوانے کا خواب ہے۔آدمی تجربہ ایک ہی بار کرتا ہے اور اس سے سبق سیکھا جاتا ہے لیکن وزیر اعلیٰ پنجاب اپنے لوگوں اور ورکروں کو نوازنے کے لئے بار بار ایسی سکیمیں بناتے ہیں۔مسلم لیگ(ن) کے پہلے دور حکومت میں پیلو کیب سکیم شروع کی گئی تھی جس کی وجہ سے حکومت کا اربوں روپے کا نقصان ہوا اور کئی عہدیداروں کو اس کی وجہ سے سزائیں بھی ہوئی ہیں۔اس سے سبق سیکھ لینا چاہئے تھا مگر ایسا نہیں ہوا اور اپنے لوگوں کو نوازنے کے لئے اب پھر اس سکیم کو دوبارہ شروع کرنے کا اعلان کیا گیا ہے لیکن اس کا حشر بھی پہلے جیسا ہی ہو گا۔

جناب سپیکر!دانش سکول،دانش مندی کا کھلا مذاق ہے۔دانش سکولوں پر جتنی زیادہ رقم خرچ کی جا رہی ہے اگر اس کو صوبہ بھر کے تمام تعلیمی اداروں میں خرچ کیا جاتا تو اس سے بہتر نتائج حاصل کئے جا سکتے تھے۔میں کہتی ہوں کہ پہلے سے موجود سکولوں کو upgrade کیا جائے اور ان میں missing facilities کو پورا کیا جائے تو اس سے تعلیمی معیار میں دانش سکولوں کی نسبت زیادہ بہتری لائی جا سکتی ہے۔ہمارے صوبے میں 63 ہزار سکول ایسے ہیں کہ جہاں پر ناکافی اور نامکمل سہولتیں ہیں۔ان سکولوں میں چھت،چار دیواری اور ٹائلٹ کی سہولت میسر نہیں۔بہت سے سکولوں میں اساتذہ تعینات نہیں ہیں۔دانش سکول بنانے کی بجائے پہلے ان سکولوں کی حالت کو بہتر کیا جائے،ان کو upgrade کیا جائے،ان میں missing facilities اور اساتذہ کی کمی کو پورا کیا جائے۔ان اقدامات سے ان سکولوں میں تعلیم حاصل کرنے والے غریب کے بچوں کو بہتر ماحول اور تعلیم میسر آ سکے گی۔یہاں ہمارے ہاں امتحان کا کوئی شفاف اور منظم نظام موجود نہیں ہے کبھی تو رول نمبر slip نہیں ملتی اور کبھی وقت سے پہلے ہی papers out ہو جاتے ہیں۔پانچویں اور آٹھویں جماعت کے papers check ہی نہیں کئے جاتے بلکہ لائق اور نالائق سب طالب علموں کو پاس کر دیا جاتا ہے۔میں وزیر خزانہ سے درخواست کروں گی کہ اساتذہ کی بھرتی purely merit پر کی جائے۔اس وقت اساتذہ کی بھرتی کوٹا سسٹم کے تحت کی جا

رہی ہے۔ میرے اپنے ضلع میں استاد، نائب قاصد اور مالی تک کی بھرتیوں کے لئے ایم پی اے کو کوٹا دیا گیا ہے۔ مجھے اس بات پر انتہائی افسوس ہے کیونکہ جب اساتذہ merit کے بغیر بھرتی ہوں گے تو پھر وہ آگے بچوں کو کیا تعلیم دیں گے؟ بہت سے سکول ایسے ہیں کہ جہاں پر میٹرک پاس اساتذہ بچوں کو تعلیم دے رہے ہیں۔ جن بچوں کو ایسے اساتذہ پڑھائیں گے ان کا معیار تعلیم کیا ہو گا؟ سکولوں کو انگلش میڈیم کر دیا گیا ہے لیکن اساتذہ اردو میڈیم ہیں۔

جناب چیئرمین: محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ! مہربانی کر کے اپنی تقریر کو wind up کر لیں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جی، جناب سپیکر! میں wind up کر لیتی ہوں۔ عالمی بنک کی رپورٹ کے مطابق 64 فیصد آبادی غربت زدہ ہے اور 63 فیصد بیماریاں غربت کی وجہ سے ہیں۔ صحت کی حالت زار کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہر دوسرا شخص ہیپاٹائٹس جیسی موذی مرض میں مبتلا ہے۔ اس موذی مرض کے علاج کے لئے صرف 20 کروڑ روپے کی قلیل رقم مختص کی گئی ہے جبکہ بڑے بڑے محلوں اور جاتی عمرہ کو جانے والی سڑکوں پر اربوں روپے لگا دیئے جاتے ہیں۔ کلمہ چوک کو بار بار بنایا جاتا ہے۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے دیکھتی آئی ہوں کہ یہ حکومت کلمہ چوک کی خوبصورتی پر بار بار کروڑوں روپے خرچ کر رہی ہے۔ کاش! ایسا ہی ایک کلمہ چوک میرے ضلع میں بھی بن جاتا جہاں پر گھنٹوں ٹریفک جام رہتی ہے۔ میں ہر مرتبہ بجٹ کے موقع پر مطالبہ کرتی ہوں کہ میرے شہر میں بھی ایک انڈر پاس یا اوورہیڈ برج بنا دیا جائے تاکہ ٹریفک روانی سے چلتی رہے۔ معلوم نہیں کلمہ چوک میں ایسی کون سی بات ہے جو کہ ہمارے ضلع میں نہیں ہے؟

جناب سپیکر! ہسپتالوں میں مریضوں کو اسپرین کے علاوہ کوئی دوائی میسر نہیں ہے۔ سب کے سب ٹیسٹ ہسپتال سے باہر کرانے پڑتے ہیں۔ غریب مریضوں کا کوئی ٹیسٹ ہسپتال کے اندر نہیں ہوتا۔ اگر کوئی ادویات مہیا کی جاتی ہیں تو وہ بھی expired date کی ہوتی ہیں۔ میں اپنے ضلع شیخوپورہ کے بارے میں عرض کروں گی کہ وہاں پر ہسپتال میں کوئی صفائی کا انتظام ہے اور نہ ہی مریضوں کو ادویات میسر ہیں۔ ڈاکٹر صاحبان ایم ایس کے کمرے میں گھنٹوں بیٹھ کر صرف اس کی چاپلوسی اور خوشامد کرتے ہیں۔ دو دن پہلے وہاں پر ایک نوجوان بچی کو expired date کا انجکشن لگا کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے جو کہ انتہائی افسوسناک بات ہے۔

جناب سپیکر! اٹھارہویں ترمیم سے پہلے زیادہ تر وسائل اور اختیارات وفاق کے پاس تھے۔ اٹھارہویں ترمیم کے تحت تمام وسائل اور اختیارات صوبوں کو منتقل کر دیئے گئے ہیں۔ ایک 100۔ ارب

روپے کی کثیر رقم صوبوں کو دے دی گئی ہے۔ پنجاب کی صوبائی حکومت صرف وفاقی حکومت پر تنقید کرتی ہے۔یہاں پر بیٹھا ہوا میرا ہر بھائی وفاقی حکومت پر تنقید کرتا ہے۔ میں کہتی ہوں کہ وہاں پر تو پہلے ہی ایک Mr. Bean بیٹھا ہوا ہے اور تنقید کرنے کے لئے وہی کافی ہے۔

جناب چیئرمین: محترمہ! آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے اگر آپ نے wind up کرنے کے لئے کوئی شعر پڑھنا ہے تو پڑھ لیں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جی، میں آخری بات عرض کر کے اپنی تقریر ختم کر دیتی ہوں۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اس بجٹ میں صوبے کی اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے صرف 20 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں جو کہ بہت قلیل رقم ہے۔اب جبکہ اقلیتوں کے نمائندہ کامران مائیکل صاحب خود وزیر خزانہ کا قلمدان سنبھالے ہوئے ہیں تو میں ان سے درخواست کروں گی کہ اقلیتوں کے لئے رکھی گئی رقم کو بڑھایا جائے۔ میں اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے شعر عرض کرتی ہوں کہ:

یہ شاخ نُور جسے ظُلمتوں نے سینچا ہے
اگر پھَلی تو شراروں کے پھُول لائے گی
نہ پھَل سکی تو نئی فصل گل کے آنے تک
ضمیر ارض پاک پر زہر چھوڑ جائے گی

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ محترمہ ثمینہ صائمہ کھر صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محمد فیاض صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محمد عامر ڈوگر صاحب!۔۔۔ یہ بھی تشریف فرما نہیں ہیں۔ محترمہ نسیم ناصر خواجہ صاحبہ!

محترمہ نسیم ناصر خواجہ: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر بات کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔ میں سب سے پہلے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف، وزیر خزانہ جناب کامران مائیکل اور اُن کی ٹیم کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے ان نامساعد حالات میں ایک متوازن بجٹ پیش کیا۔

جناب چیئرمین! میں اپنے قائد محترم میاں محمد نواز شریف صاحب کی نذر آپ کی وساطت سے یہ شعر کرتی ہوں کہ:

تیرے ہاتھ میں قلم ہے تیرے ذہن میں اُجالا
تجھے کیا مٹا سکے گا وہ ظلمتوں کا پالا
تجھے فکر امن و عالم اسے اپنی ذات کا غم
تُو طلوع ہو رہا ہے وہ غروب ہونے والا

جناب چیئر مین! ہماری63 سالہ تاریخ میں غریبوں کے لئے روٹی، کپڑااور مکان کا نعرہ لگایا گیا لیکن عملاً کچھ نہ کیا گیااس کام کو پنجاب حکومت نے پورا کیااور اس کا سہرا وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کے سر جاتا ہے۔ پنجاب پر اربوں روپے کے ڈاکے ڈالے گئے لیکن ہماری حکومت نے آشیانہ سکیم بغیر کسی تفریق کے غریبوں میں تقسیم کی اور اُس کا سارا سسٹم کمپیوٹرائزڈ تھا۔ اسی طرح جناح کالونیاں، بے روزگار نوجوانوں کے لئے ییلو کیب اور خود روزگار سکیم کے لئے بیس ہزار روپے کی امداد کا اعلان بھی کیا گیا۔ اسی طرح زرعی گریجویٹس کے لئے25 ایکڑ زرعی زمین اوران کے لئے قرضہ کی فراہمی کو یقینی بنایا گیا۔ ہمارے تعلیمی اداروں میں مختلف مضامین پڑھائے جاتے ہیں لیکن بد قسمتی سے ہم ان مضامین کی بنیاد اور مقصد نہیں جان پاتے، اس میں کوئی دورائے نہیں ہے کہ اس دنیا کی بنیاد اللہ تعالیٰ نے رکھی اور سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے۔ آج وقت کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے تعلیمی نصاب میں ردوبدل کریں جس میں قرآن پاک کی تعلیم کو مدنظر رکھتے ہوئے زندگی کی اہمیت اور مقصد کی طرف احساس دلایا جائے۔ اس میں میری گزارش ہے کہ میٹرک تک کے طلباء کے لئے قرآن پاک ترجمہ و تفسیر اور احادیث مبارکہ کو تعلیمی نصاب کا لازمی حصہ قرار دیا جائے تاکہ ہماری نئی نسل قرآن وحدیث سے مکمل استفادہ کرتے ہوئے صحیح معنوں میں اسلامی اصولوں سے روشناس ہو سکے۔ اسلام میں دین و دانش کا منتہائے مقصود صرف ایک ہے کہ اللہ کی رضا کے تحت انسان اور انسانیت دونوں ترقی کریں۔ قرآن حکیم غور و فکر کو انسان کی دنیوی اور اُخروی زندگی کے لئے اہم قرار دیتا ہے اور بار بار کہتا ہے کہ تم سوچو، سمجھو اور غور و فکر کرو۔

جناب چیئرمین! بجٹ میں ایجوکیشن کے حوالے سے یہ کہا گیا کہ سکولوں کو Centres of Excellence بنانے کا ارادہ ہے جو کہ ایک انتہائی نیک جذبہ ہے۔ آج کے دور میں ہمارے ملک کو اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے ٹرینڈ ٹیچرز کی ضرورت ہے اس کے ساتھ ساتھ اساتذہ کی تنخواہ زیادہ ہونی چاہئے تاکہ وہ اپنے معاشی مسائل سے مبرا ہو کر اپنی قوم کے معماروں کو بہترین تعلیم کے زیور سے آراستہ کر سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت سے

میری گزارش ہو گی کہ تعلیمی اداروں میں شام کے اوقات ماؤں کو تربیت دینے کے لئے سنٹرز بنائے جائیں، خاص طور پر دیہی علاقوں میں اس کی بہت ضرورت ہے۔ ماؤں کے ٹریننگ سنٹرز میں بچوں کی نفسیات، Basic Medical Care اور Society adjustment کے پروگرام اور بچوں کی نگہداشت کے حوالے سے ٹریننگ دی جائے اور ان سنٹرز کو اگر سکولوں میں نہیں چلایا جاسکتا تو کوئی ایسی قانون سازی کر کے ماؤں کی تربیت کے لئے موبائل ٹریننگ سنٹرز بنائے جائیں جو گلی گلی، محلے محلے، گاؤں گاؤں اور شہر شہر حتیٰ کہ صوبہ پنجاب کے سب علاقوں میں جا کر ہماری آج کی ماں کی تربیت کریں تاکہ وہ اپنے بچوں کی تربیت ٹیکنیکل طریقے سے کرے اور وہ بچے جو ہمارا مستقبل ہیں وہ ایک مضبوط اور طاقتور قوم بن کر پیارے پاکستان کی ترقی کے لئے کام کریں۔

جناب چیئرمین! بجٹ 12-2011 میں بیرونی امداد کو discourage کیا گیا ہے۔ یہ ایک انتہائی زبردست اقدام ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس طرح ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی کوشش کا آغاز کریں گے۔ بیرونی امداد کو discourage کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم نے غیروں کی پالیسیوں کو بھی discourage کیا ہے۔ افریقہ کے بہت سے ممالک غریبی کے باوجود بیرونی امداد سے انکار کر دیتے ہیں تاکہ ان کے ملک کی پالیسیوں میں کوئی دوسرا ملک دخل اندازی نہ کر سکے۔

جناب سپیکر! صحت کے حوالے سے میں دو چیزوں کا خاص طور پر ذکر کرنا چاہتی ہوں۔ ہمارے بجٹ میں گردوں کی بیماری کے علاج کے حوالے سے خاص طور پر انتظام کیا گیا ہے یہ انتہائی اہم قدم ہے۔

جناب چیئرمین! میں موجودہ بجٹ کے حوالے سے خاص طور پر اپنے ضلع سیالکوٹ کا ذکر کرنا چاہوں گی کہ پنجاب حکومت کا سب سے اہم قدم سیالکوٹ کو وومن یونیورسٹی دی، میڈیکل کالج دیا اور انجینئرنگ یونیورسٹی دی۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے سیالکوٹ کے یہ دیرینہ مطالبات شرمندۂ تعبیر ہوئے اور جن بچیوں کی تعلیم نامکمل رہتی تھی اب وہ اپنی تعلیم مکمل کر سکیں گی۔ اب میں وقت کی کمی کے پیش نظر اس بجٹ پر اپنی بحث ختم کرتی ہوں۔ بہت بہت شکریہ

جناب چیئرمین: بہت مہربانی۔ رانا بابر خان صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ محترمہ ناظمہ جواد ہاشمی!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں۔ محترمہ راحت اجمل!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں۔ محترمہ روبینہ شاہین وٹو!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں۔ محترمہ شمیلہ اسلم صاحبہ!

محترمہ شمیلہ اسلم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب چیئرمین! شکریہ۔میں سب سے پہلے وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف، وزیر خزانہ پنجاب جناب کامران مائیکل اور اُن کی ٹیم کو tax free، عوام دوست اور متوازن بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔

جناب چیئرمین! پنجاب کا یہ بجٹ جو 654۔ارب اور 67 کروڑ روپیہ پر محیط ہے اس میں جہاں ایک طرف غریب عوام کو صحت اور تعلیم کی سہولیات دی جارہی ہیں وہاں دوسری طرف ملک سے غربت اور بے روزگاری کے خاتمہ کے لئے بہت سے اقدامات کئے جارہے ہیں۔اس بجٹ میں بہت سی عوام دوست پالیسیاں بنائی گئی ہیں جن میں جناح آبادی سکیم ہے، آشیانہ ہاؤسنگ سکیم ہے، دانش سکول سسٹم ہے، پانچ اضلاع میں ماڈل بازاروں کا قیام ہے، مسیحی بھائیوں کے لئے کرسمس پیکج ہے، مسلمان بھائیوں کے لئے رمضان پیکج ہے اور پنجاب روزگار سکیم ہے جس کے لئے نوجوانوں کو ییلو کیب ٹیکسیاں فراہم کی جائیں گی جس کے لئے مرد اور عورت کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔اس کے علاوہ انہیں آسان شرائط پر قرضے دیئے جائیں گے اور زرعی گریجویٹس کو لیز پر پچیس ایکڑ تک زمین دی جائے گی۔میڈیکل کالج، خواتین یونیورسٹیاں اور ہونہار طلباء کے لئے وظائف بھی اس میں شامل ہیں۔اس بجٹ میں جہاں ایوان وزیراعلیٰ کے لئے ایک چوتھائی رقم کم رکھی گئی ہے وہاں میری ایک تجویز یہ بھی ہے کہ جس طرح سرکاری رہائش گاہوں کی آرائش وتزئین پر پابندی عائد کی گئی ہے اسی طرح ہمارے اضلاع میں ڈی پی او، ڈی سی او اور ای ڈی اوز کی بڑی بڑی کوٹھیاں ہیں اُن کے حجم کو کم کر کے وہاں پر فلاحی ادارے قائم کئے جائیں۔

جناب چیئرمین! متاثرین سیلاب کی آبادکاری کے لئے حکومت پنجاب نے جو بھی اقدامات اُٹھائے ہیں وہ قابل ستائش ہیں جو اُن کے مسائل کو حل کرنے میں معاون ثابت ہوں گے۔اس کے علاوہ صوبے کے مختلف حصوں میں لگائی گئی چیئر لفٹوں کو تین سال تک کے لئے tax free قرار دیا ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ بہت اچھی بات ہے کیونکہ جب ہماری عوام بلا تخصیص اُمراء اور غُرباء سیر کے لئے پہاڑی مقامات پر جاتے ہیں تو اُنہیں بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس طرح اُنہیں ایک سستی تفریح میسر آئے گی۔

جناب چیئرمین! پنجاب کی معیشت کا دارومدار زراعت پر ہے۔زراعت کے شعبہ کو ترقی دینے کے لئے تقریباً 3۔ارب اور 40 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے، اس شناخت کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس شعبہ کو زیادہ سے زیادہ ترقی دی جائے۔ضلع وہاڑی کا شمار بھی زرعی علاقہ میں

ہوتا ہے، یہاں پر 1992 سے Regional Agriculture Economic Development Centre قائم ہے جو کہ چھ ایکڑ رقبہ پر محیط ہے، یہاں پر چھوٹے ڈپلومہ کورسز کروائے جاتے ہیں اگر اس کالج کو اپ گریڈ کر کے زرعی کالج کا درجہ دے دیا جائے تو وہاڑی کے ارد گرد کے اضلاع کے بچے لاہور اور فیصل آباد جانے کی بجائے وہاڑی میں ہی تعلیم حاصل کر سکیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک چیز اور کہوں گی کہ زرعی گریجویٹس کو جو زمینیں لیز پر دی جا رہی ہیں وہ موجودہ حکومت کا بڑا انقلابی قدم ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں چیک اینڈ بیلنس کے سسٹم کو بہتر بنایا جائے۔ محکمہ ریونیو کو پابند کیا جائے کہ وہ اس کی رپورٹیں دیں کہ اگر زمینیں دی گئی ہیں تو اس سے نوجوانوں نے کیا فائدہ اٹھایا ہے اور اگر نہیں دی گئیں تو اس کی وجوہات سے آگاہ کیا جائے۔

جناب چیئرمین! ضلع وہاڑی کی تحصیل وہاڑی میں لڑکوں اور لڑکیوں کا ایک ایک کالج ہے وہاں بسیں مہیا کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ خواتین کی فلاح و بہبود کے حوالے سے کہوں گی کہ 13۔ارب روپے رکھے گئے ہیں اپوزیشن کی طرف سے اعتراض آیا تو ہم نے "پڑھا لکھا" پنجاب کا نعرہ نہیں لگایا۔ ہم نے اپنی خواتین کو تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے چار یونیورسٹیاں بنائی ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ آج کی پڑھی لکھی لڑکیاں جب کل مائیں بنیں گی تو معاشرہ تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو گا۔

جناب چیئرمین! میں یہ عرض کروں گی کہ جس طرح ساہیوال میں Working Women Hostel بنایا جا رہا ہے ضلع وہاڑی میں بھی Working Women Hostel بنایا جائے۔ اٹھارہویں ترمیم کے تحت جو Ministry for women پنجاب میں آئی ہے اس میں کرائسز سنٹرز بھی ہیں جن کا نام بدل کر بے نظیر بھٹو شہید سنٹر زرکھ دیا گیا کیا ہی اچھا ہو کہ اگر ہم اسے own کریں اور اگر ہم کسی وجہ سے اس کو own نہیں کر سکتے تو پھر دارالامان کے ساتھ ان اداروں کو attach کر دیں تو بہتر نتائج سامنے آئیں گے۔

جناب چیئرمین! وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب پچھلے دنوں وہاڑی تشریف لائے تھے انھوں نے وہاڑی کے ڈی ایچ کیو ہسپتال کو upgrade کرنے کے لئے کہا، انھوں نے وہاں underpass، Women Centre اور Industrial Estate کی منظوری دی۔ اس پر ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ تعلیم اور صحت ان کی ترجیحات میں شامل ہیں، وہاڑی میں ایک یونین کونسل داد کمیرہ ہے جو تیس دیہاتوں پر مشتمل ہے۔ اس میں B.H.U ہے اور نہ ہی لڑکیوں کا کوئی

ہائی سکول ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہاں پر B.H.U اور ایک لڑکیوں کا ہائی سکول بنانے کی اشد ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین! میں آخر میں کہوں گی کہ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب نے بہت اچھی بات کی اور کہا کہ ہمیں خون میں بھیگی غیر ملکی امداد قبول نہیں ہے۔ یہ وہ امداد ہے جو ڈرون حملوں کے نتیجہ میں پاکستان حاصل کرتا ہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ

محترمہ شمیلہ اسلم: جناب چیئرمین! صرف ایک شعر پڑھ لینے دیں۔

جناب چیئرمین: شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بہت تیاری کی ہوئی ہے۔

محترمہ شمیلہ اسلم: جناب سپیکر! میں اپنی پاکستانی عوام کے لئے اسی امداد کے حوالے سے کہوں گی کہ "سر اٹھا کر جینا ہے جھکا کر نہیں"۔

سنو اے ساکنان خاک و ہستی ندا آ رہی ہے آسمان سے
آزادی کا اک لمحہ ہے بہتر غلامی کی حیات جاوداں سے
بہت شکریہ

جناب چیئرمین: محترمہ نجمی سلیم صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محترمہ دیبا مرزا صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محترمہ کشور قیوم صاحبہ!

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ کشور قیوم صاحبہ!

محترمہ کشور قیوم: جناب سپیکر! میں آپ کی شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے صوبائی بجٹ 12-2011 پر اظہار خیال کا موقع دیا۔

جناب سپیکر! پاکستان اور پنجاب کے عوام ہر لحاظ سے بے حال ہو چکے ہیں۔ سیاست اور بجٹ پر ان کا اعتماد ختم ہو چکا ہے۔ عوام بجٹ کو لوٹ مار کی دستاویز سمجھتے ہیں۔ کہنے کو تو پنجاب کے حکمران شریف ہیں مگر عملی طور پر پنجاب میں شرافت اور دیانت بالکل ختم ہو چکی ہے اور یہاں امن و امان نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ پنجاب کی عوام کی حالت کچھ اس طرح ہے کہ:

اک عمر اپنی آگ میں جلتے رہے مگر
آواز دے سکے نہ کسی چارہ گر کو ہم
ہر ایک چارہ گر کو چارہ گری سے تھا گریز
وگرنہ ہمیں جو دکھ تھے بہت لادوا نہ تھے

جناب سپیکر! پنجاب کے عوام اپنی جان ومال کا تحفظ مانگتے ہیں مگر پنجاب حکومت گزشتہ تین سالوں کے دوران سکیورٹی کے نام پر اربوں روپے خرچ کرنے کے باوجود عوام کی جان ومال کے تحفظ کو یقینی نہیں بنا سکی۔ جرائم کی شرح میں کمی کی بجائے اضافہ ہوا ہے۔

جناب سپیکر! اٹھارہویں ترمیم کے بعد پنجاب کے وسائل اور اختیارات میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ تعلیم، صحت اور امن وامان کا قیام صوبائی حکومت کی ذمہ داری ہے لیکن صوبائی حکومت اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے کے بجائے وفاق پر انگلیاں اٹھاتی رہتی ہے اور عوام کو confuse کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اسی طرح مہنگائی کو کنٹرول کرنا بھی صوبائی حکومت کا کام ہے جس میں حکومت بُری طرح ناکام ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر! پنجاب کے وزیراعلیٰ اپنی تقاریر میں انقلاب کے نعرے لگاتے ہیں مگر ان کو اتنی ہمت نہیں کہ جاگیرداروں کو ٹیکس کے دائرے میں لا سکیں۔ میں مطالبہ کرتی ہوں کہ زراعت سے حاصل کی جانے والی آمدنی پر بھی ٹیکس نافذ کیا جائے اور ہر وہ شخص جو ٹیکس ادا کر سکتا ہے جس کی آمدنی taxable ہے اسے ٹیکس ادا کرنا چاہیئے۔

جناب سپیکر! بجٹ میں ییلو کیب سکیم کے لئے جو فنڈز رکھے گئے ہیں ان کا مقصد مسلم لیگ(ن) کے کا ممبروں کو نوازنا ہے۔ جس طرح پہلے بھی ییلو کیب سکیم میں اربوں روپے ڈوب چکے ہیں اسی طرح موجودہ بجٹ میں رکھے گئے اربوں روپے ڈوب جائیں گے۔ پنجاب میں نوجوانوں کو روزگار دینے کے لئے زراعت پر مبنی چھوٹی صنعتوں پر سرمایہ کاری کی جائے تو بہت سے لوگوں کو روزگار حاصل ہوگا۔

جناب سپیکر! میں دانش سکولوں کے حوالے سے کہوں گی کہ پنجاب میں مسلم لیگ(ن) اپنے ووٹ بنک میں اضافے کی سیاست کر رہی ہے اور اس کے لئے وہ اربوں روپے خرچ کر رہی ہے۔ میں یہ کہتی ہوں کہ دانش سکولوں کے بجائے پہلے سے موجود گورنمنٹ سکولوں کی ناگفتہ بہ حالت کو بہتر کرنے کے لئے پیسا خرچ کرنا چاہیئے۔ گورنمنٹ کے سکول ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں اور بچے زمین پر

بیٹھ کر پڑھنے پر مجبور ہیں۔ وہاں اساتذہ کی تعداد بھی پوری نہیں ہوتی اس لئے گورنمنٹ کے سکولوں کی حالت بہتر بنانی چاہئے۔

جناب سپیکر! میں مساوی ترقی کے حوالے سے کہوں گی کہ جب بھی مسلم لیگ (ن) کی حکومت اقتدار میں آتی ہے تو وہ پسماندہ اضلاع کی حق تلفی کر کے اربوں روپے تخت لاہور پر خرچ کر دیتی ہے جبکہ پورے پنجاب میں مساوی پیسے خرچ ہونے چاہئیں تاکہ پسماندہ علاقوں کی حالت بھی بہتر ہو۔ امیر اور غریب کے درمیان جو فرق ہے وہ تشویشناک حد تک بڑھتا جا رہا ہے۔ پاکستان کے عوام جب تک انقلاب برپا کر کے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کی اجارہ داری اور بالادستی ختم نہیں کرتے ان کے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ بھٹو شہید نے کہا تھا کہ:

> Pakistan is a poor country. The rich of Pakistan are among the richest in the world. The poor of Pakistan are among the poorest in the world. This is not Law of God. This is not message of Islam. This is not the ideology of Pakistan.

میں آخر میں حبیب جالب کا ایک شعر پڑھوں گی کہ:

اعلان ہوتا ہے جب بجٹ کا
غریبوں کا ہی ہو جاتا ہے جھٹکا
شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ ندیم کامران صاحب!

MINISTER FOR ZAKAT AND USHR(Malik Nadeem Kamran): Mr. Speaker! On the behalf of Chief Minister Punjab and honourable members of Punjab Assembly I welcome a delegation of Korea who is visiting Pakistan and Punjab. I welcome Mr. Riu, Mr. Chu, Mr. Lee, Mr. Xang, Mr. Han and Mr. Leeban. They are all welcome in this House. Thank you very much.

MR DEPUTY SPEAKER: On the behalf of Provincial Assembly of the Punjab we also welcome you all here in Punjab Assembly. Dr. Amna Buttar.

ڈاکٹر آمنہ بُٹر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ سب سے پہلے میں محترمہ بے نظیر بھٹو شہید کو خراج عقیدت پیش کرتی ہوں کہ اُن کی دی گئی قربانیوں اور اُن کے دیئے گئے مفاہمت کے منشور کی وجہ سے ہی آج وفاق اور تمام صوبوں میں جمہوری حکومت کا چوتھا بجٹ پیش کیا جا رہا ہے اور discuss کیا جا رہا ہے۔ میں صدرِ پاکستان جناب آصف علی زرداری کی بھی بہت مشکور ہوں اور اُن کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں کہ اُن کی فہم و فراست، سیاسی بصیرت اور اُن کی مفاہمت کی پالیسی کی وجہ سے ہی ہمارے پاکستان اور تمام صوبوں میں چوتھا بجٹ پیش کیا جا رہا ہے۔ دراصل میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ جب میں نے اپنا نام لکھوایا تھا تب آپ کو چاہئے تھا کہ مجھے اُسی وقت ٹائم دے دیتے کیونکہ یہاں پر بیٹھے ہوئے میں اس بجٹ کو پڑھتے جا رہی ہوں اور مزید باتوں کا پتا چل رہا ہے۔ اس بجٹ سے مجھے ایک کہانی "Emperor has no clothes" یاد آ گئی ہے جو ہم سب نے بچپن میں پڑھی تھی۔ "ایک شہنشاہ ہوتا ہے جو کہتا ہے کہ مجھے ایک ایسا لباس بنا کر دو جو پہلے کبھی کسی نے نہ پہنا ہو اور ایک بہترین لباس ہو لیکن وہ درزیوں سے بنتا نہیں ہے اس لئے وہ ایک خیالی لباس بنا دیتے ہیں۔ پھر اُس کے خوشامدی کہتے ہیں کہ شہنشاہ سلامت! کیا بہترین لباس ہے مگر ایک بچہ کہتا ہے کہ شہنشاہ نے تو کوئی کپڑے پہنے ہی نہیں ہوئے"۔ اس بجٹ کے حوالے سے فنانس منسٹر کا تو قصور ہی نہیں ہے کیونکہ اُن کو تو آخری دن بتایا گیا ہے کہ وہ فنانس منسٹر ہیں جنھوں نے بجٹ پڑھ دیا مگر وزیر اعلیٰ کی جس ٹیم نے یہ بجٹ تیار کیا ہے وہ ایک ایسا لباس ہے جسے حکومتی بنچوں پر بیٹھنے والے لوگوں کو یہ سوچنا چاہئے کہ ہم اپنے پنجاب کے بجٹ کو discuss کر رہے ہیں اس لئے ہمیں سچ بولنا چاہئے اور یہ کہنا چاہئے کہ اس بجٹ میں ہمارا صوبہ 1072۔ارب روپے کے overdraft میں کیوں ہے؟ یہ مختلف numbers میں اِن چیزوں کو hide کر دیتے ہیں اس لئے ہم پڑھے لکھے لوگوں کو بیٹھ کر پڑھنا اور دیکھنا چاہئے کہ 2009-10 میں ہمارے بنک بیلنس میں 183۔ارب روپے تھے لیکن اب ہم 1072۔ارب روپے کے deficit میں ہیں۔ ویسے ہم باتیں کرتے ہیں کہ ہم یہ بنا دیں گے وہ بنا دیں لیکن کہاں سے بنائیں گے کیونکہ ہمارے پاس تو پیسے ہی نہیں ہیں؟ میں آپ کو اس لباس کی دھجیاں مزید بتاتی ہوں کہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اغیار کی امداد اور قرضہ نہیں لیں گے لیکن یہ جو اس بجٹ میں دیا گیا ہے کہ foreign loans میں ہم نے 2010-11 میں 12۔ارب روپے لئے اور 2011-12 میں foreign loans کی مد میں 30۔ارب روپے رکھے ہوئے ہیں، کیا یہ قرضہ نہیں ہے؟ اس کے علاوہ ہم نے foreign assistance projects میں 2010-11 میں 5.4۔ارب روپے لئے اور اسی مد

میں2011-12 میں18.6۔ارب روپے رکھے ہوئے ہیں۔ ہم کیوں کہتے ہیں کہ ہم اغیار سے امداد اور قرضہ نہیں لیں گے ؟اول تو ہمیں یہ کہنا ہی نہیں چاہئے کیونکہ اگر ہم امداد اور قرضہ نہیں لیں گے تو پھر کہاں سے کھائیں گے اور یہ تمام projects کہاں سے بنیں گے ؟اصل دھوکا یہ ہے کہ ہم غیر ملکی قرضہ لے رہے ہیں اور اگلی مد میں رکھا بھی ہوا ہے پھر بھی ہم ایسے جھوٹے دعوے کرتے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر!دوسری بات یہ ہے کہ جب میں یہ پڑھ رہی تھی تو مجھے ایک alarming بات نظر آئی کہ ہمارے trust accounts جن میں Forestry, Police Welfare Fund, Provident Fund, Benevolent Fund, Welfare Fund اور Insurance Fund ہیں یہ وہ پیسے ہیں جو ملازمین اپنی تنخواہ میں سے اپنے بُرے وقت کے لئے کٹواتے ہیں اور آگے جب انہوں نے ریٹائر ہونا ہوتا ہے یا خدانخواستہ جب وہ بیمار ہو جائیں تو اُن کو disability ملے۔ یہ جو 1072۔ارب روپے کا overdraft ہے ہم نے اس پیسے میں سے پیسا کھایا ہے۔2010-11 کے fiscal year کے شروع میں 13۔ارب روپے اس اکاؤنٹ یعنی Provident Fund, Benevolent Fund, Welfare Fund اور Insurance Fund میں موجود تھے لیکن اِس وقت ہمارا 1072۔ارب روپے کا deficit ہے جس کا مطلب ہے کہ ہم نے یہ 13۔ارب روپے بھی اُن کے اکاؤنٹ میں سے لے لئے ہیں یعنی ہم نے مزید 10 بلین روپے overdraft کر لئے اور 23 بلین روپے اپنے low level کے ملازمین کے مستقبل میں سے نکال کر ان جھوٹے وعدوں پر خرچ کر دیئے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ مصیبتیں آئی ہیں جیسے سیلاب کے لئے ہمیں پیسے چاہئیں تھے مگر خدارا 1072۔ارب روپے کا کیسا لباس بنایا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ!پلیز wind up کیجئے۔

ڈاکٹر آمنہ بُٹر: جناب سپیکر!آپ کو تھوڑا سا ٹائم دینا پڑے گا کیونکہ یہ بہت alarming اور ہم سب کے لئے بہت اہم باتیں ہیں جو ہمیں سننی اور دیکھنی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا زیادہ بولنا باقیوں کے لئے بہت alarming ہے کیونکہ وہ بھی اپنی باری کے انتظار میں ہیں۔

ڈاکٹر آمنہ بُٹر: جناب سپیکر!یہ بہت اہم باتیں ہیں۔ میں نے بہت ساری باتیں لکھی ہوئی تھیں لیکن کوئی بات repeat نہیں کروں گی۔ ہمارے پاس domestic commercial banks کا قرضہ 176۔ارب روپے سے بڑھ کر 235۔ارب روپے پچھلے سال تھا اور اگلے سال 251۔ارب روپے ہو

جائے گا۔ ہم کیوں کہتے ہیں کہ ہم اغیار کی مدد نہیں لیں گے؟ میں آپ کو مثال دیتی ہوں جیسے میں خود ڈاکٹر ہوں اور اس اسمبلی میں بھی ایسے ڈاکٹر ہیں جو امریکہ میں رہے ہیں۔ جو ڈاکٹر امریکہ میں ہیں اُن کی collective income ایک۔ ارب ڈالر سالانہ ہے۔ اگر وہ محنت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں پیسا جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ ہمیں اس بات کا بھی حساب دینا ہے کہ ہم جو پیسا ڈویلپمنٹ کے لئے رکھتے ہیں اُسے خرچ کیوں نہیں کرتے؟ ہم نے 196۔ ارب روپے رکھا اور کہا کہ 138۔ ارب روپے خرچ کئے ہیں۔ جس دن اپوزیشن لیڈر بات کر رہے تھے تو وزیر قانون نے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں، ہم نے 138۔ ارب روپے خرچ نہیں کئے بلکہ ہم نے تو صرف 50۔ ارب روپے خرچ کئے ہیں۔ یہ بات اتنے فخر سے کہنے کی نہیں ہے بلکہ بہت شرم کی بات ہے کہ کم خرچ کئے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ سب نے بولنا ہے مگر کچھ ایسی باتیں جو ابھی تک کسی اور نے نہیں کیں خاص طور پر یہ جو numbers والی باتیں ہیں۔ جب میں یہ documents پڑھتی گئی تو مجھے مختلف افسانے ملتے گئے۔ Pro poor institution کے افسانے میں 24۔ کروڑ روپے رکھے گئے جو خرچ نہیں کئے گئے۔ اوکاڑہ میں shelter بنانے کے لئے ایک کروڑ روپیہ رکھا گیا مگر خرچ نہیں کیا گیا۔ Low Income Housing کی مد میں شیخوپورہ، لودھراں اور رینالہ خورد میں ہم نے 19۔ کروڑ روپے خرچ کرنے تھے مگر نہیں کئے بلکہ ہم نے مختلف شہروں میں دفتروں کو repair کرانے کے لئے 40 لاکھ روپے خرچ کر دیئے۔ سپیشل ایجوکیشن کی buildings کی مد میں ہم نے 30۔ کروڑ روپے رکھے تھے مگر زیرو روپے خرچ کئے۔ ایک بہت اچھا ادارہ "قصرِ بہبود" جو میرے گھر کے پاس ہے وہاں سے کافی بچیوں کو فائدہ ہوتا ہے کیونکہ وہاں پر خواتین کے لئے ووکیشنل ٹریننگ کا بھی انتظام ہے جن کی بلڈنگ (K) بلاک میں bomb blast ہونے کی وجہ سے تھوڑی سی damage ہو گئی تھی۔ ہم women empowerment اور غربت کی بات کرتے ہیں لیکن آپ بغور دیکھیں کہ 2.7 کروڑ روپے کی ضرورت تھی لیکن خرچ صرف 30 لاکھ روپے کئے گئے اور اِس سال کوئی allocation نہیں کی گئی۔ پھر ہم اس طرح کے خواب دکھاتے ہیں کہ ہم پچاس ووکیشنل ٹریننگ سنٹر اس سال کھولیں گے جس میں صرف 3 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے یعنی پچاس ووکیشنل ٹریننگ سنٹر اُسی خواب میں کھولے جائیں گے جو ہمیں نظر نہیں آئیں گے۔ میں ہاؤسنگ کے سلسلے میں budget document بڑے شوق سے دیکھتی جا رہی تھی کیونکہ میں NA-127 کے علاقے میں رہتی ہوں وہاں کام بھی کرتی ہوں اور اپنے فنڈز بھی خرچ کرتی ہوں اور ویسے بھی گرین ٹاؤن اور ٹاؤن شپ ایک غریب علاقہ ہے۔ تختِ

لاہور کی Myth واقعی Myth ہے۔ کلمہ چوک میں فلائی اوور جس کی ضرورت ہی نہیں تھی اور جس project کا PC-1 بھی نہیں بنا تھا اُس کے لئے پتا نہیں کہاں سے پیسے آئے ہیں؟ کلمہ چوک کے فلائی اوور سے گرین ٹاؤن اور ٹاؤن شپ کا علاقہ تقریباً 10 کلو میٹر بھی دُور نہیں ہے جہاں غربت میں پھنسے ہوئے لوگ ہیں۔ میں یہ ضرور کہوں گی کہ وہاں پر ایک جمنیزیم کے لئے 1.5 کروڑ روپے مختص کئے گئے جو بہت اچھی بات ہے مگر خرچ نہیں ہوئے۔ پتا ہے کون سا جمنیزیم بنا؟ سول سیکرٹریٹ کے جمنیزیم پر 18 لاکھ روپے خرچ کر دیئے گئے۔ ہماری اسمبلی کے بہت سارے لوگ وحدت کالونی میں رہتے ہیں جن کی سکیورٹی کے لئے 12 لاکھ روپے مختص کئے گئے تھے جن میں سے صرف 3 لاکھ روپے خرچ کئے گئے کیونکہ ان کی سکیورٹی اتنی اہم نہیں ہے؟ معلوم ہے کہ کن کی سکیورٹی اہم ہے؟ جی او آر کی سکیورٹی wire کے لئے 4 لاکھ روپے خرچ کئے گئے۔ چیف سیکرٹری کا برآمدہ بنانے کے لئے 1.3 کروڑ روپے خرچ کئے گئے۔ وحدت کالونی والوں کی سکیورٹی اہم نہیں ہے، چیف سیکرٹری کا برآمدہ اہم ہے۔ نشتر کالونی میں جمنیزیم اہم نہیں ہے جبکہ سول سیکرٹریٹ کا جمنیزیم اہم ہے۔ پھر ہم بات کرتے ہیں کہ good governance ہے اور شفافیت ہے۔ گریڈ 18 سے 20 کے آفیسرز کی رہائش کے لئے پچھلے سال جی او آر۔II اور جی او آر۔IV میں 10 کروڑ روپے خرچ کئے گئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! wind up کریں۔

ڈاکٹر آمنہ بٹر: جناب سپیکر! wind up کر رہی ہوں۔ میں وہ باتیں کر رہی ہوں جو کسی اور نے نہیں کیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لیکن وقت بھی تو دیکھیں۔

ڈاکٹر آمنہ بٹر: جناب سپیکر! بس دو منٹ مزید دے دیں۔ جی او آر میں سٹریٹ لائٹ اور فٹ پاتھ کی مرمت کے لئے کروڑوں روپے خرچ کئے گئے اور ایک مد جس کی مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی جس کی وضاحت بھی چاہئے کہ جسٹس رمدے صاحب کی Security \ Cap analysis میں 73 لاکھ روپے خرچ کئے گئے۔ ان تمام چیزوں پر پیسے خرچ کئے گئے جس کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ ایسا صوبہ جس کے پاس پیسے نہیں ہیں اور ہم ایک ہزار بلین روپے کے overdraft پر ہیں۔ Yellow Cab Scheme کی بات کرتے ہوئے وزیر خزانہ تقریر میں یہ بھول جاتے ہیں کہ روزگار سکیم میں پڑھے لکھے لوگوں کے لئے جو 20 ہزار روپے کا loan دیا گیا ہے، اگر ہم ایم اے یا ایم بی اے، بی کام پاس لڑکے اور لڑکیوں کو یہ کہہ رہے ہیں کہ تم Yellow Cab چلاؤ اور تم یہ 20 ہزار روپے قرضہ لو جس سے صرف چھابڑی لگ سکتی ہے تو

پھر ہمیں اپنی یونیورسٹیاں بند کر دینی چاہئیں کیونکہ ہم پہلے ہی کہہ رہے ہیں کہ ہماری تعلیم کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ہم تو انہیں کہہ رہے ہیں کہ "ڈگری سٹ تے چولہے وچ پا، تعلیم دا کہہ کرنا اے چھابڑی لا تے ٹیکسی چلا"۔

جناب سپیکر! چونکہ میں ڈاکٹر ہوں تو صحت کے شعبہ میں صرف ایک بات کرنا چاہتی ہوں کہ میرا پریکٹس کا بیس سالہ تجربہ ہے، موبائل ہیلتھ یونٹ کا منصوبہ پوری دنیا میں disaster management میں استعمال ہوتا ہے، ہمارے پاس ہزاروں کی تعداد میں B.H.Us پڑے ہوئے ہیں کیا اس حکومت کی زمین پر ناجائز قبضہ کرنے کا یا ناجائز قبضوں کو قانونی قرار دینے کا ایک نیا منصوبہ ہے ؟ ہمیں تو یہ کرنا چاہئے کہ Primary care is the most important one ہمیں تو شہروں میں یونین کونسل کی سطح پر B.H.Us بنانے چاہئیں۔ جب ہم ان پر focus کریں گے تو ہمیں کڈنی ڈائلسز سنٹرز اور ٹرانسپلانٹیشن سنٹر کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہم ہیپاٹائٹس پر بہت کم پیسے خرچ کر رہے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے لوگ اس میں زیادہ مبتلا ہو رہے ہیں جبکہ میں تین سال سے کہہ رہی ہوں کہ This is a preventable disease ہمیں ہیپاٹائٹس (بی) کے لئے ویکسی نیشن پر کام کرنا چاہئے تاکہ لوگوں کو ہیپاٹائٹس نہ ہو۔ ہمیں اس بات پر کام کرنا چاہئے۔

میں عوام کے جذبات کی عکاسی کر رہی ہوں جب میں بجٹ کے بارے میں کہتی ہوں کیونکہ ہم ہر سال یہی بات کرتے ہیں۔ مرزا خالد نے کیا خوب کہا ہے کہ:

تیرے وعدے پر جئے تو یہ جان جھوٹ جانا
خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ انجم صفدر صاحبہ!

محترمہ انجم صفدر: شکریہ۔ جناب سپیکر! پہلے دن نام دیا تھا لیکن لگتا تھا کہ انتظار کرتے کرتے آخری دن باری آئے گی۔ آپ نے آمنہ بٹر صاحبہ کو 20منٹ دیئے ہیں تو کم از کم مجھے 15منٹ تو دیں گے۔ بجٹ کے حوالے سے جتنی باتیں میں نے سنیں تو تھوڑا سا میرا بھی دل یہ کر رہا ہے کہ ان باتوں کا جواب دوں۔ بات کی جا رہی ہے کہ ہم over lapse ہو گئے ہیں۔ میں نے PILDAT کے پروگرام میں بڑی سرخی دیکھی کہ 125۔ارب روپے کا خسارہ وفاق کا ہے جو کہ وفاق صوبوں سے مانگ رہا ہے۔ یہ کیسا بجٹ تھا کہ وفاق صوبوں سے پیسے مانگ رہا ہے کم از کم صوبے اضلاع سے تو نہیں مانگ رہے۔ دوسری بات

محترمہ آمنہ بٹر نے کی کہ یہ کیسا بجٹ بنایا گیا؟ یہ میں فسانہ بول رہی ہوں اور میں افسانے دیکھ رہی تھی لیکن الحمدللہ ان افسانوں میں اڑھائی سال یہ بھی شامل رہے اور انہی کے وزیر جناب تنویر اشرف کائرہ صاحب تھے لیکن آج یہ بڑی اونچی آواز اور شور کے ساتھ کامران مائیکل صاحب کو باتیں سنا رہے ہیں تو تنویر اشرف کائرہ صاحب کو کیا تھا جو کہ اس وقت وزیر خزانہ تھے۔آج انہیں یہ ساری چیزیں نظر آ رہی ہیں تو یہ اس وقت حکومت میں شامل تھے اور انہیں ابھی الگ ہوئے صرف اڑھائی تین ماہ ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر!انہوں نے سیلاب کی بات کی لیکن الحمدللہ مجھے فخر ہے اپنے وزیراعلیٰ پر، مجھے فخر ہے اپنی پنجاب کی قوم پر اور مجھے فخر ہے اپنی قیادت پر کہ سیلاب کے وقت وفاق سے ایک کوڑی نہیں ملی تھی اور ہم نے خود اپنی مدد کی اور 11اضلاع کے 63لاکھ متاثرین کی وزیراعلیٰ صاحب اور پنجاب کے عوام نے مدد کی۔ ہم نے پنجاب کے عوام کی مدد تو کرنی تھی لیکن دوسرے صوبوں میں جاکر بھی متاثرین سیلاب کی مدد کی۔

جناب سپیکر!آج یہ فوڈ سٹیمپ کی بات کر رہے ہیں کہ یہ ہم نے بے نظیر سپورٹ پروگرام کی نقل کی تو مجھے بتائیں کہ ہم نے یہ کیسے نقل کی کیونکہ 1997 میں فوڈ سٹیمپ سکیم اڑھائی سال تک کامیابی سے چلتی رہی۔ میاں محمد نواز شریف حکومت کا یہ کارنامہ تھا جس کی انہوں نے بے نظیر سپورٹ پروگرام کے نام سے نقل کی۔ کیری لوگر بل کی صورت میں ویلفیئر کے کاموں کے لئے ملنے والے پیسے اس سکیم پر خرچ ہوتے ہیں لیکن یہ پیسے لوگوں کو چھ چھ مہینے نہیں دیتے اور چھ ماہ بعد پیسے دیتے ہیں۔روکا اس لئے جاتا ہے تاکہ لوگوں کو وہ رقم کافی لگے تاکہ یہ کل کو ووٹ حاصل کر سکیں۔

جناب سپیکر!ان کی کرپشن کی کیا بات کی جائے؟ان کے بیرون ممالک جانے والے وفد کے بارے میں اخبارات میں شہ سرخیاں تھیں کہ ان کے صدر اور وزیراعظم کے ایک کمرے کا ایک رات کا کرایہ 60لاکھ سے 80لاکھ روپے تک ہے جو کہ بجٹ میں بتایا گیا جبکہ پنجاب حکومت کی طرف سے جب بیرون ممالک ہونہار شاگردوں کو لے جایا جاتا ہے تو ساتھ جانے والے وفد میں ہماری کابینہ اور معزز ممبران اپنی جیب سے خرچ کر کے جاتے ہیں۔ بلاول کے کمرے کا کرایہ 45 لاکھ روپے ہے جو کہ سرکاری خزانے سے جا رہے ہیں۔خسارے کا بجٹ تو یہ دے رہے ہیں ہم سے کیا بات کرتے ہیں؟

جناب سپیکر!یہ روٹی کپڑا اور مکان کی بات کرتے ہیں۔کون سی روٹی؟میں بچپن سے سن رہی ہوں روٹی کپڑا اور مکان لیکن میرے بچے جوان ہو گئے اور بیاہے بھی گئے لیکن آپ نے جس غریب کو روٹی کپڑا اور مکان دینا تھا اسے ہی ختم کر کے رکھ دیا ہے۔آپ نے انہیں اپنی عیاشیوں میں ختم کیا ہے

اور انہی کی عیاشیوں کی وجہ سے ہم لوگ لوٹے گئے ہیں اور آج ہم اس حالت میں پہنچ گئے ہیں کہ ہمیں بجلی مل رہی ہے، نہ گیس مل رہی ہے اور یہ سلوک صرف پنجاب کے ساتھ ہو رہا ہے۔ وہ بھی صرف اس لئے کیا جا رہا ہے کہ یہاں ان کی حکومت نہیں ہے۔ یہ پنجاب کے ساتھ سوتیلے پن کا سلوک کیوں ہو رہا ہے؟ بجلی نہ ہونے کی وجہ سے ہماری انڈسٹری تباہ ہو گئی ہے، لاکھوں نہیں کروڑوں کی تعداد میں مزدور بے روزگار ہو گئے ہیں اور لوگوں کے گھروں میں روٹی نہیں ہے۔ اگر -/2 روپے کی روٹی میری حکومت نے دینی شروع کی تھی تو انہیں تکلیف ہوئی کہ لائنیں لگی ہوتی ہیں۔ مجھے بتائیں کہاں انہوں نے لائنیں لگی دیکھیں؟ جس کے پیٹ میں بھوک ہو گی وہ لائنوں میں کھڑا ہو گا اور کیوں نہیں کھڑا ہو گا؟ اگر وہ لائنوں میں کھڑے ہو کر -/2 روپے کی روٹی 10 بچوں کے لئے لے جاتا تھا تو انہیں یہ تکلیف ہو رہی تھی، ہماری وہ سکیم چلتی رہتی تھی اگر ہم پر سیلاب کی آفت نہ آتی۔

معزز ممبران حزب اختلاف: کلمہ چوک۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اپنی بات جاری رکھیں۔

محترمہ انجم صفدر: جناب سپیکر! کلمہ چوک کی بات نہ کریں کیونکہ ہم لَا اِلٰہَ اِلَّااللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کے ماننے والے ہیں۔ حقائق بڑے تلخ ہوتے ہیں جبکہ بات کرنا اور تنقید کرنا بڑا آسان ہے لیکن تنقید وہ کی جائے جو صحت مندانہ ہو۔ مجھے شرم آ رہی ہے ان کروڑوں روپے کے کھاتوں کو دیکھ کر اگر میں ان کو سنانا شروع کر دوں، جو آمنہ الفت صاحبہ سنا رہی تھی وہ تو لاکھوں میں تھے لیکن یہ کروڑوں کے کھاتے ہیں جو میرے پاس ہیں۔ ساتھ ہی میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ میں جناب وزیر اعلیٰ پنجاب اور فنانس منسٹر جناب کامران مائیکل کو مبارکباد بھی پیش کرتی ہوں جنہوں نے اپنی دن رات کی کاوشوں سے ایک عوام دوست اور متوازن بجٹ پیش کیا۔ یہاں پر میں تعلیم کی بات کروں، صحت کی بات کروں، انفراسٹرکچر کی بات کروں، زراعت کے حوالے سے بات کروں، خواتین کے بجٹ کے حوالے سے بات کروں یا کوئی بھی بات کروں، یہاں پر جو بجٹ پیش کیا گیا ہے مجھے اس پر فخر محسوس ہو رہا ہے۔ الحمد للہ آنے والا وقت بتائے گا کہ اس بجٹ میں کیا اچھائیاں تھیں اور یہ لوگ جو اس میں خامیاں ڈھونڈ رہے تھے ان کا نام و نشان بھی نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر! میں تعلیم کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گی۔ ہمیشہ وہی قومیں ترقی کرتی ہیں جو پڑھی لکھی ہوتی ہیں۔ تعلیم کے معاملہ پر جس طرح میاں محمد شہباز شریف نے بھرپور کردار ادا کیا ہے میں ان کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں۔ دانش سکول کے حوالے سے یہاں پر بہت تنقید کی گئی۔ کاش!

یہاں پر اگر تنقید کرتے تو ان بڑے بڑے سکولوں پر کرتے جو دس دس ہزار روپے فیسیں لیتے ہیں، جو تعلیم کے نام پر مذاق اڑا رہے ہیں، جہاں تربیت نام کی کوئی چیز نہیں ہے اور جہاں بچہ اپنے بڑے کو "آپ" کی بجائے "تُو" کر کے بلاتا ہے۔ میرے قائد نے اگر دانش نام کے سکولوں میں غریب کے بچے کو تعلیم دینے کی کوشش کی ہے تو کیا انہوں نے کوئی برائی کی ہے؟ میں ان کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے ان ہونہار بچوں کی حوصلہ افزائی کی جو میرٹ پر آتے تھے اور ان کو وظائف دیئے۔

جناب سپیکر! جو پیلو کیب اور بیس ہزار روپے کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔ میری کامران مائیکل صاحب سے درخواست ہے کہ بیس ہزار روپے کی رقم کو تھوڑا سا بڑھا دیا جائے کیونکہ اس مہنگائی کے دور میں جہاں ہم کھڑے ہوئے ہیں۔اس کی انتہائی ضرورت ہے کہ اس رقم میں اضافہ کیا جائے تاکہ باعزت طریقے سے نوجوان روزی کما سکیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ wind up کریں۔

محترمہ انجم صفدر: خواتین کے لئے جو 13۔ارب روپے کا بجٹ رکھا گیا ہے میں اس سلسلہ میں بھی گزارش کرتی ہوں کہ خواتین کے اس بجٹ میں Micro Finance Credit کا پروگرام بنایا جائے تاکہ خواتین گھر میں بیٹھ کر اپنے لئے، اپنے بچوں کے لئے روزی کا انتظام کر سکیں اور اپنے شوہر کا ہاتھ بٹا سکیں۔

جناب سپیکر! میں صحت کے حوالے سے بات کروں گی کہ 1122 کی سروس کو بڑھایا جائے۔ موبائل ہسپتال کی جتنی بھی تعریف کروں وہ کم ہے۔ میں نے بہت سی جگہوں پر دیکھا ہے کہ لوگ اس کی بہت تعریف کر رہے تھے۔اس سروس کی وجہ سے کئی لوگ مرنے سے بچے ہیں اس لئے جتنا بھی ہو سکے اس سروس کو بڑھایا جائے۔ جہاں تک بیرونی امداد لینے کی بات ہے تو ہم جو بیرونی امداد لے رہے ہیں اور جو کشکول پکڑا ہوا ہے اس کے بدلے میں ہمیں ڈرون حملوں کی شکل میں بے گناہ شہریوں کا خون تحفے میں مل رہا ہے۔ یہ ہمارے لئے قابل مذمت بات ہے اور ہم جتنی بھی اس کی مذمت کریں وہ کم ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔ سردار محمد ایوب خان گادھی!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، محترمہ شمسہ گوہر!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، سید حسن مرتضیٰ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، محترمہ ریحانہ اعجاز!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، ڈاکٹر فائزہ اصغر!

ڈاکٹر فائزہ اصغر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿۲۵﴾ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿۲۸﴾ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے تو وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے جو یہ بات کہی ہے کہ ہم آج کے بعد foreign loan نہیں لیں گے، کاش کہ وہ اپنے قول و فعل میں تضاد نہ رکھتے کیونکہ اگلے دن ہی انہوں نے کہا کہ ہم امریکہ سے loan نہیں لیں گے لیکن ورلڈ ایشین بنک سے ضرور لیں گے۔ یہ کیسی بات ہے؟ اسی طرح کا تضاد آپ کے بجٹ میں کئی جگہوں پر ملتا ہے۔ اگر آپ بجٹ میں دیکھیں تو اس سال بھی 10۔ارب روپے غیر ملکی گرانٹ میں ظاہر کئے گئے ہیں۔ ہم سب جانتے ہیں کہ یہ حکومت کی نااہلی اور ان کی financial mismanagement ہے جس کی وجہ سے ہمارے صوبے کے قرضے اور حکومت کے خرچے دونوں بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ گزشتہ حکومت اِس حکومت کے لئے تقریباً 100۔ارب روپے سے بھی زیادہ رقم surplus میں چھوڑ کر گئی تھی اور اس وقت حکومت کا یہ حال ہے کہ وہ 486۔ارب روپے کے قرضے میں دبی ہوئی ہے جس میں سے 391۔ارب روپے بیرونی قرضے اور 95۔ارب روپے اندرونی قرضے ہیں۔ اس سال کے آخر تک 24۔ارب روپے مزید قرضے حکومت پر بڑھ جائیں گے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب اتنے زیادہ قرضے ہیں تو ہم نے اتنے سارے پیسے 220۔ارب روپے ڈویلپمنٹ کے لئے مختص کئے ہیں وہ کہاں سے آئیں گے اور کس طریقے سے استعمال کئے جائیں گے؟ اس حکومت کے بجٹ بنانے والے لوگ اگر اتنے دانشور تھے تو کاش وہ اس چیز پر غور کرتے کہ ہمارا ریونیو صرف 88۔ارب روپے ہے اور non taxable revenue صرف 35۔ارب روپے ہے۔ میں وزیر خزانہ کو کہوں گی کہ ان کے لئے یہ بات سننا بہت ضروری ہے کہ اگر ہمارا 35۔ارب روپے non taxable revenue ہے تو جب تک ہم اس کو نہیں بڑھائیں گے ہمارا گزارا کیسے چلے گا؟ ہم نے مانا کہ 80 فیصد بجٹ ہمیں فیڈرل گورنمنٹ سے مل رہا ہے لیکن اگر ہم نے باہر سے loans نہیں لینے تو جب تک ہم اپنے ٹیکس ریونیو کو نہیں بڑھائیں گے تو ہمارا صوبہ چل ہی نہیں سکتا۔ اس حکومت نے ریونیو بڑھانے کی بجائے جس چیز کو بڑھایا ہے وہ ہے لوڈ شیڈنگ اور گیس شیڈنگ۔ اس کی وجہ سے انڈسٹریاں اور بالخصوص چھوٹی انڈسٹریوں میں بجائے یہ کہ ان کی آمدنی میں کوئی اضافہ ہوتا ان کی آمدنی میں بہت زیادہ کمی ہو گئی۔ قیمتوں میں دو سو سے تین سو فیصد اضافہ ہوا ہے اور اس طرح لوگوں کی آمدنی میں کمی ہو گئی ہے۔ وقت بہت کم ہے اس لئے میں ایک دو چیزوں پر بہت localized بات کروں گی۔

جناب سپیکر! جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ہماری 63 فیصد آبادی 25 سال سے کم عمر کے بچوں کی ہے اور 28 فیصد 15 سال سے کم عمر کے بچوں کی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ان کے لئے ہماری سب سے اہم چیز education ہے۔ آپ نے ڈویلپمنٹ بجٹ میں 220۔ارب روپے رکھ لئے لیکن ایجوکیشن کے بجٹ میں پچھلے سال سے ایک ارب روپے کم کر دیا گیا۔ آپ کی 14 فیصد تو official inflation ہے اور اگر non official inflation دیکھیں تو وہ 40 فیصد ہے۔ آپ نے ایجوکیشن کے بجٹ میں ایک ارب روپے کم کیا ہے مجھے اس کی explanation چاہئے کہ یہ کیا سوچ کر کیا گیا؟ ہمارے سپیشل بچوں کے لئے صرف 50 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں اور پچھلے سال اس کی رقم کو کیوں استعمال نہیں کیا گیا؟ ہمارا ایک social protection area ہے جس میں وہ سب علاقے آتے ہیں جن میں غریبوں کے لئے گھر ہوتے ہیں، جن میں بھکاریوں کی امداد کے لئے چیزیں ہوتی ہیں، جن میں مستحق اور ضعیف لوگوں کے گھروں کی بات ہوتی ہے، جن میں TEVTA Vocational Institutions آتے ہیں، جن میں women empowerment کے کام آتے ہیں اس کے لئے صرف 1.8۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں۔ وزیراعلیٰ پنجاب کے دعوے بہت ہیں کہ میں غربت کو ختم کرنا چاہتا ہوں لیکن غربت ختم کرنے کے لئے سب سے پہلے تو آپ یہ دیکھیں کہ ملازمتوں پر پابندی لگائی گئی ہے اگر ملازمتوں پر پابندی لگی ہوئی ہے تو غربت کہاں سے ختم ہو گی؟ زکوٰۃ میں پچھلے تین سال سے ایک پیسا بھی تقسیم نہیں کیا گیا اگر کچھ تقسیم ہوا ہے تو جو اس ادارے کے ملازمین ہیں ان کی تنخواہوں پر دیا گیا ہے۔ آپ کی حکومت کے پاس اس وقت 3۔ارب چالیس کروڑ روپیہ پڑا ہوا ہے۔ زکوٰۃ کا پیسا کھانا اور اس کو نہ استعمال کرنا آگ کھانے کے برابر ہے۔ میں پوچھتی ہوں کہ یہ پیسا کیوں نہیں استعمال کیا جارہا، یہ کس مد میں اور کیوں رکھا گیا ہے؟ اس کی پچیس ہزار کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں اور ہم تین سالوں سے سن رہے ہیں کہ کمیٹیوں کی میٹنگ نہیں ہو رہی جس کی وجہ سے یہ پیسا تقسیم نہیں ہو رہا۔ زکوٰۃ کا 3۔ارب چالیس کروڑ روپیہ غریبوں کی امداد کے لئے لگائیں۔

جناب سپیکر! میں پچھلی حکومت کی بہت ہی بہترین کاوش کا ذکر کروں گی جیسے 1122 کا تو سب کو پتا ہے لیکن ایک Child Protection Welfare Bureau بھی establish کیا گیا تھا جو ہمارے اپنے صوبہ کے ہزاروں لاوارث اور مسکین بچوں کے لئے تھا، منشیات اور مافیا میں گھرے ہوئے بچوں کو ریسکیو کرنا اور ان کی rehabilitation کے لئے تھا۔ وزیراعلیٰ پنجاب جب یہاں تشریف لائے تو انہوں نے بتایا کہ ان کا دل غریب اور مسکین کے لئے دھڑکتا ہے اور ان کی خاطر یہ

دانش سکول ایک ایک ارب روپے کا بنانا چاہ رہے ہیں تو مجھے یہ بتائیں کہ یہ Child Protection and Welfare Bureau جو دو سالوں پانچ شہروں تک expand ہو گیا تھا جہاں پر کئی ہزار بچوں کو سڑکوں سے اٹھا کر ان کی مدد کی گئی اور ایسے بچے جو لیبر میں تھے اور جن کے ساتھ جنسی تشدد کیا جاتا تھا ان کو ریسکیو کیا گیا تو کیا ان اداروں کے لئے حکومت کے پاس کوئی وسائل نہیں ہیں، یہ کیا وجہ ہے کہ تین سال سے ان کی جتنی اسامیاں ہیں وہ پچاس فیصد سے زیادہ خالی پڑی ہوئی ہیں، کیا یہاں کے بچے وزیر اعلیٰ پنجاب کے دل کو نہیں ہلاتے یا کوئی خاص بچے ہیں جن پر ان کو رحم آتا ہے اور کیا یہ وجہ ہے کہ یہ ادارے پچھلی حکومت نے شروع کئے تھے اس وجہ سے اب ان بچوں کا تعلق اس حکومت سے نہیں ہے؟ اس حکومت میں اس پروگرام کے اندر آج تک تین سالوں میں ایک بھی بورڈ میٹنگ نہیں ہوئی۔ اس کے Patron چیف منسٹر صاحب خود ہیں جو یہ دعوے کرتے ہیں کہ میں یتیموں اور مسکینوں کے لئے دل میں بہت درد رکھتا ہوں لیکن پچھلے تین سالوں میں ایک بھی بورڈ میٹنگ نہیں ہوئی کہ کہیں اس ادارے کا کام آگے نہ چل پائے۔ اس ادارے کا ایک فیملی سپورٹ پروگرام تھا جس میں دس ہزار فیملی کے لئے ایک چھوٹا ادارہ rehabilitate کر کے ذریعہ روزگار پیدا کرتا تھا۔ اس بجٹ میں وہ فیملی سپورٹ پروگرام کو ختم کر دیا گیا۔ میں کہتی ہوں کہ جو کام اچھے چل رہے ہیں ان کو آگے expand کرنے کی بجائے وہ کام جو فراڈ پر منحصر ہیں ان کو آگے چلانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جس میں Yellow Cab Schemes اور دانش سکول پر اربوں روپیہ خرچ کرنے کی بجائے جو 64 ہزار سکول جن پر صرف 54 کروڑ روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے یہ رقم ان پر خرچ ہونا چاہئے تھی۔ اس وقت جو سستی روٹی سکیم کے تحت 40۔ ارب روپیہ ضائع ہوا ہے تو میں آپ کی وساطت سے چیف منسٹر صاحب سے کہوں گی اگر ان کو کمیٹی بنانا پسند ہے تو کمیٹی بنائی جائے جو ہمیں اس کا حساب دے کہ اس کا پیسا کہاں گیا؟ ایک کمیٹی جو پلازوں کے لئے بنی تھی اس کا آج تک وہاں سے کوئی جواب نہیں آیا اور وہ پلازے اپنی جگہ سے ہل کر کچھ اور ہی ہو چکے ہیں۔

جناب سپیکر! میں ایک چھوٹی سی Bonded labours کی بات بھی کروں گی۔ Bonded labours میں لوگ گھرے ہوئے ہیں۔ اس وقت ایسے لوگ بھی ہیں جن کے والدین سے لے کر ان کے بچے ساری عمر Bonded labours میں پھنسے رہتے ہیں اس پر کل 12 کروڑ کی رقم رکھی گئی ہے جبکہ ذاتی سڑکوں پر اربوں روپے خرچ ہو جاتے ہیں۔ میری یہ چند تجاویز ہیں اور میں تنقید برائے تنقید نہیں کر رہی ہوں۔ یہ سارے لوگ جن کی میں نے بات کی ہے یہ پنجاب حکومت کی ذمہ داری

ہے اور ضمنی بجٹ میں Bonded labours کے لئے زیادہ رقم کو مختص کیا جائے۔ ایک راشن کارڈ سکیم شروع کی جائے اور راشن کارڈ سکیم کے ذریعے لوگوں کو سستی آٹا، سستی چینی، سستے چاول، سستی دالیں اور سستا گھی مہیا کیا جائے تاکہ وہ کم از کم کھانا تو کھا سکیں۔ صوبہ پنجاب جس کو ہم اپنے ملک کی بریڈ باسکٹ کہتے ہیں یہاں پر غریب لوگ بھوک سے مارے مر نہ جائیں اور خودکشیاں کرنے پر مجبور نہ ہو جائیں۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحبہ! بہت شکریہ۔ محترمہ ثمینہ نوید ایڈووکیٹ صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، چودھری اخلاق احمد!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، محترمہ رفعت سلطانہ ڈار!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، محترمہ عارفہ خالد پرویز!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، محترمہ زوبیہ رباب ملک!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، جناب احمد خان بلوچ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، چودھری ممتاز احمد ججہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، میاں طارق محمود صاحب!

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں حکومت پنجاب، محکمہ فنانس اور اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ سب لوگوں نے اپنی اپنی بات کرنے کے حقدار ہیں، جو کسی کی سوچ میں آتا ہے وہی اپنی بات کرتا ہے یہ بلاشبہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ انہوں نے بڑی محنت کی اور اس محنت کے بعد یہ بجٹ پیش کیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ آپ دیکھیں کہ دنیا کا سب سے بڑا نہری نظام ہمارے ملک میں موجود ہے اور پوری دنیا میں کہیں بھی ایسا نہری نظام موجود نہیں ہے۔ ہمارے پاس جتنا پانی وافر ہے اور اس پر جتنے ڈیم بن سکتے ہیں، جتنی سستی بجلی پاکستان میں مل سکتی ہے اس کی بھی کوئی تاریخ نہیں لیکن صرف ایک بات ہے کہ آج تک ہم اس ملک میں غریبوں کے ساتھ جھوٹی باتیں کر کے سیاست کرتے رہے ہیں۔ 1988 میں بھی میں ایم پی اے تھا تو میرے علاقے میں اکثر بجلی چلی جاتی تھی۔ میں چیئرمین واپڈا کے دفتر میں گیا اس وقت زاہد علی اکبر چیئرمین واپڈا تھے۔ میں نے انہیں کہا کہ یہ میرے مسائل ہیں اس نے سارے مسائل حل کرنے کے بعد مجھے کہا کہ میں آج ایک بات آپ کو بتا دوں کہ اگر آپ نے کالا باغ ڈیم نہ بنایا تو آپ کے ملک میں تاریں ہوں گی، پول ہوں گے، ٹرانسفارمر ہوں گے اور ان میں بجلی نہیں ہو گی۔

جناب سپیکر! آج جو سیاست صوبہ پر کی جا رہی ہے تو کیا یہ کالا باغ ڈیم ان کو نظر نہیں آتا؟ کالا باغ ڈیم اس ملک اور اس غریب عوام کے لئے اتنا ضروری ہے کہ جتنا اور کوئی کام نہیں تو کیا ہم کالا باغ ڈیم پر مجبور ہیں، ہم کس بات سے مجبور ہیں؟ تین سال سے زائد کے عرصے میں آج تک جو صورتحال ہے آپ کو بھی معلوم ہے اور مجھے بھی معلوم ہے۔ میں پچھلے دنوں ڈنگہ شہر میں بچیوں کے ایک سکول گیا اس

وقت اس ہائی سکول میں بچیوں کی تعداد 1500 ہے۔آپ یقین جانیئے کہ وہاں تین گھنٹے تک بجلی کی لوڈشیڈنگ ہوئی۔لوڈشیڈنگ کے حوالے سے میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ وزیراعظم کو نظر نہیں آتا، کیا پیسا صرف اور صرف ان کے دوروں کے لئے ہے؟یہ سوچنے والی بات ہے کہ اتنے قابل ہمارے صدر ہیں جو اپنی حکومت کو بچانے کے لئے تمام کام کر گزرتے ہیں لیکن کیا اس ملک میں کالا باغ ڈیم کو بنانے کے لئے کچھ نہیں ہو سکتا؟

جناب سپیکر!میں اس موقع پر میاں محمد شہباز شریف صاحب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے چائنا کے ساتھ اور پرائیویٹ فرموں کے ساتھ معاہدہ کر کے کام تو شروع کر دیا ہے۔انشاءاللہ تعالیٰ اگر سال،دو سال میں نہ بنا تو تین سال میں تو ضرور مکمل ہو گا۔میں سمجھتا ہوں کہ سب سے بڑا ظلم جو پاکستان اور پنجاب کے ساتھ ہوا وہ یہ ہوا کہ کالا باغ ڈیم کو کتنی دیدہ دلیری سے roll back کر دیا گیا۔

جناب سپیکر!اگر Irrigation نظام کو دیکھیں تو اتنے بڑے سیلاب کے بعد ان کو دوبارہ restore کیا گیا اور جس طرح ان ڈیموں کو ٹھیک کیا گیا اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔یہاں پر گندم کی ہر روز بات ہوتی ہے۔آپ پاکستان اور پنجاب کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں کہ ہر سال کے آخر میں گندم بہت زیادہ مہنگی ہوتی تھی اور آٹا ملتا نہیں تھا۔چیف منسٹر پنجاب نے فیصلہ کیا کہ گندم کا ایک ایک دانہ خریدا جائے گا۔پنجاب حکومت کی گندم کی خریداری کے بعد زمینداروں کو حوصلہ ہو گیا۔وہ پیسا کس کو دیا گیا،وہ پیسا پنجاب کے زمینداروں کو دیا گیا،وہ کسی اور کو نہیں دیا گیا،جب پنجاب کے زمینداروں کو وہ پیسا ملا تو پہلی دفعہ ریکارڈ گندم خریدی گئی اور ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔اس سے پہلے ہم ہمیشہ پیسا دے کر باہر کے ملکوں سے گندم import کرتے تھے،پہلی دفعہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہم گندم کا ایک،ایک دانہ خریدیں گے۔آج ہم stable ہیں اور ہمارے پاس اتنی گندم موجود ہے کہ ہم ایکسپورٹ کر رہے ہیں۔پہلی دفعہ ایسا ہوا ہے،میاں محمد شہباز شریف کی حکومت سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا،کوئی بتا دے کہ پنجاب سے گندم ایکسپورٹ ہوئی ہو۔میں صرف یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ پٹرول اور ڈیزل کی قیمت دیکھ لیں کہ تین سال میں ڈبل ہوئی ہے۔ہم لوگوں کو کیا دے رہے ہیں،کس بات کا شور ہے؟دیکھنے والی صرف یہ بات ہے کہ قیمتیں ڈبل ہو چکی ہیں۔جب یہ کہا جاتا ہے کہ ہم غریب کے لئے کچھ کر رہے ہیں تو انہی پیسوں کے اوپر بجلی،گیس،پٹرول اور ڈیزل پر ٹیکس لگ جاتا ہے۔جو بجلی کا بل دیتا ہے وہی ٹیکس بھی دیتا ہے،جو بل نہیں دیتا وہ ٹیکس بھی نہیں دیتا۔میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس ملک کے ساتھ جن

لوگوں نے یہ سمجھا ہوا ہے کہ شاید ہم پاکستانی عوام کو ہمیشہ بے وقوف بناتے رہیں گے وہ بھول جائیں یہ لوگ بے وقوف بالکل نہیں بنیں گے اور وہ وقت آنے والا ہے جو پاکستانی لوگوں کی تقدیر کے ساتھ کھیلتے رہے ہیں ان کا احتساب ہو گا۔ وہ وقت دور نہیں ہے جب لوگ ان سے حساب لیں گے جو سستی بجلی چھوڑ کر اتنی مہنگی بجلی خرید رہے ہیں اور اس کی وجہ سے پٹرول اور ڈیزل کی کھپت بہت زیادہ ہو چکی ہے۔ یہاں کرپشن کی بات کی جاتی ہے، یہاں لاء اینڈ آرڈر کی بات کی جاتی ہے میرا صرف ایک ہی سوال ہے کہ پاکستان کا سب سے بڑا ادارہ ایف آئی اے، جو فیڈرل انوسٹی گیشن کا ادارہ ہے اس کا کیا role ہے، ڈی جی ایف آئی اے کس طرح لگایا جاتا ہے؟ آج سپریم کورٹ کچھ cases کی انوسٹی گیشن کرا رہی ہے ہمارے تو پلے ہی اس وقت کچھ نہیں رہا، حج سکینڈل میں ہمارے بڑے بڑے لوگ ملوث ہیں، حج سکینڈل میں ہمارے فیڈرل منسٹر جیل میں ہیں اور ہمارے ڈی جی جیل میں ہیں۔ اس ملک میں کیا ہو رہا ہے، کس بات کے ہم نعرے لگا رہے ہیں؟ -/2 روپے کی روٹی جو شہباز شریف دیتا رہا ہے وہ ظلم کرتا رہا ہے؟ میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ زبان سے کہہ دینے سے "روٹی کپڑا اور مکان" کسی کا پورا نہیں ہوتا یہ ایک سوچ تھی کہ جو غریب مزدور مزدوری کر کے اپنے گھر کو جاتا ہے اگر اس کے پاس -/10 روپے ہوں تو وہ پانچ روٹیاں خرید لے یہ ایک سوچ تھی، اگر لوگوں نے misuse کیا ہے تو اس میں میاں محمد شہباز شریف نے تو کچھ نہیں کیا، میاں محمد شہباز شریف 99-1997 تک اس صوبے کے وزیر اعلیٰ رہے میں ان کے ساتھ ایم پی اے تھا اور اپنی کارکردگی اور ایمان داری کی وجہ سے آج وہ پھر وزیر اعلیٰ ہیں۔ پہلی دفعہ 1997 میں جب ہماری پارلیمانی پارٹی کی میٹنگ الحمراء میں ہوئی تھی، وہ پہلا دور تھا، میں کافی دفعہ ایم پی اے رہا ہوں، تب وہاں پر ایک ٹینڈوں کی دیگ آئی اور نان آئے۔ میرے خیال میں ایک ہزار یا دو ہزار روپے میں اس وقت پارٹی کے تمام لوگوں نے کھانا کھایا اس میں سے کچھ لوگ ابھی بھی یہاں بیٹھے ہوئے ہیں تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کفایت شعاری صرف زبان سے نہیں ہوتی، اس پر کام کرنا بہت مشکل ہے۔ صرف کہہ دینا ہی کافی نہیں ہوتا صبح سے گیارہ بجے تک تمام دفتروں میں air conditioners نہ چلائے جائیں اس پر عملدرآمد بھی کرانا پڑتا ہے اور اس پر عملدرآمد کرانا صرف اس چیف منسٹر کا کام ہے اور چیف منسٹر صاحب نے یہ کام کر کے دکھا دیا۔ اس کفایت شعاری اور ایمانداری پر جس طرح عملدرآمد ہوا اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس سارے صوبے میں پوری ایمانداری سے کوشش کی گئی کہ تمام ڈی سی او اور تمام ڈی پی او ایماندار لگائے جائیں کمشنر ایماندار لگائے جائیں، سیکرٹری ایماندار لگائے جائیں، سابقہ دور میں، میں آپ کو ایسی ایسی مثالیں بتا سکتا ہوں جو کرپٹ ترین لوگ تھے ان کو دو

دو، تین تین سال کی extensions دی جاتی تھیں۔ ہمیں حقیقت کی طرف جانا پڑے گا۔ اس قوم کو ساتھ لے کر اگر ہم حقیقت کی طرف نہیں جائیں گے تو آپ یقین جانیئے کہ ہم اس جہاز میں ہیں جو ڈوب رہا ہے۔ بد قسمتی کی انتہا ہے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، ہمیں سب کچھ مل سکتا ہے اور ہم نہیں لے سکتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ وقت دور نہیں جب ساری قوم اٹھے گی اگر اس ملک میں چیف جسٹس کو بحال کرایا جا سکتا ہے تو ایماندار لوگوں کو بھی اس ملک کا حکمران ضرور بنایا جا سکتا ہے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی، مولانا الیاس چنیوٹی صاحب!

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo الحمد للہ ربّ العالمین o الصّلوٰۃ السّلام علیٰ خاتم الانبیاء و علی الہٖ واصحابہ اجمعین o جناب سپیکر! بہت شکریہ کہ آپ نے بجٹ 12-2011 پر بحث کرنے کا موقع دیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک معتدل، حقائق پر مبنی اور ٹیکس فری بجٹ ہے۔ آپ کی وساطت سے میں محترم وزیر اعلیٰ پنجاب، وزیر خزانہ کامران مائیکل اور ان کی پوری ٹیم کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ ان مشکل حالات میں انہوں نے اتنا متوازن بجٹ پیش کیا ہے۔ سیلاب اور دہشت گردی کا دور دورہ تھا اس کے باوجود پنجاب نے صرف اپنے ان حالات پر ہی کنٹرول نہیں کیا بلکہ سیلاب کے دنوں میں دوسرے صوبوں کی دیکھ بھال بھی کی میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کے بڑے پن کا اظہار ہے۔ آج ہمارے وزیر اعلیٰ نے جو غیر ملکی امداد اور خاص طور پر وہ امداد جو ہمارے خون کے ساتھ ملی ہوئی تھی اس کو ٹھکرا کر اپنے پنجاب کے عوام میں خود اعتمادی پیدا کی ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم نے پچھلے سال کوئی ترقی نہیں کی، میں یہ سمجھتا ہوں کہ سیلاب زدہ علاقوں میں جو model villages بنائے گئے ہیں وہ بھی تو پنجاب کا ہی حصہ ہیں اس لئے اگر وہاں پر کوئی کالونیاں بنی ہیں، غریبوں کی امداد کی گئی ہے تو درحقیقت یہ پنجاب کی ہی ترقی کی گئی ہے۔

جناب سپیکر! بڑے دکھ سے یہ لفظ سُننا پڑتا ہے کہ تخت لاہور، تخت لاہور۔ میں تو بہت گھوما پھرا کہیں تخت لاہور نظر نہیں آیا۔ میں دعوت دیتا ہوں کہ آئیے میرے ساتھ چیف منسٹر کے دفتر میں، میں دکھاتا ہوں ان کی اوپر والی منزل میں جانے والی سیڑھیوں پر آدھا قالین ہی نہیں ہے اور جو آدھا بچھا ہوا ہے وہ بھی پھٹا ہوا ہے۔ میں نے نہیں دیکھا کہ اس سال میں کہ ایک روپے کی بھی تزئین و آرائش کی جائے۔ وزیر اعلیٰ کے بارے میں آپ نے کبھی یہ نہیں سُنا ہو گا کہ کسی تقریب میں جانے کے لئے انہوں نے اڑھائی لاکھ روپے کا جوتا، 5 لاکھ روپے کا سوٹ، 45 لاکھ روپے کی گھڑی خریدی ہو لیکن اسلام آباد کے ایک بابو صاحب اسی طرح تیار ہو کر کسی function میں تقریر کرنے جاتے ہیں۔ ہم تو

اپنے وزیر اعلیٰ صاحب کے بارے میں سُنتے رہتے ہیں اور جو لوگ ان کو ٹی وی پر دیکھتے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ ہمارے وزیر اعلیٰ تو پوری سردی کے موسم میں ایک جیکٹ اور ایک ہی کھیڑی میں جرابیں پہنے نظر آتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

کہتے ہیں کہ ہم نے بجٹ کی کتاب پڑھی یہ جو الفاظ کا گورکھ دھندہ تھا، میں دیانت داری سے کہتا ہوں کہ یہ الفاظ کا گورکھ دھندہ نہیں ہے بلکہ ان عملی اقدامات کا مجموعہ ہے جو ہم پورے پنجاب کے چپے چپے میں دیکھ رہے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ باہمی تعاون کی مثال، جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مالدار لوگ غریبوں کو اپنی زکوٰۃ دیں تو ایک اچھا معاشرہ قائم ہو سکتا ہے، کسی تجربہ کار نے کہا ہے کہ اگر صرف اہل کراچی اپنی زکوٰۃ ادا کریں تو پورے پاکستان سے غربت ختم ہو جائے گی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ بڑے بڑے زمیندار کراچی کے صنعت کاروں کے ہم پلہ ہیں اگر وہ زراعت سے کمائی کرتے ہیں تو ان پر بھی کوئی مناسب ٹیکس لگا دیا جائے تو یہ بہت اچھی بات ہے اور اگر یہ غریبوں کا دھیان کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے مال میں اور بھی برکتیں عطا فرمائیں گے۔

جناب سپیکر! توانائی کا بحران، میں سمجھتا ہوں کہ ہماری معیشت کا پہیہ جام کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ ابھی ہمارے بھائی کالا باغ ڈیم کا ذکر کر رہے تھے، حقیقت میں بات یہ ہے کہ کالا باغ ڈیم ہماری معیشت میں، بجلی کے معاملے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ مجھے بڑے دُکھ سے یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ غالباً پچھلے مہینے سرحد، خیبر پختونخواہ کے ایک وزیر صاحب کا بیان آیا کہ اس پاکستان میں تو یہ کالا باغ ڈیم نہیں بنے گا، پہلے پاکستان کو توڑو پھر کالا باغ ڈیم بنے گا۔ مجھے اس قسم کی سوچ پر افسوس ہے حقیقت بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے پنجاب، بلوچستان اور سندھ کو اپنا بھائی نہیں سمجھا، اپنا دوست نہیں سمجھا اس وجہ سے وہ اس قسم کی بات کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نوشہرہ کو بچانا چاہتے ہیں۔ کالا باغ ڈیم نہ بنا کر انہوں نے اپنے شہر نوشہرہ کو ڈبو دیا۔ ہماری معیشت کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ کالا باغ ڈیم بنانا ضروری تھا لیکن اگر وہ اس میں رکاوٹ ڈالتے ہیں تو میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں اپنے پنجاب کے وزیر اعلیٰ کو کہ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم توانائی اپنے صوبے کے level پر تیار کریں گے اور انہوں نے چائنا اور دیگر کمپنیوں سے رابطہ کر کے تقریباً 620 میگا واٹ بجلی تیار کرنے کا وعدہ کیا ہے اور اعلان کیا ہے، میں اُمید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس پر عمل بھی ہو گا۔ میں تو دو سال سے یہ تجویز دے رہا تھا کہ جنوبی افریقہ والے ضلعی level پر بجلی پیدا کرتے

ہیں۔ان کے پاس بھی کوئلے کے ذخائر ہیں، ہمارے پاس بھی کوئلے کے ذخائر ہیں اگر اس تجویز کو عمل میں لایا جائے تو ہم کالا باغ ڈیم کی مخالفت کرنے والوں کے محتاج نہیں رہیں گے۔

جناب سپیکر! بجٹ میں یہ اعلان بھی کیا گیا ہے کہ کرسمس کے موقع پر آٹا سستا کیا جائے گا، اسی طرح رمضان شریف میں سستے ٹھیلے دینے کے لئے کہا جا رہا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں اور میری ایک تجویز ہے کہ سستے تنوروں کی گرم روٹیوں سے جن لوگوں کے ہاتھ جلتے ہیں، ان کی تکلیف دور کرنے کے لئے فلور ملوں کو subsidy دی جائے تو اس سے غریب لوگوں کو سستے داموں آٹا ملتا رہے گا۔ مہنگائی کم کرنے کے لئے ظاہری بات ہے بڑی مارکیٹوں کے تو بڑے بڑے کرایہ جات ہوتے ہیں اس لئے حکومت پنجاب کا یہ بڑا اچھا اقدام ہے کہ سستے بازاروں کا رواج ڈالا گیا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے ہاں چنیوٹ میں بھی لوکل تنظیموں نے اس کا تجربہ کیا ہے اور وہ تجربہ بہت کامیاب رہا ہے اس لئے اگر حکومت چار، پانچ شہروں کی بجائے پورے پنجاب میں اس کا جال بچھائے تو حکومت پر جو financial بوجھ ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا اور اپنی مدد آپ کے تحت لوگ اپنے بازار چلاتے رہیں گے۔

جناب سپیکر! آشیانہ ہاؤسنگ سکیم پر بھی یہاں بڑی آوازیں اٹھائی گئیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ نے پوری قوم کا درد اپنے سینے پر لیا کہ ایک آدمی اگر پرائیویٹ طور پر اپنا مکان بنانا چاہتا ہے تو اسے کبھی سریے والے کے پاس، کبھی لکڑی والے کے پاس، کبھی اینٹوں والے کے پاس اور اسی طرح مختلف لوگوں کے پاس جانا پڑتا تھا۔ اب انہوں نے ایک تنظیم قائم کر دی ہے وہ سب کی سر دردی اپنے ذمہ لے کر ان کو بنے بنائے مکان تعمیر کر دے گی اور پھر اس طرح کی کالونیاں بنانے سے تیس قسم کے شعبے بھی working میں آ جائیں گے جس سے لاکھوں مزدوروں کو روزگار ملے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طریقے سے مکان بنا کر لوگوں کو دینا یہ درحقیقت ان کے ہاتھ میں گفٹ دینا ہے۔

جناب سپیکر! تعلیم کی اہمیت کو بھلایا نہیں جا سکتا۔ قرآن مجید میں حضور اکرم ﷺ پر جو سب سے پہلی وحی نازل ہوئی ہے اس میں آپ کو پڑھنے کا ہی حکم دیا گیا تھا اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ دانش سکول ہوں یا کوئی اور سکول ہوں جن میں غریبوں کے ہونہار بچوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور ان کی امداد کی جاتی ہے۔ ان کے ذہن کو وسعت دینے کے لئے بیرون ممالک visit کرائے جاتے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے ان طلباء کے دماغ کھلیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ پوری دنیا کا ذہن ہمارے ساتھ آ جائے گا۔ ییلو کیب سکیم کے متعلق میں عرض کروں گا کہ یہ بھی درحقیقت بے روزگار اور پڑھے لکھے لوگوں کو support دینے کے لئے سکیم بنائی گئی ہے البتہ ہر ایک آدمی اس سے فائدہ اٹھا سکتا تھا لیکن

پڑھے لکھے کی جو شرط لگائی گئی ہے وہ صرف اس لئے ہے کہ ان پڑھ ڈرائیور جب گاڑی چلاتے ہیں تو ان کو ٹریفک اصولوں کا پتا نہیں ہوتا اور وہ پھر حادثات کرتے پھرتے ہیں۔ تعلیم کے حوالے سے میں عرض کروں گا کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اپنی تقریر wind up کریں۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! تعلیم کے حوالے سے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ابتدا سے لے کر میٹرک تک قرآن مجید، حدیث اور عربی کی تعلیم لازمی ہونی چاہئے۔اب صورت یہ نظر آ رہی ہے کہ اسلامی اصطلاحات کو انگریزی حروف میں لکھا جا رہا ہے اس سے لوگ عربی زبان سے ناواقف ہو جائیں گے۔امن وامان کا مسئلہ بڑا اہم ہے اور میں نے دیکھا کہ نجی محفل میں وزیراعلیٰ صاحب پولیس افسران کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلا رہے تھے لیکن ہمارے یہاں چناب نگر میں، آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہاں پر ایک قادیانی گروہ رہتا ہے اس نے بھی امن وامان کے معاملے کو خراب کیا ہوا ہے، وہاں پولیس فورس کے مقابلے میں اپنی فورس بنائی ہوئی ہے اور آنے جانے والے لوگوں کو وہ تنگ کرتے ہیں، خوف وہراس میں مبتلا کرتے ہیں اس لئے ان پر کڑی نظر رکھنی چاہئے۔

جناب سپیکر! صحت کے متعلق عرض کروں گا، وزیراعلیٰ صاحب نے مفت علاج کا جو سسٹم بنایا ہے صحت کی دنیا میں یہ ایک انقلاب ہے۔ میرے پاس ایک آدمی آیا، الائیڈ ہسپتال میں ان کا ایک مریض تھا، یہاں تو کہا گیا ہے کہ ڈسپرین کے علاوہ ہسپتال میں کوئی چیز نہیں ملتی اس نے کہا کہ ایک دن میں چھ، چھ ہزار روپے کا ٹیکہ لگتا تھا اور وہ بالکل فری ملتا تھا۔ وہ لوگ جھولیاں اٹھا اٹھا کر وزیراعلیٰ صاحب کی سلامتی اور صحت کے لئے دعا کر رہے تھے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ترقیاتی سکیموں کے لئے بھی کافی پیسا رکھا گیا اور یہ کہتے ہیں کہ جنوبی پنجاب کو کچھ نہیں دیا گیا، 31 فیصد لوگوں کو 32 فیصد رقم دی گئی۔(نعرہ ہائے تحسین)

میں ان کو بتاتا ہوں الحمد للہ چنیوٹ جب ضلع بنا تو اس کے بعد اس کے لئے اس سال ایک ارب 60 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ پچھلی حکومت کا شروع کیا گیا منصوبہ جو تعطل کا شکار تھا وزیراعلیٰ صاحب نے خصوصی دلچسپی لے کر اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔اندرونِ شہر سڑکیں بن رہی ہیں، بائی پاس بنانے کے لئے عملہ میدان میں آیا ہوا ہے۔ میرے حلقے میں دو پرائمری سکولوں کو مڈل اور دو مڈل سکولوں کو ہائی سکول کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ ساڑھے تین کروڑ روپے سے اس وقت واٹر سپلائی کی سکیم پر

عمل ہو رہا ہے اور ٹیوب ویلوں کی بورنگ ہو چکی ہے اس کے علاوہ بہت ساری چیزیں جن کا وقت کی قلت کی وجہ سے میں ذکر نہیں کر سکتا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب آپ wind up کریں۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: ہاں! اتنی بات میں ضرور کروں گا، میں نے اپنے وزیر اعلیٰ کو آزمایا ہے کہ انہوں نے یہاں جو باتیں کی ہیں صرف کھوکھلے نعرے اور دعوے نہیں ہیں وہ عمل بھی کر کے دکھائیں گے اور میں آپ کی وساطت سے اپنے حزب اختلاف کے بھائیوں کو یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری مسلم لیگ کی قیادت وعدہ کر کے یہ نہیں کہے گی کہ میں نے charter of democracy پر دستخط کر کے کوئی حدیث تو نہیں بنا دی ہے۔ انشاء اللہ جو بات کریں گے اس پر عمل بھی کر کے دکھائیں گے۔

آخر میں یہ گزارش کروں گا کہ پچھلے سال بھی میں نے معدنیات کے متعلق ذکر کیا تھا کہ ہمارا ملک معدنیات کے ذخائر سے مالا مال ہے۔ الحمد للہ آپ کو علم ہے کہ چنیوٹ میں آٹھ صدیوں کے برابر لوہے کے ذخائر ہیں اور وہ منصوبہ بڑا قابل عمل تھا لیکن ہمارے Caretaker Prime Minister میاں محمد سومرو صاحب کی غفلت کی وجہ سے وہ 500۔ارب ڈالر کا منصوبہ خاک میں مل گیا۔ میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں اپنے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب کو کہ انہوں نے پھر اس مسئلے کو اپنے ہاتھ میں لیا اور اب اس کے لئے 30 کروڑ روپے مختص کر دیئے گئے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس سے ہمارے ملک میں بڑی ترقی آئے گی۔ تفریحی مقامات کے لئے صحیح بات ہے کہ وہاں سے taxes ختم کئے گئے لیکن میں یہ گزارش کروں گا کہ مساجد کے بجلی کے بلوں میں بھی ٹیلی ویژن ٹیکس لگایا جاتا ہے اسے ختم کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ اب آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی مہربانی، بہت لمبی بات ہو گئی ہے۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب والا! مجھے شعر تو نہیں آتا لیکن اتنا کہوں گا کہ:

"اسلام زندہ باد، پاکستان پائندہ باد"

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ House کا وقت آدھ گھنٹہ اور بڑھایا جاتا ہے۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب والا! میں اتنی دیر سے اپنی تقریر کا انتظار کر رہی ہوں۔ میرا نام اتنا آگے تو نہیں تھا، پتا نہیں آپ کون سی لسٹ کے مطابق چل رہے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے پاس لسٹ پڑی ہوئی ہے اور میں اس لسٹ کے مطابق چل رہا ہوں۔ اب میرے خیال میں تھوڑے ہی لوگ رہ گئے ہیں، ابھی آپ کی باری آ جائے گی۔ جناب حفیظ اختر چودھری صاحب!

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! آج اس ایوان میں چوتھا بجٹ پیش کرنے پر میں خاص طور پر minority کے وزیر کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ یہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک اقلیتی وزیر نے بجٹ پیش کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیراعلیٰ صاحب کی طرف سے جو ایک تفریق ختم کی گئی ہے یہ بہت اچھا اقدام تھا اس میں ایک قومیت کو ترجیح دی گئی اور اس قومیت میں وہ پاکستان کا شہری ہونے کے ناتے کامران کے حصے میں یہ عزت افزائی آئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج اپوزیشن اور حکومتی بنچوں میں اس بجٹ بحث میں حصہ لینے کے لئے حوصلہ موجود ہونا چاہئے کہ جو اچھے اقدام ہوں ان کو سراہتے ہوئے خراج تحسین پیش کریں اور جو ایسے سیکٹر ہیں جن میں مزید بہتری کے لئے improvement ہو سکتی ہے اس میں اپنی تجاویز ضرور دیں چونکہ ہمارا مقصد پنجاب کے عوام کی بہتری کے لئے سوچنا ہے اور ہمیں ان کے لئے کام کرنا ہے۔ بجٹ کی اس تقریر میں کامران مائیکل صاحب نے خود اس بات کو تسلیم کیا کہ ہمارے پاکستان کو food basket سمجھا جاتا ہے، اس چیز سے ایوان کا ہر معزز ممبر آگاہ ہے اور پاکستان کا ہر شہری اسے own کرتا ہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ ہم نے کبھی زراعت کو ترجیحی بنیادوں پر نہیں لیا۔ ہم نے ہمیشہ اس کو پس پشت ڈالا ہے، اگر آج دنیا میں food crisis ہیں تو ہمیں اس کی opportunity سے benefit حاصل کرنا چاہئے۔ میں آج یہی کہوں گا کہ:

میرے سرکش ترانوں کی حقیقت ہے تو اتنی ہے
کہ جب میں دیکھتا ہوں بھوک کے مارے کسانوں کو
غریبوں مفلسوں کو بے کسوں کو بے سہاروں کو
سسکتی نازنینوں کو تڑپتے نوجوانوں کو
حکومت کے تشدد کو امارت کے تکبر کو
کسی کے چیتھڑوں کو اور شہنشاہی خزانوں کو
تو دل تاب نشاط بزم عشرت لا نہیں سکتا
میں تو چاہوں بھی تو خواب آور ترانے گا نہیں سکتا

جناب سپیکر!قبل اس کے کہ میں زراعت کو discuss کروں میں کچھ ایسی باتیں ضرور ownکرتا ہوں، میں بحیثیت ایک نمائندہ اپنے ساہیوال کی عوام کی طرف سے وزیر اعلیٰ پنجاب کا بے حد مشکور ہوں اور ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے لئے میڈیکل کالج کی بنیاد رکھی اور بجٹ میں اس کے لئے allocation کی۔اگر آج میں ملک ندیم کامران صاحب کو خراج تحسین پیش نہ کروں تو یہ بھی ایک زیادتی ہے،ان کی کوشش اور ان کی کاوش سے ساہیوال میں میڈیکل کالج بنا۔ میں بلاتفریق یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ ان کی کوشش کا ثمر ہے کہ آج ہمیں میڈیکل کالج ملا۔(نعرہ ہائے تحسین)

اس وقت میرے پاس 2011 کا زراعت کا اکنامک سروے موجود ہے اگر میں اسے تفصیل سے پڑھوں تو شاید یہ وقت بہت کم ہو گا۔آج ہم ایگریکلچر کے تمام گریجویٹس کو own کرتے ہیں اور یہ تسلیم کرتے ہیں۔اگر آج سے دس پندرہ سال پیچھے چلے جائیں تو ہماری averageکیا تھی اور ہماری yield کیا تھی؟اس وقت گندم کی پیداوار دس بارہ من فی ایکڑ تھی اور کاٹن کی پیداوار آٹھ دس من تھی لیکن آج پچاس ساٹھ من فی ایکڑ گندم کی پیداوار لے رہے ہیں اور ایسی ریکارڈ پیداوار پر پہنچ چکے ہیں کہ ہم export کرنے کے قابل ہو چکے ہیں اور ہماری کاٹن کی انڈسٹری میں ایک انقلاب برپا ہو چکا ہے کہ ہم اسی من فی ایکڑ تک پیداوار حاصل کر رہے ہیں۔میں یہ کہنا چاہوں گا کہ یہ کس کی وجہ سے ہے؟ یہ ان زرعی ماہرین کی وجہ سے ہے جن کی کوششوں سے، جن کی کاوشوں سے یہ پیداوار ممکن ہو سکی۔میں آج اپنے قائد،قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو صاحب کا بہت مشکور ہوں کہ انہوں نے اس نوٹیفکیشن میں جتنے بھی زرعی گریجویٹ تھے ان کو بطور professional at par کیا۔ میں اس notification کی سمری ضرور پڑھنا چاہوں گا۔

> The Animal Husbandry Graduate and the Agriculture Forest Graduate and Soil Chemists should be treated at par with other professional Graduate such as Doctors and Engineers for the purpose of pay and prospect of promotion.

یہ شہید ذوالفقار علی بھٹو صاحب کا نوٹیفکیشن 1975-07-06 کو جاری ہوا۔جب ایگریکلچر گریجویٹس کو professional کا درجہ مل گیا تو اس کے بعد میں میاں محمد شہباز شریف صاحب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں جنہوں نے اسے acknowledge کرتے ہوئے زرعی گریجویٹس کو ساڑھے بارہ

سے پچیس ایکڑ تک رقبہ دینے کا اعلان کیا لیکن میں آج یہ افسوس کے ساتھ بھی کہوں گا کہ میاں محمد شہباز شریف کا vision اور ان کا objective یہ نہیں تھا اگر انہوں نے ایک ایگریکلچر گریجویٹ کو own کرتے ہوئے 12½ سے پچیس ایکڑ تک رقبہ دینے کا ارادہ کیا اور اس سکیم کو practically implement کیا تو اس میں ان کا objective یہ تھا کہ وہاں پر ماڈل فارم بنیں گے۔ آج ہمارے اعداد و شمار کے جادوگر جنہوں نے اسے اس طرح سے turn کیا اور میاں محمد شہباز شریف کے اس vision میں hurdles create کرتے ہیں تو یہ کون لوگ ہیں اور یہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ میں آج میاں محمد شہباز شریف صاحب کی وہ پہلی تقریر جس میں انہوں نے جالب کے اشعار پڑھے تھے کیونکہ اس وقت وہ اقتدار کے ایوان میں بھی تھے اور سنٹر میں بھی وہ اقتدار کے ایوانوں میں ساتھ تھے لیکن کس ایوان کو للکار رہا تھا جب یہ کہا کہ:

دیپ جس کے محلات ہی میں جلے
چند لوگوں کی خوشیوں کو لے کر چلے
وہ جو سائے میں ہر مصلحت کے پلے
ایسے دستور کو صبح بے نور کو
میں نہیں مانتا میں نہیں مانتا
میں بھی خائف نہیں تختہ دار سے
میں بھی منصور ہوں کہہ دو اغیار سے
کیوں ڈراتے ہو زنداں کی دیوار سے
ظلم کی بات کو جہل کی رات کو
میں نہیں مانتا میں نہیں مانتا

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: حفیظ اختر صاحب! اب اس سے آگے میں بھی نہیں مانتا۔ اب بہت دیر ہو گئی۔ تشریف رکھئے۔

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: جناب سپیکر! بجٹ تقریر میں کہا گیا کہ دو ہزار زرعی گریجویٹس کو یہ رقبہ دیا گیا۔ یہ پیپر میرا تیار کیا ہوا نہیں ہے۔ یہ اعداد و شمار ہیں جس میں 1558 رقبے لوگوں کو دیئے گئے لیکن ان میں سے جو practically implemented on ground ملے وہ 683 ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: جناب سپیکر! میری بہت ضروری بات ہے، مجھے صرف پانچ منٹ اور دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے بیس منٹ تقریر کر لی ہے۔

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: جناب سپیکر! میں تو صبح سے انتظار کر رہا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: باقی سب بھی انتظار کر رہے ہیں۔

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: جناب سپیکر! میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا بلکہ صرف چند چیزیں پیش کرنا چاہوں گا۔ میں عرض کر رہا تھا کہ یہ زمین کے 683 پلاٹ ایسی جگھوں پر دیئے گئے کہ جہاں پر قبرستان ہیں حالانکہ میٹنگ میں میاں محمد شہباز شریف صاحب نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ زرعی گریجویٹ کو وہ رقبہ دیا جائے گا جو کہ سب سے اچھا ہوگا، آباد ہوگا اور وہاں پر پانی بھی میسر ہوگا۔ میری آج رحیم یار خان میں ایک دوست کے ساتھ بات ہوئی ہے اس نے کہا ہے کہ مجھے رقبہ تو مل گیا ہے لیکن وہ زمین سے 25 فٹ اُونچا ہے۔ میں نے کہا اگر یہ رقبہ 25 فٹ اُونچا ہے تو کوئی بات نہیں مگر اس نے آگے سے کہا کہ یہ رقبہ سمندر میں ہے۔ میں نے حیرانگی سے پوچھا کہ یہ رقبہ سمندر میں کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ رحیم یار خان میں تو کوئی سمندر نہیں ہے؟ اس نے کہا کہ اس جگہ کا پانی سمندر سے زیادہ کڑوا ہے تو ایسے رقبے دینے کا کیا فائدہ ہے؟ اس موجودہ بجٹ میں کہا گیا ہے کہ مزید تین ہزار زرعی گریجویٹ کو رقبے دیئے جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے بھی جو دو ہزار کی figure اعداد و شمار کے جادوگر نے دی تھی وہ بالکل غلط ہے۔

جناب سپیکر! زرعی گریجویٹ کے ساتھ ایک اور زیادتی ہو رہی ہے جس کو میں لازماً highlight کرنا چاہوں گا۔ اس وقت زراعت سے متعلق جتنے بھی ادارے ملک کے لئے serve کر رہے ہیں میں ان کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ ہمارے زرعی ماہرین کے ساتھ بہت بڑی زیادتی کی جا رہی ہے۔ زرعی گریجویٹ کے حوالے سے ایک promotion policy بنائی گئی تھی جس پر آج تک عملدرآمد نہیں ہو سکا۔ میرے پاس یہ document موجود ہے جو میں وزیر خزانہ اور وزیر زراعت کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔ اس میں contract پر اُنتیس ڈی ڈی او رکھے گئے اور انہیں اب حکومت کی طرف سے permanent کیا جا رہا ہے، اس بارے میں summary move ہو چکی

ہے۔وزیر زراعت یہاں پر تشریف فرما ہیں میں ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اس حوالے سے ایک legal notice دیا گیا اور عدالت کا فیصلہ بھی موجود ہے لیکن اس کے باوجود پیسے لے کر ان اُنتیس لوگوں کو permanent کیا جا رہا ہے۔وزیر اعلیٰ صاحب کے پاس یہ summary approve کرنے کا اختیار تو ہے لیکن ایسی summary approve کرنے کا اختیار ہرگز نہیں کہ جہاں پر کوئی دوسرا ملازم effect ہو رہا ہو۔محکمہ زراعت کے شعبہ ریسرچ اور ایگری ایکسٹینشن میں کام کرنے والے لوگوں کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔وہ لوگ جو کہ بیس بیس سالوں سے نوکری کر رہے ہیں ان کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے کیونکہ ان کو permanent کیا جا رہا ہے اور نہ ہی انہیں وہ گریڈ دیا جا رہا ہے جس کے وہ مستحق ہیں۔آج محکمہ لائیو سٹاک میں four tier system لاگو ہو چکا ہے لیکن ایگری ایکسٹینشن،ریسرچ اور زراعت کے دوسرے تمام اداروں میں یہ four tier system ابھی تک لاگو نہیں کیا گیا۔

(اذان مغرب)

جناب ڈپٹی سپیکر:چودھری صاحب!اب wind up کر لیں۔

جناب محمد حفیظ اختر چودھری:جناب سپیکر!اس وقت ہاؤس میں وزیر زراعت تشریف فرما ہیں۔مجھے امید ہے کہ میری درخواست پر وہ خاص طور پر غور کریں گے اور اس زیادتی کا ازالہ کیا جائے گا۔اگر اس قسم کی کوئی summary move ہوئی ہے،وزیر صاحب کے علم میں نہیں ہے اور وہ غیر دانستہ طور پر منظور ہو گئی ہے تو اس summary کو واپس لیا جائے۔

جناب سپیکر!میں wind up کرتے ہوئے کہوں گا کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے یہ کہا ہے کہ ہم کرپشن کو ہر صورت روکیں گے۔انہوں نے لاہور سے قصور تک بننے والی سڑک کے بارے میں اس ہاؤس کی ایک کمیٹی بھی بنائی ہے۔میں اس میں اضافہ کرتے ہوئے عرض کروں گا کہ آڈیٹر جنرل آف پاکستان نے اس وقت دو ایسے projects point out کئے ہیں کہ جن میں کرپشن ہوئی ہے۔ان میں سے ایک شالامار flyover کا منصوبہ ہے جس میں محکمہ نے سریا کی advance payment کر دی ہے جس کی آڈٹ رپورٹ بھی موجود ہے۔دوسرا project ایل ڈی اے ایونیو۔I ہے۔ان دونوں projects کو بھی اس کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے تاکہ اس کرپشن مافیا کو پکڑا جا سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر:جی،بہت شکریہ۔جناب جوئیل عامر سہوترا صاحب!

جناب محمد حفیظ اختر چودھری: جناب سپیکر! میری صرف ایک دو گزارشات رہ گئی تھیں۔ میں ایک منٹ میں اپنی بات ختم کرلوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، نہیں۔آپ نے بہت وقت لے لیا ہے۔آپ اپنے باقی points in writing دے دیں۔ میں نے آپ کو بہت زیادہ وقت دیا ہے۔ باقی لوگوں کا بھی حق ہے اور وہ سارے صبح سے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ تشریف رکھیں۔ جی، جوئیل عامر سہوترا صاحب!

جناب جوئیل عامر سہوترا: جناب سپیکر! میں سب سے پہلے کرسچئن کمیونٹی کی طرف سے پاکستان مسلم لیگ کی قیادت کو اس بات کے لئے مبارکباد پیش کرنا چاہوں گا کہ انہوں نے صوبائی بجٹ 2011-12 پیش کرنے کے لئے جناب کامران مائیکل صاحب کو ذمہ داری سونپی جو کہ ایک مسیحی ممبر اسمبلی اور کابینہ کے ممبر ہیں۔ میں اس حوالے سے آپ کی وساطت سے اپنے قائدین میاں محمد نواز شریف صاحب اور میاں محمد شہباز شریف صاحب کو خصوصی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ان کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہوں گا۔

جناب سپیکر! کامران مائیکل صاحب کے حوالے سے حزب اختلاف کی طرف سے کچھ دوستوں نے آج بھی کچھ تنقیدی گفتگو کی ہے۔ میری ہی کمیونٹی کے ایک فاضل ممبر اسمبلی نے گفتگو کرتے ہوئے اس کا credit میڈیا کو دیا ہے۔ یقیناً میڈیا کا کردار ہمیشہ مثبت رہا ہے اور ہم اس کو ہمیشہ خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ میں صرف یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اس سے پہلے بھی ہاؤس کی وہ کارروائی جو فنانس کے حوالے سے ہوتی تھی اس میں کامران مائیکل صاحب ہی انچارج وزیر ہوا کرتے تھے اور reply دیا کرتے تھے اس لئے اس حوالے سے یہ تنقید کرنا کہ شاید ان کا نام پہلے drop کر دیا گیا اور بعد میں ان کے نام کو شامل کیا گیا یہ درست نہیں ہے۔

جناب سپیکر! اقلیتوں کے حوالے سے جس رقم کا اعلان وزیر خزانہ صاحب نے اپنی تقریر میں کیا ہے اس پر تھوڑی تنقید ہوئی ہے کہ شاید 22 کروڑ روپے کی رقم ناکافی ہے۔ وزیر خزانہ صاحب نے یہ بات بتائی ہے کہ blocked allocation میں اس 22 کروڑ کے علاوہ 10 کروڑ روپے مزید اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے رکھے گئے ہیں اور اس رقم کو پچھلے سال کی نسبت بڑھایا گیا ہے۔ پچھلے سال 30 کروڑ روپے کا اعلان کیا گیا تھا اب اس کو بڑھایا گیا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے اس 32 کروڑ روپیہ کو اگر ڈگنا کر دیا جائے تو پھر یہ رقم کافی ہو گی کیونکہ ہمیشہ سے یہ روایت رہی ہے کہ وزیر خزانہ پچھلے بجٹ میں جتنی رقم کا اعلان کرتے ہیں اور جب اگلے بجٹ کا اعلان کرتے ہیں تو اُس رقم کو

دُگنا کر دیا جاتا ہے۔ میں محترم وزیر خزانہ سے یہ امید رکھوں گا کہ وہ اپنی wind up speech میں 32 کروڑ روپیہ کی بجائے 64 کروڑ روپیہ کا اعلان کریں۔

جناب سپیکر! یہاں پر اقلیتوں کے لئے جناح آبادی سکیم کا ذکر ہوا اور میرے بھائی نے بالکل ایک جائز بات کی کہ ان سکیموں میں اقلیتوں کا حصہ ہونا چاہئے اور میرا خیال ہے کہ اگر ایسا نہیں تو میں آپ کی وساطت سے حکومت وقت کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ جناح آبادی سکیم میں اقلیتوں کا حصہ ضرور رکھا جائے۔

جناب سپیکر! گرین ٹریکٹر سکیم کے حوالے سے یہاں پر گفتگو کی گئی کہ اس سکیم سے اقلیتوں کو حصہ نہیں ملتا۔ میرے وہ بھائی یہاں موجود ہوتے تو زیادہ بہتر تھا کہ گرین ٹریکٹر سکیم کو ایک شفاف عمل یعنی قرعہ اندازی کے ذریعے مکمل کیا جا رہا ہے اور میرے اپنے ذاتی علم میں ہے کہ اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے بہت سارے لوگ اس سکیم سے استفادہ حاصل کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر ایک اور بات کرنا چاہ رہا تھا کہ ملازمتوں میں اقلیتوں کے لئے پانچ فیصد کوٹا پر آج کے دن تک پورے انصاف سے عمل نہیں ہو رہا۔ یہ بات میرے ذاتی علم میں ہے کہ جہاں پر اچھی پوسٹوں کی advertisement آتی ہے وہاں پر کوشش کی جاتی ہے کہ اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے امیدوار تحریری ٹیسٹ یا انٹرویو میں پاس نہ ہوں کیونکہ حکومت کی کوئی ایسی پالیسی نہیں ہے کہ اقلیتوں کے لئے جو کوٹا مختص کیا گیا ہے اور اُن میں سے اگر کوئی اُس معیار پر پورا نہیں اُترتا تو اُن سیٹوں کو جنرل سیٹوں میں convert کر دیا جاتا ہے اور اقلیتوں کو اس sense میں پانچ فیصد کوٹا میں انہیں ناانصافی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

جناب سپیکر! یہاں پر گوجرہ کے واقعات کا ذکر ہوا میں اس بحث میں بھی نہیں پڑنا چاہتا کہ کون وہاں پر پہلے آیا اور کون وہاں پر بعد میں گیا کیونکہ یہ point scoring کی بات نہیں بلکہ کرسچئن کمیونٹی کے حقوق کی بات ہے میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ صاحب سے صرف یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ گوجرہ کو development کے لئے پیسا دیا جائے تاکہ وہاں کی development کا جتنا کام نامکمل ہے اُس کو مکمل کیا جا سکے۔

جناب سپیکر! میں بجٹ تقریر میں سُن رہا تھا کہ سرکاری اراضی کو واگزار کرنے کے لئے بہت تیزی کے ساتھ کام ہو رہا ہے، یقیناً میاں محمد شہباز شریف کا یہ vision ہے کہ اس صوبہ میں انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے تو اُن سے میری یہ گزارش ہو گی کہ چرچوں اور کرسچئن انسٹیٹیوٹس کی پراپرٹی پر

جن لوگوں نے قبضہ کر رکھا ہے اُن سے بھی قبضہ واگزار کرایا جائے اور انہوں نے اس سلسلہ میں ایک کمیٹی تشکیل کی ہوئی ہے تو چونکہ وزیر خزانہ کے پاس اقلیتوں کے امور کی وزارت بھی ہے تو میری یہ گزارش ہے کہ اُس کمیٹی کو فعال کیا جائے تاکہ چرچوں کی پراپرٹی کو واپس لیا جاسکے۔

جناب سپیکر! تعلیم کے حوالے سے یقیناً صوبائی حکومت کا focus ہے کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ تعلیم کے میدان میں ترقی کرنے کے بعد ہی اس ملک کے دوسرے مسائل پر قابو پایا جاسکتا ہے اس لئے میری یہ گزارش ہوگی کہ ایسے مسیحی تعلیمی ادارے جن کو نیشنلائز کیا گیا تھا تو میں حکومت سے یہ گزارش کروں گا اور میں یہاں پر رنگ محل سکول اور تحصیل سمندری میں خوش پور ایک تعلیمی ادارہ ہے ان کا ذکر خصوصی طور پر کرنا چاہوں گا کہ ایسے تمام تعلیمی ادارے اصل مالکان کو واپس کر دیئے جائیں تاکہ وہ تعلیمی میدان میں اپنی خدمات کا سلسلہ کار شروع کر سکیں۔

جناب سپیکر! میں اقلیتوں کے حوالے سے ایک اور گزارش کرنا چاہوں گا اور میں نے پچھلے بجٹ میں بھی وفاقی حکومت سے یہ گزارش کی تھی کہ اقلیتوں کو double vote کا حق ضرور دیں تاکہ ہم اپنے نمائندگان کو right of vote کے ذریعے اس ہاؤس میں بھیج سکیں۔

جناب سپیکر! میری یہ خواہش تھی کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے میجر (ر) گوندل صاحب یہاں پر تشریف رکھتے وہ اپنی تقریر میں ذکر کر رہے تھے کہ امریکی سفیر منٹر نے ان کے ساتھ کوئی گفتگو کی، انہوں نے کہا کہ پاکستانی سیاستدان جب ہمارے پاس آتے ہیں تو اُن کا روّیہ کچھ اور ہوتا ہے، جب وہ عوام کے پاس جاتے ہیں تو اُن کا روّیہ کچھ اور ہوتا ہے تو وہ شاید اپنی قیادت کے بارے میں یہ بات کرتے ہوں، میں اُن کو صرف یہ یاد کروانا چاہتا تھا کہ ہماری قیادت کے کردار اور اُن کے ماضی کو پوری قوم جانتی ہے۔ گوندل صاحب نے ایک سفیر کی بات کی، ہماری قیادت نے امریکی صدر کے بار بار فون کرنے کے باوجود، ہر قسم کے دباؤ کے باوجود اور ہر قسم کے لالچ کے باوجود پاکستان میں ایٹمی دھماکے کئے۔ ہماری قیادت نے عدلیہ کی بحالی کی تحریک کا جب آغاز کرنا تھا تو امریکی سفیر نے میاں محمد نواز شریف سے بار بار رابطہ کر کے انہیں اس تحریک سے روکنے کی کوشش کی لیکن قوم اس بات کی گواہ ہے کہ کس نے امریکی ٹیلی فون اور امریکی سفیر کے ٹیلی فون اور پیغامات کو رد کیا اور قوم کے مفادات اور قوم کی آواز کو آگے لے کر چلتے ہوئے قوم کے تحفظ کی بات کی۔ یہ واقعات تو شاید گوندل صاحب کو بھول گئے ہوں، ابھی بہت دور کی بات نہیں بلکہ پچھلے ماہ کی بات ہے کہ اس صوبہ کے وزیر اعلیٰ نے جب اغیار سے امداد نہ لینے کا اعلان کیا تو

اس بات کی تکلیف بھی سب سے زیادہ امریکیوں کو ہوئی اور انہوں نے بار بار میاں محمد شہباز شریف سے رابطہ کیا اور اس طرح کا اعلان نہ کرنے کے لئے دباؤ ڈالتے رہے لیکن ہماری قیادت نے صاف انکار کر دیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ ہاؤس کا وقت آدھا گھنٹہ اور بڑھایا جاتا ہے۔ اب جناب جاوید حسن گجر صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ رانا آصف محمود صاحب!

رانا آصف محمود: جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ 12-2011 پر اظہار خیال کا موقع دیا۔ میں حکومت پنجاب اور وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے انتہائی مشکل معاشی حالات میں ایک عوام دوست بجٹ پیش کیا۔ میں مسلم لیگ (ن) کی قیادت کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے اقلیتی ممبران پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے جناب کامران مائیکل کو یہ بجٹ پیش کرنے کا موقع فراہم کیا۔ میں اس سلسلہ میں آپ کی خدمت میں ایک تاریخی واقعہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ قیام پاکستان کے وقت جب پنجاب کے الحاق کی قرارداد پیش ہوئی تو اُس میں اقلیتی ممبران نے ایک کلیدی کردار ادا کیا اور اُس ووٹنگ کے بعد حضرت قائد اعظم نے اقلیتی ممبران کو ملاقات کا شرف بخشا اور اُس ملاقات میں قائد اعظم نے اقلیتی ممبران ایس پی سنگھا، گیبن صاحب اور ہمارے دوسرے اقلیتی ممبران شامل تھے اُن سے وعدہ کیا کہ آئندہ بننے والی انتظامیہ اور کابینہ میں اقلیتی ممبران کو انتہائی اہم عہدے دیئے جائیں گے۔ اُس وقت کی پنجاب اسمبلی کے اقلیتی ممبران نے صدق دل سے قائد اعظم کی قیادت کو قبول کیا لیکن باوجود اُن میں سے کسی کو کوئی اہم عہدہ نہ دیا گیا۔ آج 63 سال کے بعد ہمارے قائد میاں محمد شہباز شریف نے کامران مائیکل کو وزیر خزانہ مقرر کر کے قائد اعظم کا وہ وعدہ، جو انہوں نے اقلیتی ممبران سے کیا تھا، اُس وعدہ کو پورا کیا۔

جناب سپیکر! میں اس بجٹ کے سلسلہ میں چند گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔ تعلیم کا شعبہ کسی بھی ملک کی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ میں میاں محمد شہباز شریف کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے سیالکوٹ کی عوام کو میڈیکل کالج اور خواتین یونیورسٹی کا تحفہ دیا ہے۔ اقبال اور فیض کے شہر میں باقاعدہ یونیورسٹی نہیں ہے، میری یہ گزارش ہے کہ مرے کالج جہاں پر ایم اے کی کلاسوں کا اجراء ہوتا ہے، اُسے یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے۔ مرے کالج وہ تعلیمی ادارہ ہے جہاں پر علامہ محمد اقبال نے تعلیم حاصل کی تھی۔ میری تجویز ہے کہ مرے کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دے کر اس کا نام مرے کالج علامہ اقبال یونیورسٹی رکھا جائے۔ میں یہ بھی گزارش کرتا ہوں کہ مرے کالج کو اس کے سابقہ مالکان چرچ آف سکاٹ لینڈ کو واپس کیا جائے پھر اسے یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے اور ایک چارٹرڈ یونیورسٹی کی حیثیت سے مرے

کالج کا قیام عمل میں لایا جائے جیسا کہ لاہور میں ایف سی کالج میں ہوا ہے اور ایف سی کالج ایک انتہائی کامیاب ادارے کی صورت میں سامنے آیا ہے۔

جناب سپیکر! بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ مشنری سکولوں کے متعلق فیصلہ 1998 میں مسلم لیگ (ن) کی حکومت نے کیا تھا۔ جب میاں محمد شہباز شریف وزیر اعلیٰ تھے تو انھوں نے پنجاب بھر میں دس مشنری سکول واپس کئے تھے جن میں ایک مشن گرلز ہائی سکول، حاجی پورہ، سیالکوٹ بھی شامل تھا لیکن اس وقت چند انتظامی وجوہات کی وجہ سے مشن گرلز ہائی سکول، حاجی پورہ، سیالکوٹ کی واپسی ممکن نہ ہوئی اس کا نوٹیفکیشن 30۔ جون 1998 کو بحکم میاں محمد شہباز شریف صاحب ہوا تھا۔ میری اب وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ التماس ہے کہ اب وہ اپنے اس وعدے کو پورا کریں اور اس سکول کو بھی اس کی پرانی انتظامیہ کو واپس کریں جس کا نوٹیفکیشن 1998 میں جاری کیا گیا تھا۔

جناب والا! اس بجٹ میں TEVTA کو مالی خود مختاری دی گئی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ TEVTA زکوٰۃ پر چلتا ہے۔ ہماری درخواست پر وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس میں اقلیتی طلباء وطالبات کے داخلے کا اہتمام کیا، بیت المال نے وعدہ کیا تھا کہ اس کے لئے فنڈز دیئے جائیں گے لیکن وہ فنڈز نہ دیئے گئے۔ میری یہ التماس ہے کہ بیت المال سے وہ فنڈز مہیا کئے جائیں تاکہ TEVTA کے اداروں میں اقلیتی طلباء وطالبات کا داخلہ ممکن ہو۔

جناب والا! آج میں ایک خاص مسئلہ کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اس ایوان میں یہ بتایا گیا کہ الکوحل مشروبات کی فروخت سے بے پناہ ٹیکس حاصل کیا جاتا ہے۔ ان مشروبات کی فروخت کے لئے حکومتوں نے اقلیتوں کو خصوصی طور پر پرمٹ جاری کئے ہوئے ہیں، اس پرمٹ سے شراب یا الکوحل مشروبات صرف فور سٹار ہوٹلوں سے خریدے جا سکتے ہیں۔ یہ پرمٹ صرف پنجاب میں ہے، سندھ اور بلوچستان میں پرمٹ کی ضرورت نہیں وہاں پر کسی اقلیتی شخص کا شناختی کارڈ ہی اس کے لئے کافی ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ جیسے دوسرے صوبوں میں ہے اسی طرح پنجاب میں کیا جائے۔ اس کے علاوہ دوسرے صوبوں میں الکوحل مشروبات کے لئے اقلیتی آبادیوں میں دکانیں بنائی گئی ہیں ان کو لائسنس دیا گیا ہے۔ وہاں پر کسی فور سٹار یا فائیو سٹار ہوٹل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ گوجرانوالہ ڈویژن میں میرے شہر سیالکوٹ میں کوئی فور سٹار ہوٹل نہیں ہے اور لوگوں کو لاہور آنا پڑتا ہے، واپسی پر جب انھیں بسوں سے اتارا جاتا ہے تو ان کے ساتھ تذلیل آمیز سلوک کیا جاتا ہے۔ میری گزارش ہے کہ دوسرے صوبوں کی طرح پنجاب میں بھی شناختی کارڈ کو ہی پرمٹ تصور کیا جائے۔ سیالکوٹ،

گوجرانوالہ، گجرات اور نارووال میں جہاں پر فور سٹار ہوٹل نہیں ہیں وہاں سندھ اور بلوچستان کی طرز پر مسیحی آبادیوں میں الکوحل مشروبات کے لئے دکانیں قائم کرنے کی اجازت دی جائے۔ میں وقت کی کمی کے باعث اپنی تقریر کو wind up کر رہا ہوں۔ میں آخر میں اپنے بھائی کامران مائیکل کو ایک شعر کی صورت میں دعا پیش کرنا چاہتا ہوں کہ

تمھارا عزم تمھیں لے گیا بلندی پر
خدا کرے کہ بہاروں سے ہمکنار ہو تم
دعائیں شامل ہیں اس میں کچھ بزرگوں کی
خدا کرے کہ بہاروں سے کامدار ہو تم

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ چودھری جاوید احمد صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب سعید مغل صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ سید ناظم حسین شاہ صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب احمد کریم قسور لنگڑیال صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب خالد جاوید اصغر گھرال صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ انجینئر شہزاد الٰہی صاحب!

انجینئر شہزاد الٰہی: جناب سپیکر! بہت شکریہ کہ آج آپ نے مجھے بجٹ 12-2011 کے لئے بولنے کا موقع دیا۔ میں سب سے پہلے وزیر خزانہ کامران مائیکل صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے جو بجٹ پڑھا بڑے اچھے طریقے اور جوش و خروش سے پڑھا جیسے پنجابی میں کہتے ہیں کہ "پانی پیا پیا ماریا" تو انھوں نے پانی پی پی کر بجٹ پڑھا کیونکہ بنیادی طور پر ان سے کوئی مشاورت نہ کی گئی تھی بلکہ یکدم ان کو یہ ذمہ داری سونپ دی گئی اور بابو کا بنایا ہوا بجٹ ان کے سپرد کر دیا گیا۔ میں پھر بھی ان کو بجٹ پڑھنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! وقت کافی ہو گیا ہے اور کافی ممبران جا چکے ہیں اس لئے میں اپنی تقریر کو مختصر کرتا ہوں۔ اس بجٹ میں صرف نعرے اور بڑھکیں نظر آتی ہیں، ہاں اگر کوئی چیز نظر آتی ہے تو بابوؤں اور بیوروکریسی کی برتری نظر آتی ہے۔ وزیر خزانہ سے حلف لے کر پوچھیں کہ کیا آپ سے مشاورت کی گئی ہے یقیناً جواب نفی میں ہوگا۔ اگر بجٹ کو کھولا جائے تو سب سے پہلے اس میں سیلاب کی تباہ کاریوں کا ذکر آتا ہے۔ مجھے یہ تصاویر آپ کو پیش کرنے میں کوئی عار نہیں کہ حکومت کی طرف سے ادھر بڑے بلند و بانگ دعوے کئے جا رہے ہیں کہ ہم نے سیلاب میں یہ کر دیا، وہ کر دیا۔ ادھر اخبارات نے گزشتہ سال آنے والے سیلاب میں Irrigation کے سربراہ کو سینکڑوں لوگوں کی موت اور اربوں روپے کے

نقصان کا ذمہ دار ٹھہرایا تھا اور عدالتی کمیشن نے بھی اس شخص کو ذمہ دار ٹھہرایا لیکن اس شخص کو حکومت پنجاب نے محکمہ توانائی میں سیکرٹری کا عہدہ تحفہ میں دے دیا۔ میں اخبارات کی cutting بھی آپ کو دے رہا ہوں۔ آپ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ ہم عوام کے ساتھ ہیں، وہ کون سی موٹر سائیکل تھی جو کہ سیلاب میں چل رہی ہے اور وزیراعلیٰ صاحب پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ اگر وہ ایک ایک موٹر سائیکل ان کو بھی دے دیتے تو شاید اتنی اموات نہ ہوتیں۔ یہ بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بیوروکریسی کس طرح پنجاب کے عوام کو جھنجھوڑ رہی ہے اور پھر بھی وہ پاک صاف ہو کر سیکرٹری توانائی بن جاتے ہیں۔

جناب سپیکر! اسی طرح گوجرہ کا واقعہ ہوتا ہے، نہتے مسیحیوں پر گولیاں چلائی جاتی ہیں اور جوڈیشل کمیشن میں اس R.P.O کو صوبہ بدر کیا جاتا ہے لیکن پتا نہیں کیوں پنجاب حکومت انہی لوگوں کو نوازتی ہے، انہی کو انعامات دیتی ہے کہ دوبارہ اس کو فیصل آباد میں رکھا گیا جبکہ پنجاب حکومت اس بات پر بڑا شور اور واویلہ کر رہی ہے کہ ہم عدلیہ کے فیصلوں کو مانتے ہیں تو کیا عدلیہ کے اس فیصلے کو مانا گیا ہے کہ اس R.P.O کو جس کو صوبہ بدر کیا گیا تھا سی سی پی او لاہور لگایا گیا۔ جب ہائی کورٹ نے مداخلت کی تو دوبارہ اس کو فیصل آباد بھیج دیا گیا اور اب خدا کی شان دیکھئے کہ یہ جوڈیشری کا نعرہ لگانے والوں نے خود ہی اس کے احکامات نہ مان کر دوبارہ پھر اس کو سی سی پی او لاہور بنا کر انعام دیا ہے۔ اس نے آتے ہی جعلی پولیس مقابلوں میں گیارہ انسانوں کا خون کرا دیا ہے۔ میں اس کی cutting آپ کو دیتا ہوں جس میں اس نے گیارہ بندوں کا خون کیا، اس کو پریس بھی مان رہی ہے اور عوام بھی کہہ رہی ہے۔ یہ کیسی بیوروکریسی ہے اور یہ کیسی حکومت ہے؟

جناب سپیکر! اسی طرح کا ایک واقعہ ہوا ہے جو آپ کی نظر میں بھی ہے کہ ایم ڈی سالڈ ویسٹ مینجمنٹ کے پاس مسیحیوں کے لئے کچھ لیڈر روزوں کے ایام میں گئے کہ جس طرح مسلمان بھائیوں کو آپ روزوں میں relaxation دیتے ہیں ہمیں بھی دو گھنٹے کی relaxation دیں لیکن ایم ڈی نے بہت نازیبا الفاظ استعمال کئے اور وہاں پر پانچ witness لوگ جب ہمارے پاس آئے تو اِس بات کو ہم ہاؤس میں لے کر آئے جس پر آپ نے ہاؤس میں ایک کمیٹی بنائی کہ انکوائری کی جائے۔ اُس انکوائری کی رپورٹ میں آپ کو پیش کر رہا ہوں جس میں تمام ممبران نے لکھا ہے کہ ایم ڈی بالکل guilty ہے اور اُس نے یہ کام کیا ہے لہذا اُس کے خلاف قانونی کارروائی ہونی چاہئے۔ ہمارے فنانس منسٹر جناب کامران مائیکل صاحب اُس کمیٹی کو Chair کر رہے تھے اور باقاعدہ اس رپورٹ کے نیچے اُن کے sign ہیں۔ یہ document میں آپ کو بطور ثبوت دے رہا ہوں کہ اس صوبہ میں کیا ہو رہا ہے؟ منسٹر

صاحب نے لکھ کر دیا اور اگلے ہی دن اخبار میں ایک تراشا آ گیا کہ ایم ڈی سالڈ ویسٹ مینجمنٹ بے گناہ ثابت پائے گئے۔ اب مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ جو اُن کے ہاتھ کا لکھا ہے اُس کو صحیح مانوں یا اِس اخبار کے تراشے کو صحیح مانوں؟ جو پانچ بندے witness تھے اُن کو ایم ڈی کی طرف سے warning دے کر نوکریوں سے فارغ کر دیا گیا، آپ دیکھیں کہ کس طرح انتقامی کارروائی کی گئی۔ مزید ہاؤس میں اُس کی رپورٹ پیش نہیں کی گئی۔ پچھلے اجلاس میں ہم نے آپ سے کہا تھا کہ انکوائری رپورٹ لی جائے جس پر آپ نے کہا تھا کہ جیسے ہی کامران مائیکل صاحب آتے ہیں اُن سے رپورٹ لیتے ہیں لیکن وہ آج تک رپورٹ ہاؤس میں پیش نہ ہو سکی۔ یہاں پر بیوروکریسی کو کس طرح نوازا اور بچایا جا رہا ہے؟

جناب سپیکر! اسی طرح (ن) لیگ کی طرف سے ملازمتوں میں اقلیتوں کے لئے پانچ فیصد کی بڑی دھوم مچائی جا رہی ہے لیکن میرے پاس ایک رپورٹ ہے کہ قصور میں درجہ چہارم کی 445 ملازمتیں محکمہ تعلیم کی طرف سے announce ہوئیں لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ اس میں انہوں نے پانچ فیصد کوٹا صرف سینٹری ورکر کی ملازمت میں دیا ہے جس کو باقاعدہ انہوں نے mention بھی کیا ہوا ہے۔ یہ paper بھی میں آپ کی نذر کرتا ہوں کیونکہ مجھے امید ہے کہ آپ اس پر کچھ نہ کچھ ضرور action لیں گے۔ یہاں پر کچھ ممبران ہنس رہے ہیں لیکن یہ ہنسنے والی بات نہیں ہے بلکہ ایک لمحہ فکریہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، آپ کی بات پر نہیں ہنس رہے۔

انجینئر شہزاد الہیٰ: جناب سپیکر! یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کہ ہم لوگ کتنے محب وطن ہیں اور پیار کرنے والے ہیں کہ ہم اقلیتوں کے ساتھ کس کس طریقے سے ظلم اور زیادتیاں کی جا رہی ہیں۔ یہ اس معاشرے اور اس صوبہ کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ جو بلند و بالا دعوے کئے جاتے ہیں، بڑھکیں ماری جاتی ہیں اور نعرے لگائے جاتے ہیں لیکن output بالکل زیرو ہے۔ مجھے اس بات پر بھی دکھ ہے کہ بجٹ 2010-11 میں اقلیتوں کے لئے جو فنڈ مختص کیا گیا وہ 220 ملین روپے کا تھا۔ اس فنڈ کے حوالے سے اگر میں یہ کہوں کہ میرا بھائی کامران مائیکل جو فنانس منسٹر ہے وہ بھی بے بس نظر آیا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ آپ انتہا دیکھیں کہ ہمارا بھائی جس کے پاس اقلیتی امور کی وزارت اور پھر وزارت خزانہ بھی ہے لیکن اس کے باوجود جون کے آخر میں صرف ایک کروڑ 70 لاکھ روپے کا فنڈ release ہو رہا ہے جو ابھی تک implement نہیں ہوا بلکہ چند سکیمیں چل رہی ہیں باقی سب رکی ہوئی ہیں۔ ہماری پارٹی کی منحرف جو ہمارے دَور میں منسٹر بھی تھیں اُن کو 2 کروڑ 30 لاکھ روپے دیئے گئے جس سے 100 فیصد کام مکمل ہو گئے۔ ہمارے فنانس

منسٹر صاحب تو اپنے حقوق ہی نہ لے سکے تو وہ صوبہ پنجاب کے حقوق کی بات اور اقلیتوں کی بات کیسے کریں گے ؟ اسی وجہ سے اس مرتبہ پورے پنجاب کے اقلیتوں کے لئے صرف 22 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ذرا wind up کر لیں کیونکہ کافی ٹائم ہو گیا ہے۔

انجینئر شہزاد الہٰی: جناب سپیکر! اقلیتوں کی طرف سے صرف ایک ہی آواز ہے باقی سب خوشامد کر گئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، آپ کو کافی ٹائم دیا ہے۔ اب پلیز wind up کر لیں۔

انجینئر شہزاد الہٰی: جناب سپیکر! پچھلے دنوں "سماء" چینل والوں نے نواز شریف کالونی میں ایک پروگرام کا انتظام کیا جو ڈاکٹر سعید الہٰی کا حلقہ ہے وہاں پر مجھے بھی مدعو کیا گیا لیکن متعلقہ ایم پی اے صاحب نہ پہنچے۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ نواز شریف کالونی کے 95 فیصد لوگ ہیپاٹائٹس کے مریض ہیں جس کی "سماء" چینل نے براہ راست کوریج کی۔ یہ وہ کالونی ہے جو میاں محمد نواز شریف اور میاں محمد شہباز شریف کے گھر کے سامنے چائنا بستی کے نام سے تھی اور انہیں گوارا نہ تھا کہ وہ لوگ وہاں پر بیٹھیں اس لئے انہیں وہاں سے دوسری جگہ پر شفٹ کر دیا گیا لیکن اُن لوگوں کو جو پانی سپلائی کیا جا رہا ہے وہ نالے سے جا رہا ہے اس لئے وہاں کے 95 فیصد لوگ ہیپاٹائٹس کے مریض ہیں۔ ڈاکٹر سعید الہٰی جو ہسپتالوں کا شاید visit کرتے ہوں لیکن اُس پروگرام میں نہ آئے۔ وہاں کے لوگ رو رہے تھے تو میں نے کہا کہ میں صبح ایم ڈی واسا سے ملتا ہوں۔ جب میں نے ایم ڈی واسا سے بات کی تو انہوں نے کہا کہ اس کے لئے 17 کروڑ روپے چاہئیں۔ جب ایک چھوٹے سے علاقے کی water supply کے لئے 17 کروڑ روپیہ چاہئے تو پھر یہ 22 کروڑ روپیہ پورے پنجاب میں کہاں کہاں پر لگائیں گے ؟ پنجاب میں 62 حلقے ایسے ہیں جہاں اقلیتی متحد ہو جائیں تو وہ اپنا ایم پی اے خود منتخب کر سکتے ہیں۔ ایم ڈی نے کہا کہ ہمارے پاس اس کے لئے فنڈز نہیں ہیں لہذا آپ اپنے اقلیتی وزیر سے بات کریں مگر اقلیتی وزیر بے چارا خود مجبور ہے جو اپنے حقوق کا تحفظ نہیں کر سکا۔ میں اپنے بھائی کامران مائیکل سے کہتا ہوں کہ خدارا اٹھو، [******] اپنے اور اپنے اقلیتی عوام کے لئے حقوق بھی لو اور اس کے لئے پوری قوم اور ہم آپ کے ساتھ ہیں ورنہ جس طرح اِس دورِ حکومت میں گوجرہ، قصور، سمبڑیال اور پھر فیصل آباد میں جو ظلم و زیادتیاں مسیحیوں سے ہوئی ہیں وہ روزانہ ہوں گی۔ جس طرح عوام آج یہ کہہ رہی ہے کہ اس کی ذمہ دار موجودہ حکومت ہے تو اس میں کامران مائیکل کا نام بھی آتا ہے کیونکہ وہ منسٹر ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ اب تشریف رکھیں۔ جناب محمد یعقوب ندیم سیٹھی!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جی، پرویز رفیق صاحب!

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر صفحہ نمبر 473 الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! میں کل بات کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ جناب نعیم صفدر انصاری!

حاجی محمد نعیم صفدر انصاری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کا شکریہ۔ میں سب سے پہلے ایک انتہائی متوازن، غریب دوست اور عوامی حکومت کا عوامی بجٹ پیش کرنے پر وزیر خزانہ کامران مائیکل صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! شہزاد الٰہی صاحب نے کامران مائیکل صاحب کے لئے غیر پارلیمانی الفاظ بولے ہیں لہذا میری یہ request ہے کہ انہیں کارروائی سے حذف کر دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، غیر پارلیمانی الفاظ کارروائی سے حذف کئے جاتے ہیں۔

حاجی محمد نعیم صفدر انصاری: جناب سپیکر! میں وزیر خزانہ جناب کامران مائیکل صاحب اور قائد محترم میاں محمد شہباز شریف صاحب کو مبارکباد اور خراج تحسین بھی پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے آج دہشت گردی کا دور دورہ، international crisis و دیگر انتہاپسندی جیسے گھمبیر حالات میں بھی اس قدر عوامی ترجمانی کرتا ہوا بجٹ پیش کیا۔ ویسے تو وقت کی قلت کی وجہ سے point to point ہی بات ہو گی۔ وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں تقریباً ہر محکمے پر بات کی اور further اگلے سال کے plans بھی دیئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح پچھلے سال میاں صاحب نے اپنے وعدے اور جو یہاں پر بجٹ کی speech کی اس پر الحمد للہ عملدرآمد ہوا اور آج بھی جاری ہے۔ ان میں I.T. Labs، مفت ادویات اور دیگر بہت سارے ایسے منصوبہ جات جو آج بھی عوامی خدمت کے لئے پیش پیش ہیں وہ انشاء اللہ تعالیٰ اگلے سال بھی جاری رہیں گے۔ آئندہ بجٹ میں فیصلہ کیا گیا کہ I.T.Labs کا نفاذ ایلیمنٹری سکول تک بھی ہو گا تو میں سمجھتا ہوں کہ ہماری آنے والی نسلیں جدید خطوط پر انشاء اللہ I.T کی تعلیم اور دیگر شعبوں میں ترقی کر سکیں گی۔

جناب سپیکر! جس طرح سائنس لیبارٹریوں کا اجراء ہو رہا ہے ویسے تو یہ بہت common سی بات ہے مگر پھر بھی اس حکومت کی زیر نگرانی یہ پراجیکٹ چلے گا تو اس کے بھی انشاء اللہ تعالیٰ بڑے مثبت اثرات نظر آئیں گے۔ ابھی صبح یہاں سکولوں کی اپ گریڈیشن اور missing facilities کے حوالے سے بڑی تفصیلاً بات ہوئی۔ میں مختصراً بتاتا چلوں کہ الحمد للہ جس طرح ہمیں ایم پی اے پیکیج ملتا رہا ہے یہ آئندہ سال بھی ملے گا۔ میرا حلقہ ضلع قصور میں ہے جہاں 1971 سے ایک بھی سکول اپ گریڈ ہوا اور نہ نیا تعمیر ہو سکا لیکن الحمد للہ جب سے ہماری حکومت آئی ہے تقریباً 8 سے 10 سکول نئے بنے اور اپ گریڈ ہو کر operational ہیں اور اگلے سال بھی انشاء اللہ تعالیٰ 10 سے 12 سکول اسی طرح اپ گریڈ کریں گے۔

جناب سپیکر! تعلیمی میدان میں میاں صاحب کی قیادت میں ہونہار بچوں کے لئے ہونے والے تقریری مقابلے بڑے خوش آئند ہیں۔ میری ایک چھوٹی سی request ہوگی کہ جس طرح بچوں کی حوصلہ افزائی کے لئے انہیں انعامات سے نوازا جاتا ہے اسی طرح ان کے اساتذہ کے لئے بھی کچھ انتظام ہونا چاہئے جن کی محنت سے وہ یہاں پہنچ کر انعامات حاصل کرتے ہیں۔ ویسے تو میاں صاحب نے ہمارے شہر قصور کے لئے گرلز کالج کی منظوری دے دی ہے لیکن بدقسمتی سے وہاں پر جگہ دستیاب نہیں ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ جگہ کا بھی بندوبست کر کے دیا جائے شاید acquisition پر کچھ پابندیاں ہیں تو ہمیں relaxation دی جائے کیونکہ almost ہمارا شہر چار سے پانچ لاکھ کی آبادی پر مشتمل ہے لیکن وہاں پر صرف ایک گرلز کالج ہے۔ یہ ہمارا دیرینہ مطالبہ اور ہماری ضرورت بھی ہے تو ازراہ مہربانی اسے consider کر لیا جائے۔

جناب سپیکر! قصور شہر کے لئے سٹی پیکج دیا گیا جس میں سب سے اہم شہر کے روہی نالے کا پراجیکٹ ہے جس پر پینتیس سے چالیس سال سے صرف سیاست ہی ہوتی رہی ہے لیکن الحمد للہ ہمیں یہ بات کہتے ہوئے فخر محسوس ہو رہا ہے کہ ہمارے قائد نے اس دفعہ 2۔ارب 27 کروڑ روپے کے روہی نالے کے پراجیکٹ پر کام شروع کرایا جو کہ تیز رفتاری سے جاری ہے۔ میں وزیر خزانہ صاحب سے چھوٹی سی عرض کروں گا کہ اگر اس حوالے سے کبھی ہمیں فنڈز کے تعطل ہونے کی شکایت ہو تو مہربانی کر کے اسے clear کر دیں۔ گزشتہ سال سیلاب کی وجہ سے کچھ breakage آیا لیکن میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ سال ہمارے رُکے ہوئے فنڈز بھی clear ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر! فیروزپور روڈ کے متعلق بڑی تفصیل کے ساتھ میاں صاحب نے بتایا اور میرا خیال ہے کہ ہمارے سیاسی مخالفین کی تسلی ہو گئی ہو گی لیکن میں پھر بھی اس چیز پر میاں صاحب کی کاوشوں اور محنت پر جتنا بھی خراج تحسین پیش کروں وہ کم ہے کیونکہ جس طرح کا یہ منصوبہ تھا تو یہ صرف انہی کا کارنامہ ہے کہ اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ ابھی کچھ دن پہلے ہماری میٹنگ ہوئی تو میں نے ان سے دوبارہ یہی گزارشات کیں کہ ہم نے اس منصوبے کو الحمد للہ مکمل تو کر لیا ہے لیکن اسے سنبھالنا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ کچھ road cuts تھے، breaker کا معاملہ تھا اور بھی بہت ساری چیزیں تھیں مگر انہوں نے مہربانی کرتے ہوئے سیکرٹری صاحب کے ذمہ لگایا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ بہت سارے معاملات ان کی نگرانی میں حل کریں گے۔

جناب سپیکر! اس دفعہ سٹی پیکج کے باقی فنڈز تقریباً 25 کروڑ کے قریب تھے جو بجٹ میں بھی رکھے گئے تو میں وزیر خزانہ سے بھی یہ request کروں گا کہ وہ انہیں خود monitor کریں اور ہمیں یہ پیسے مکمل اور وقت پر دے دیئے جائیں تاکہ کام مکمل کر سکیں۔

جناب سپیکر! ہمارے شہر کے D.H.Q ہسپتال کا مسئلہ شروع دن سے ہی ایسا ہے لیکن یہ ایک واحد چیز ہے جو ابھی تک ہم سے نظر انداز ہو رہی ہے۔ ہم نے عملی طور پر اپنی آواز تو ہر جگہ بلند کی ہے لیکن شاید ڈاکٹرز اور سٹاف کی کمی تھی۔ بہرکیف ہمارے D.H.Q ہسپتال کے اندر ہی 25 ایکڑ اراضی موجود ہے اور اگر مناسب سمجھا جائے تو 25 ایکڑ جگہ ایک میڈیکل کالج کے لئے بڑی feasible ہوتی ہے اور site بھی دستیاب ہے تو مہربانی کر کے اگر وزیر خزانہ صاحب، وزیر اعلیٰ صاحب تک ہمارا یہ مطالبہ پہنچا دیں کہ وہاں "بلھے شاہ میڈیکل کالج" کی منظوری دے دی جائے تو یہ ہمارے لئے بڑے اعزاز کی بات ہو گی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمارا D.H.Q ہسپتال بھی operational ہو جائے گا۔

جناب سپیکر! قصور شہر کو ماڈل سٹی میاں صاحب نے دو تین سال پہلے ہی قرار دیا تھا اور ماڈل سٹی کی requirements میں ہے کہ بس سٹینڈ شہر سے باہر ہوں تو ہمارے بس سٹینڈ کو بھی پچھلے بجٹ میں consider کیا گیا بلکہ میں اسے بس سٹینڈ کہہ کر شاید اس کی توہین کر رہا ہوں وہ ایک منی ائرپورٹ ہے جس کا P.C-I تیار ہوا ہے اور جس پر کام جاری ہے۔ ابھی دو تین دن پہلے میاں صاحب نے پارلیمانی پارٹی کی میٹنگ میں آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کو قصور شہر میں بھی شروع کرنے کا حکم دیا ہے تو میری یہ گزارش ہو گی کہ جس طرح آشیانہ سکیم کے لئے وہاں پر جگہ دیکھی جا رہی ہے تو دانش سکول بھی وہاں پر بنایا جائے۔ یہاں پر بہت سارے ہمارے دوست زراعت سے وابستہ ہیں اور زراعت سے متعلق ہی

mostly بات ہوتی ہے۔انڈسٹری کے حوالے سے بہت کم بات ہوتی ہے۔ ہمارا شہر انڈسٹری اور خاص طور پر کینوس بنانے کے حوالے پاکستان میں واحد شہر ہے جہاں almost ساری ہوم انڈسٹری ہی ہے۔ جس طرح آج energy کا crisis ہے تو ہمارا شہر اس حوالے سے بہت suffer کر رہا ہے۔ بہت ساری تجاویز آئیں تو humble submission کے طور پر ہماری بھی یہ تجویز add کر لیں کہ حکومت پنجاب اپنی مدد آپ کے تحت جس طرح توانائی کے بحران پر قابو پانے، اپنے طور پر ڈیم اور بجلی بنانے کے پراجیکٹس پر کام کرنا چاہ رہی ہے تو مہربانی کر کے ان چیزوں کو ترجیحی بنیادوں پر رکھیں تاکہ انڈسٹری کی تباہی و بربادی کو روک کر اسے دوبارہ سے سنبھالا دیا جا سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایوان کا وقت مزید آدھ گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔ سیدہ ماجدہ زیدی صاحبہ!

سیدہ ماجدہ زیدی: شکریہ۔ جناب سپیکر! مجھے لگتا ہے کہ آج آپ نے میرا امتحان لیا ہے کیونکہ میں کل اپنا نام سیکرٹری صاحب کو سب سے پہلے دے کر گئی تھی اور میرا نمبر اس سے بہت پہلے آنا چاہئے تھا anyhow جو بھی ہے۔ اب تقریر کا وہ temperament تو نہیں ہے لیکن پھر بھی میں گزارشات عرض کرتی ہوں۔

جناب سپیکر! میں سب سے پہلے وزیر خزانہ جناب کامران مائیکل کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے صوبہ پنجاب کا سالانہ بجٹ 12-2011 پیش کیا۔ انہوں نے اپنے فرض کو بڑی خوش اسلوبی سے نبھایا لیکن ان کے چناؤ نے میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن کی اہلیت اور قابلیت پر ایک سوالیہ نشان چھوڑ دیا ہے۔ کسی بھی پروگرام یا منصوبے کی کامیابی کا دارومدار اس کے بنانے والے پر ہوتا ہے۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ اس بجٹ کے باوجود اللہ صوبہ پنجاب اور پنجاب کے عوام پر رحم کرے۔ گزشتہ سال کے بجٹ میں تعلیم کے لئے 26۔ارب 30 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی اور اس سال 25۔ارب 59 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔۔۔

ایک معزز ممبر: یہ دیکھ کر پڑھ رہی ہیں۔

سیدہ ماجدہ زیدی: figure تو سارے دیکھ کر ہی پڑھتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ Chair کو مخاطب کر کے بات کریں۔

سیدہ ماجدہ زیدی: یہ تو حوصلہ کریں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ بات کریں۔

سیدہ ماجدہ زیدی: اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حکومت تعلیم پر کتنی توجہ دے رہی ہے اور اس کی ترقی کے لئے کتنی کوشاں ہے۔ اسی بجٹ میں ایک دانش سکول کا شوشہ بھی چھوڑا گیا ہے جس میں ایک ارب روپیہ ایک ہی سکول پر خرچ آتا ہے جبکہ پنجاب حکومت اس سال آٹھ دانش سکول مزید بنانے کا اعلان کر چکی ہے۔ دانش سکول میں ایک بچے پر ماہانہ 18 ہزار روپے خرچ کئے جاتے ہیں جبکہ عام سرکاری سکول میں ایک بچے پر17,18 سو روپے خرچ کئے جاتے ہیں۔ آپ تعلیم کے اس فرق کو کس طرح مٹائیں گے؟ 62ہزار سکولوں میں missing facilities کے لئے ایک ارب روپے رکھے گئے ہیں اور سکولوں کی مرمت کے لئے صرف 54 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ یہ غریب بچوں کے ساتھ ظلم ہے۔ سرکاری سکولوں میں پینے کا پانی ہے، چھتیں ہیں، فرنیچر ہے اور نہ پنکھے ہیں۔ ایک سروے کے مطابق پنجاب کے 62ہزار سکولوں میں بچوں کو پینے کے لئے مضر صحت پانی مل رہا ہے۔ اگر آج آپ سکولوں میں ہیپاٹائٹس ٹیسٹ کرائیں تو میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ ہر دوسرا بچہ آپ کو اس بیماری میں مبتلا ملے گا۔

جناب سپیکر! پاکستان میں کئی نامور شخصیات نے سرکاری سکولوں میں ٹاٹوں پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کی لیکن انہوں نے اپنا مقام بنایا۔ ان کا کسی دانش سکول یا ایچی سن سے کوئی تعلق نہیں رہا تھا۔ تعلیم کے معیار کو بلند کرنے کے لئے missing facilities دینا پڑتی ہیں جو عام بچوں اور عام لوگوں کے لئے ہوں۔ اس پر خرچہ کیا جاتا ہے نہ کہ ایک دانش سکول کو بنا کر تعلیم میں اور بھی فرق ڈال دیا جائے۔ یہاں میں معذور بچوں کا ذکر کرنا ضروری سمجھتی ہوں بلکہ اپنا فرض سمجھتی ہوں۔ 2009 میں اس مقدس ایوان نے ایک قرارداد منظور کی تھی کہ slow learner بچوں کے لئے institute قائم کئے جائیں گے لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ وزیراعلیٰ دانش سکول بنانے سے پہلے اگر disabled بچوں کے بارے میں بھی کچھ سوچ لیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ آج انہوں نے ایوان میں دانش سکول کی support میں ایک لمبی تقریر کی ہے لیکن آج پھر وہ disabled بچوں کو بھول گئے۔ تعلیم کو عام کرنے کے بلند و بانگ دعویٰ کرنے والوں نے اعلیٰ تعلیم کو حاصل کرنا مشکل کر دیا ہے۔ میں آپ کو اس کی مثال دیتی ہوں کہ 9th اور 10th کے امتحانوں میں بچوں کو بروقت رول نمبر سلپ ملیں اور نہ ان کو امتحانی سنٹرز کے بارے میں بتایا گیا۔ گھروں سے میلوں دور بچوں اور بچیوں کے سنٹرز بنائے گئے بلکہ ان کو دوسرے ڈسٹرکٹ میں بھیج دیا گیا۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): یہ جھوٹ ہے۔

سیدہ ماجدہ زیدی: کوئی جھوٹ نہیں ہے بلکہ یہ میڈیا پر آ تا رہا ہے۔ منڈا صاحب! آپ خاموش ہو کر بیٹھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ Chair سے بات کریں۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! آپ ان کو interrupt کرنے سے منع نہیں کر رہے ہیں اس لئے مجھے direct منع کرنا پڑ رہا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منڈا صاحب! ایسا نہ کریں، وہ خاتون ہیں ان کو بات کرنے دیں۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوگا۔ آپ تشریف رکھیں۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! بچوں کے امتحانی سنٹرز میلوں دور دوسرے ڈسٹرکٹ میں بنائے گئے۔ بچے آنسو بہاتے رہے اور میڈیا اس کی کوریج دیتا رہا۔ کیا اس وقت وزیر اعلیٰ کا دل نہیں دہلا؟ پنجاب میں اس سے پہلے ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ بچے اپنے رول نمبروں کے لئے روتے رہیں۔

جناب سپیکر! پنجاب بنک کا رونا ہر وقت رویا جاتا ہے لیکن جو بنک ییلو کیب میں مرسڈیز گاڑیاں منگوانے پر دیوالیہ ہو گئے ان کا ذکر کہیں نہیں کیا جاتا۔ اگر کسی کو یاد نہیں ہے تو میں بتا دیتی ہوں کہ حبیب بنک اور UBL ییلو کیب سکیم میں تباہ ہو گئے تھے۔ ییلو کیب سکیم میں بغیر گارنٹی کے اپنے منظورِ نظر لوگوں کو قرضے دلائے گئے اور ایسے لوگوں کو ٹیکسیاں دے دی گئیں جو دس دس ٹیکسیاں لے کر آگے کرائے پر چلاتے تھے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس دفعہ بھی اس کا یہی حشر ہوگا اور اس سکیم کو اس لئے شروع کیا گیا ہے کہ ییلو کیب سے "لٹو پھر چھٹو" کے پروگرام پر عمل کیا جا سکے۔

جناب والا! مہنگائی ایک ناسور بن چکی ہے۔ مہنگائی کی طاقت سے عوام کو کمزور کر دیا گیا۔ حکومت کے یہ دعوے بھی جھوٹے ثابت ہوئے کہ ہم 1997 کی ratio پر قیمتیں لے کر آئیں گے۔ ابھی بھی لوگ چودھری پرویز الٰہی کا پانچ سالہ دور یاد کر رہے ہیں۔ اگر آپ تین سال پہلے کی قیمتوں کا موازنہ کریں تو اس وقت تک دو سو فیصد تک قیمتیں بڑھ چکی ہیں۔ خواتین کے لئے 13۔ارب روپے کی رقم رکھی گئی ہے جبکہ خواتین کل آبادی کا 52 فیصد ہیں۔ میں نہیں سمجھتی کہ اس سے آپ ایک لاکھ روپیہ، 50 ہزار یا جس طرح سے آپ نے 20 ہزار روپے بے روزگاروں کے لئے قرضہ شروع کیا تو کیا آپ اتنے پیسے بھی

خواتین کو نہیں دے سکتے ؟ خواتین کے فنڈز بڑھائے جائیں۔ خواتین ممبران کو موجودہ حکومت نے فنڈز نہ دینے کا ریکارڈ اس بجٹ میں بھی قائم کر رکھا ہے۔

جناب والا! یہاں پر میں ٹرانسپورٹ کا ذکر کرنا چاہوں گی کہ صوبہ پنجاب میں پبلک ٹرانسپورٹ کی حالت بہت ابتر ہے جبکہ حکومت ہمیشہ سے یہ دعوے کرتی رہی ہے کہ نئی بسیں چلائی جائیں گی لیکن ابھی تک کسی نے بھی کوئی بس سڑکوں پر نہیں دیکھی۔ میں یہاں پر ایک بات اور کرنا چاہوں گی کہ ہماری population میں 70 لاکھ بچوں کی سالانہ پیدائش ہوتی ہے۔ پاکستان میں population growth سب سے زیادہ ہے۔ اس کے مطابق آپ کو سکولوں، ہسپتالوں اور رہائش کا انتظام کرنا ہوگا۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جناب احسن رضا خان!

جناب احسن رضا خان: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا بے حد مشکور ہوں لیکن آپ نے کافی انتظار کروایا۔ اتنا لمبا اجلاس میرے خیال میں تاریخی اجلاس ہوگا۔ باتیں تو کافی ہو چکی ہیں لیکن میں ان تین سالوں میں 63 سالہ تاریخ کا موازنہ کرنا چاہوں گا۔ ایک دور تھا کہ grass root level پر چونکہ ہم تو new comer ہیں۔۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اپوزیشن والے جب باتیں کرتے ہیں تو بڑے بلند و بانگ دعوے کرتے ہیں کہ ہم پنجاب کی عوام کے بہت بڑے وفادار ہیں لیکن آپ اندازہ لگا لیں کہ اس وقت اپوزیشن بنچوں پر ایک بھی ممبر نہیں بیٹھا۔ یہ اپوزیشن کا پنجاب کی عوام کے ساتھ وفاداری کا ثبوت ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: احسن رضا صاحب کو اتنا ٹائم extra دیا جائے گا۔

جناب احسن رضا خان: جناب سپیکر! میں کہہ رہا تھا کہ ان تین سالوں میں جو میں نے دیکھا ہے کہ ایک دور تھا کہ ایک ایس ایس پی یا ڈی پی او۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ جتنا آہستہ آہستہ بول رہے ہیں آپ کے پاس صرف پانچ منٹ ہیں، ذرا تیز بولیں۔

جناب احسن رضا خان: ایک عام آدمی کو ملنے سے گریز کرتے تھے اور ان کی routine یہ تھی کہ 12 بجے یا ایک بجے اپنے دفتروں میں آتے تھے۔ پہلے دور میں آپ ڈی سی او کو دیکھ لیں کہ ایک عام آدمی کی

پہنچ اُس تک نہیں ہوتی تھی۔ایک ڈی ایس پی تک ایک عام آدمی کی پہنچ نہیں تھی لیکن اِس دور میں میاں محمد شہباز شریف نے، میرے بھائی اکثر کہتے ہیں کہ بیوروکریسی بے لگام ہوئی پڑی ہے۔میں کہتا ہوں کہ جتنی لگام میاں محمد شہباز شریف نے بیوروکریسی کو دی ہے آج تک کسی politician نے نہیں دی۔(نعرہ ہائے تحسین)

اس کا ثبوت چیف سیکرٹری پنجاب ہے جو پورے آٹھ بجے dais پر کھڑا ہوتا تھا اور تین گھنٹے کھڑے ہو کر عوام کی بات سنتا تھا آئی جی پنجاب کو دیکھ لیں وہ بھی تین گھنٹے تک عوام کی بات سنتا تھا۔آج یہاں پر انتقامی کارروائیوں کی بات ہوئی تو آپ کو بتاتا ہوں اور یقین کریں، میں نے 2002 کا الیکشن لڑا میرے باپ اور دادا پہلے ایم پی اے تھے اور نہ ہی وہ کوئی سیاستدان تھے۔میں ایک سیاسی ورکر تھا، تھانہ کنگن پور میں یا پورے پنجاب کے کسی بھی تھانے میں ہماری پوری فیملی پر کوئی "ایف آئی آر" نہیں تھی لیکن جب میں نے 2002 کا الیکشن لڑا تو ان پانچ سالوں میں ان کے دور میں ہمارے چھوٹے چھوٹے بچوں پر بھی "ایف آئی آر" کاٹی گئیں اور یہ انتقامی کارروائیاں ان لوگوں کا شیوہ ہے۔آج تک ان تین سالوں میں دیکھ لیں کہ میاں محمد شہباز شریف اور ان کے کسی ایم پی ایز نے کسی بھی سیاسی ورکر خواہ وہ پیپلز پارٹی یا مسلم لیگ(ق) یا تحریک انصاف کا ہو کے خلاف کوئی سیاسی انتقامی کارروائی نہیں کی اور یہ ان تین سالوں میں ایک ریکارڈ ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں یہاں پر میاں محمد شہباز شریف کا انتہائی مشکور ہوں کہ انہوں نے 63 سالوں کے بعد جو میرٹ کی روایت ڈالی ہے۔پہلے زبانی میرٹ کی باتیں سنتے تھے لیکن خدا کی قسم یہ حقیقت ہے کہ 63 سالہ تاریخ میں چالیس ہزار ایجوکیٹر پہلے کبھی میرٹ پر بھرتی نہیں ہوئے۔ ہمیں یاد ہے کہ اس سے پہلے یہ نوکریاں ہمیشہ ایم پی ایز کو بطور کوٹہ ملتی تھیں۔ہم چھوٹے تھے اور کہا جاتا کہ ساٹھ ہزار روپے میں ٹیچر بھرتی کروالیں تو ہمارے لوگوں نے اپنے بیٹوں کو 30 سے 60 ہزار روپے میں ٹیچرز بھرتی کروایا، خواہ وہ کوئی دور بھی ہو لیکن آج تین سالوں میں ہم نے چالیس ہزار ایجوکیٹر بھرتے کئے ہیں آج آپ دیکھ لیں کہ کسی ایم پی ایز کے کہنے پر کوئی ٹیچر بھرتی نہیں ہوا بلکہ بھرتی میرٹ پر ہوئی۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! پاکستان اور صوبہ پنجاب کی تاریخ میں پہلی دفعہ کانسٹیبل میرٹ پر بھرتی ہوئے۔پہلی دفعہ غریب بچوں کو وظائف دیئے گئے اور پنجاب میں تقریری مقابلے ہوئے۔میاں محمد شہباز شریف نے ایک رکشا چلانے والے کو جس نے پہلی پوزیشن حاصل کی تھی پچاس لاکھ روپے کے

انعام سے نوازا۔یہ ایسے کارنامے ہیں جو آج تک ہم نے نہیں دیکھے۔یہ میرے قائد میاں محمد شہباز شریف کو کریڈٹ جاتا ہے کہ انہوں نے جو کام کیا، عملی طور پر کیا۔انہوں نے جھوٹے دعوے اور وعدے نہیں کئے بلکہ جو کیا وہ کر کے دکھایا۔آج کفایت شعاری کی بات کرتے ہیں تو پچھلے اجلاس کے دوران چیف منسٹر سیکرٹریٹ میں، میں نے توقیر شاہ صاحب سے کہا کہ خدا کا خوف کریں میری شوگر low ہے کیونکہ انہوں نے چینی بند کی ہوئی ہے اس سے بڑھ کر گیارہ بجے کے بعد دفتروں میں AC چلانا یہ کفایت شعاری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔آج یہ دانش سکول پر تنقید کرتے ہیں۔خدا کی قسم وہ غریب لوگ جو اپنے بچوں کے لئے اچھی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے ترستے تھے آج ان غریبوں اور مزدوروں کے بچے ایچیسن اور بیکن ہاؤس کے برابر کے سکولوں میں تعلیم حاصل کریں گے۔جب جنوبی پنجاب والے بات کرتے ہیں تو ہمیشہ تخت لاہور کی بات آتی ہے اور اس تخت پر ہمیشہ یہ جنوبی پنجاب والے ہی بیٹھے رہے تو آج یہ تخت لاہور بن گیا۔ان کے بچوں نے انہی کالجوں اور یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کی اور ابھی بھی پڑھ رہے ہیں۔آج یہ لاہور ان کو بُرا لگتا ہے کیونکہ آج اس تخت پر حقیقی قیادت بیٹھی ہے،آج اس تخت پر مزدوروں اور غریبوں کی سوچ رکھنے والی حقیقی قیادت بیٹھی ہے اس لئے ان روایتی سیاستدانوں کو تکلیف ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

ان Feudals کو اس لئے تکلیف ہے کیونکہ پاکستان مسلم لیگ جو ہمیشہ سے وڈیروں، Feudals کی جماعت ہوا کرتی تھی تو میرے قائد میاں محمد نواز شریف نے پہلی دفعہ ان لوگوں سے چھین کر ہمارے جیسے grass root level کے سیاسی ورکر تو آج ان ایوانوں تک پہنچایا ہے۔آج جو میرے قائدین نے یہ نئی روایت ڈالی ہے اس کی ان وڈیروں اور جاگیرداروں کو تکلیف ہے۔

جناب سپیکر! میرے علاقے کا ایک بہت بڑا اہم مسئلہ ہے تو اس حوالے سے میں نے پچھلے اجلاس میں بھی گزارش کی تھی۔اب چونکہ وزیر خزانہ صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں تو میں آپ کے توسط سے عرض کرتا ہوں کہ گنڈا سنگھ قصور سے لے کر ہیڈ سلیمانکی تک یہ تقریباً ایک سو کلو میٹر تک کا علاقہ بنتا ہے اس میں ہزاروں ایکڑ رقبہ آتا ہے،اس کی آبادی ہزاروں پر مشتمل ہے اور اس کے دوسری طرف انڈیا کی بارڈر لائن آتی ہے۔یہاں گنڈا سنگھ کے علاقے میں جو ستلج دریا ہے جس کی لمبائی گنڈا سنگھ سے ہیڈ سلیمانکی تک سو کلو میٹر بنتی ہے اس میں کوئی کراس نہیں ہے یعنی پل نہیں ہے۔وہ اتنا زرخیز علاقہ ہے کہ وہاں پر ساٹھ من فی ایکڑ گندم کی پیداوار ہوتی ہے،وہاں دوسری طرف ایک ٹریکٹر اور ٹرالے تک بھی نہیں جا سکتے۔وہ لوگ بڑی مشکل میں ہیں تو میں یہ درخواست کروں گا کہ ہمیں کنگن پور یا منڈی

احمد آباد کے درمیان ایک پل دیا جائے تو اس سے کافی لوگوں کا فائدہ ہوگا۔ اس کے علاوہ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ میرے پورے حلقہ پی پی۔180 میں کوئی کالج نہیں ہے اور بچیوں کے لئے ڈگری کالج تو میاں صاحب نے دے دیا ہے لیکن بوائز کالج بھی نہیں ہے۔ میں وزیر خزانہ صاحب سے درخواست کروں گا کہ یہ بھی ہم پر کوئی شفقت کریں اور ہمیں ایک بوائز کالج دے دیں۔

جناب سپیکر! ہمارے علاقے کو ہمیشہ سے backward رکھا گیا۔ ہمارے علاقے میں تقریباً بیس پچیس گاؤں ایسے ہیں ان میں سولنگ اور نہ ہی کوئی سڑک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ باقی تقریر تحریری طور پر دے دیں۔ بہت شکریہ۔ جی، میاں محمد رفیق!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! ایک محاورہ ہے کہ "جنگل میں مور ناچا کس نے دیکھا" میری آپ سے استدعا ہے کہ مجھے کل کی لسٹ پر رکھ لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اتنی دیر سے یہ بات کرنے کے لئے بیٹھے ہوئے تھے؟

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں سننے کے لئے بیٹھا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اپنی بات کر لیں کیونکہ آپ کی بات ادھر ریکارڈ بھی ہوگی، میڈیا بھی موجود ہے اور آپ کا ناچ سب دیکھیں گے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میڈیا موجود نہیں ہے اور میڈیا کی جگہ بھی خالی پڑی ہے۔ میرے خیال میں میری باری کو کل پر رکھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، سیکرٹری صاحب! ان کا نام کل کے لئے نوٹ کر لیں۔ جناب عامر سعید انصاری صاحب!

جناب عامر سعید انصاری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ جب میں آپ سے دوپہر کو ملا تھا تو آپ نے کہا تھا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آٹھ بجے تک آپ کا ٹائم آ جائے گا۔ چلیں کوئی بات نہیں، پندرہ منٹ لیٹ ہی سہی، ٹائم آ تو گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کا مطلب ہے کہ میں اپنی بات کا پکا ہوں۔ (قہقہہ)

جناب عامر سعید انصاری: جی، بالکل! جناب سپیکر میں اسی بات کا اعتراف کر رہا ہوں۔ میں pro youth, pro education, pro health, pro poor and tax free budget پیش کرنے پر میاں محمد شہباز شریف صاحب اور کامران مائیکل صاحب جو کہ مسلم لیگ (ن) کے ایک

ورکر ہیں ان کو وزارت کا قلم دان دینے پر اور ایک متوازن بجٹ پیش کرنے پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ میں جو بھی بات کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ اس پر قائم رہوں گا اور کوشش کروں گا کہ وہ بات غلط نہ ہو جیسے میں prove نہ کر سکوں۔ یہاں پر تنقید برائے تنقید کی جاتی ہے جبکہ تنقید برائے اصلاح ہونی چاہئے مگر یہ لوگ صرف تنقید کرنا جانتے ہیں۔ جیسا کہ مجھ سے پہلے ایک معزز ممبر نے point out کیا ہے کہ آج کا یہ ایوان اس بات کی گواہی دے گا کہ یہ اپوزیشن بنچز خالی ہیں۔ میڈیا بھی اس وقت موجود ہے۔ یہ اپنے لوگوں، پنجاب کو اور غریب عوام کے دُکھ درد کو represent کرنے میں کتنے سنجیدہ ہیں؟ میرے قائد ایوان میاں محمد شہباز شریف صاحب نے آج صبح بہت خوبصورت انداز میں تقریر کی۔ انہوں نے دانش سکول کے حوالے سے بات کی اور سب سے خوبصورت بات یہ کی کہ بنک آف پنجاب کی کرپشن کے بارے میں ایک کمیٹی تشکیل دی جائے گی جس کی رپورٹ اس ایوان میں پیش ہو گی۔ میں اس میں ریکارڈ کی درستی کے لئے ایک بات باور کرانا چاہتا ہوں کہ میرے ضلع ملتان میں سابقہ حکمرانوں نے ایک کالونی ٹیکسٹائل مل والوں کو بنک آف پنجاب سے قرضہ دلایا اور اس قرضہ کے عوض انہوں نے اپنی شوگر مل بیچی اور اسی قرضے کے پیسے انہوں نے خود وصول کئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی شرمندگی کی بات ہے۔ اسی طرح یہ بات کرتے ہیں "آشیانہ ہاؤسنگ سکیم" کی، یہ آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟ اس کے لئے جو جگہ select کی گئی، یہ بات میں on the floor of the House اس لئے کر رہا ہوں تاکہ یہ بھی ریکارڈ کا حصہ بنے، سٹیٹ بنک کے جو evaluators ہیں وہ first of all اس زمین کی evaluation کرتے ہیں، ڈسٹرکٹ کمیٹی اور پرائس کمیٹی اس زمین کی رقم متعین کرتی ہے اور اس کے بعد وہ زمین آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کا حصہ بنتی ہے اور میں یہ بات بڑے وثوق سے کہتا ہوں کہ اب تک جتنی بھی زمینیں آشیانہ ہاؤسنگ سکیم میں شامل کی گئیں اس میں سے کسی بھی زمین کو market value کے حساب سے کم پیسوں میں اس سکیم کا حصہ نہیں بنایا گیا۔ یہ تمام باتیں میں اس لئے دُہرا رہا ہوں تاکہ یہ ریکارڈ کا حصہ بنیں۔ سابقہ دور میں صرف اور صرف اپنے حواریوں کو نوازنے کے لئے جو کیا گیا اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ سپریم کورٹ آف پاکستان نے باون cases ایسے ہیں جن کو undo قرار دیا اور وہ زمینیں حکومت پنجاب کو واپس دلوائیں۔ ان زمینوں میں جن حواریوں کو نوازا گیا ان میں سابق دور کے سابق حکمرانوں کے منظور نظر سابق چیف سیکرٹری بھی شامل تھے جنہوں نے منڈی بہاؤالدین میں زمین الاٹ کرائی۔ یہاں پر بات ہوئی کہ Eden والے سستا گھر دے رہے ہیں اور آشیانہ ہاؤسنگ سکیم والے مہنگا دے رہے ہیں۔ قائد ایوان نے بھی اس کی وضاحت کی

لیکن میں بھی اس میں ایک بات شامل کرنا چاہتا ہوں کہ وہ صرف ایک بلاک دیتے ہیں، بلڈنگ کا ایک حصہ دیتے ہیں نہ کہ زمین دیتے ہیں۔اس بات کو بھی ریکارڈ کا حصہ بنایا جائے۔کسی بھی علاقے کی معاشی ترقی میں ہنر مند افرادی قوت کا بہت بڑا ہاتھ شامل ہوتا ہے۔ 2008میں جب سے ہماری حکومت معرض وجود میں آئی ہے، صوبہ پنجاب میں خاص طور پر جنوبی پنجاب میں انڈسٹری کا growth rate جو ہے وہ 31فیصد ہے لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت کی وفاقی حکومت ان صنعتوں کو گیس مہیا کر رہی ہے نہ بجلی دے رہی ہے تو آپ کے توسط سے اُن حکمرانوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ یہ بتائیں کہ جو مزدور daily basis پر اپنے بچوں کے لئے روزی روٹی کماتا ہے وہ کہاں سے روزی روٹی کمائیں گے، کہاں سے اپنے بچوں کا پیٹ پالیں گے؟ پھر کہتے ہیں کہ صوبے میں good governance نہیں ہے۔لاء اینڈ آرڈر کی situation بہت خراب ہے جب اس طرح کے حالات ہوں گے تو کس طرح سے اس پر قابو پایا جائے گا؟ میں پنجاب حکومت کے اس اقدام کو سراہتا ہوں کہ انہوں نے اپنی مدد آپ کے تحت energy crisis کے لئے جن ڈیمز کا اعلان کیا ہے اس پر میں پنجاب حکومت اور میاں محمد شہباز شریف کے وژن کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر!اب میں جنوبی پنجاب کے سکولوں کے حوالے سے بات کروں گا۔جنوبی پنجاب میں ایک سروے رپورٹ کے مطابق پنجاب کے 35فیصد سکول جنوبی پنجاب میں واقع ہیں۔ دانش سکول پر بہت تفصیل سے بات ہو چکی ہے۔یہ ایک انتہائی موزوں منصوبہ ہے اس سے directly غریب آدمی کو فائدہ ہوگا اور جب ہم ایک بہتر معاشرے کی بنیاد رکھیں گے تو ہی ترقی کی طرف گامزن ہو سکیں گے۔میں چند ایک تجاویز دے کر اپنی speech wind up کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاؤس کا وقت مزید2منٹ اور بڑھایا جاتا ہے۔

جناب عامر سعید انصاری: جناب سپیکر!میرا تعلق ایک صنعتی گھرانے سے ہے۔ میرے حلقہ میں پاورلومز بہت زیادہ ہیں۔ میری آپ کے توسط سے یہ گزارش ہو گی کہ آپ وزیراعلیٰ کو ایک summary move کریں جس میں کہا جائے کہ پاورلومز کو ہوم انڈسٹری کا درجہ دیا جائے اور وفاقی حکومت سے یہ گزارش کروں گا کہ اس کے لئے خاص ٹیرف وضع کیا جائے جس میں ان کو بجلی کم سے کم ریٹ پر دی جائے تاکہ اس سے وہ زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکیں کیونکہ یہ وہ شعبہ ہے جس میں گھر کا ہر ایک فرد بذات خود اپنے ہاتھ سے یعنی 80سال کا بوڑھا اور نوجوان بچہ بھی اس میں روزگار کما سکتا

ہے، اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پال سکتا ہے۔ میں آپ کا اور اس ایوان کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ 12-2011 پر لب کشائی کا موقع دیا۔ بہت بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ اب اجلاس بروز جمعتہ المبارک مورخہ 17۔ جون 2011 کو صبح 9 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔ جمعتہ المبارک کو بھی سالانہ بجٹ پر عام بحث جاری رہے گی۔